قال اللہ تعالیٰ

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ

این آیت مشتمل است بر چہار جملہ دو خبریہ اول و آخر و دو انشائیہ در وسط
اول دال است بر نعمت تسخیر ارض و ثانی باطلاقہ بر مشروعیت انتفاع بدان نعمت بمشی و سفر
و ثالث بر اذن سفر برائے حاجت دنیویہ و رابع بر شکر آن نعمت باستحضار آخرت کہ ارشاد
و استرشاد فی الدین داخل است در آن و این سفر نامہ در مقام موضوع بشعر تاریخی عیسوی ۱۹۳
بے بہار زیبا۔ نفیس و دلفزا ۱۰ باغ لاہور و بہار لکھنو
۳۰۶۸ ۱۵۰۰

موسوم بہ

الاسفار عن بعض الاسفار

و ملقب بہ

الفصل للوصل

کہ مشتمل است بر سہ جزو یکے واقعات سفر مسنون بعنوان تاریخی ہجری ۱۳۵۰ھ ارمغان جا و دان
و دیگر ملفوظات جمیل الکلام و اسعد الابرار۔ مظہر اعظم بود در سفرہائے بالا
کہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت واقف حقیقت پیشوائے اہل طریقت مقتدائے اصحاب معرفت قطب وقت مجدد عصر
مرکز دائرہ اصلاحی و ارشادی مولانا حاجی حافظ قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب فاروقی حنفی چشتی صابری امدادی
لازالت شموس فیوضہم بازغۃ و نجوم برکاتہم سابغۃ و انوار علومہم لامعۃ و اقمار ہدایتہم طالعۃ بسوئے لاہور و لکھنو
باعتبار مجموع سفر و وقوع سفر خرد بست از مفہوم جملہ اولیٰ و ثانیہ نکرمن ما لابد بعض عوارض کہ مفہوم جملہ
ثالثہ است مع صد افادات دینیہ کہ مفہوم جملہ رابعہ است بنابر افادۂ شائقین،
باہتمام خاکسار سید مرتضیٰ حسین بلگرامی عفی عنہ و نوبرہ و شترہ مہو ملا

در مطبع مقبول المطابع باذرہ تبنکی طبع گردیدہ شد

قیمت مجلد ۱۲/

915

تصانیف حضرت حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم العالی

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
تبویب تربیت السالک	[illegible]	حقوق البیت	۳ر	الکلام الحسن	۶ر	تربیۃ السالک	۱۲ر
التکشف السالک	صہ	حق السماع	۳ر	مرام الخواص	۵ر	المفند علی المهند	۶ر
البراہین لقاطع السالک	عہ	آداب المعاشرت	۲ر	ہدیہ سنیہ	۴ر	السنۃ الجلیۃ	۲ر
کمالات اشرفیہ السالک	عام	الحسد	۱ر	الحیلۃ الناجزۃ	عہ	الدعوۃ الی اللہ	۶ر
حل الابتلاءات السالک	عام	الاقتصاد	۴ر	حقوق العلم	۶ر	معمولات اشرفی	۶ر
تعلیم الدین مع تکمیل الیقین	عام	مکتوبات امدادیہ	۳ر	القول البدیع	۲ر	جمال القرآن	۲ر
نزہۃ البساتین مع تزیین الراجین	للعہ	القول الجلیل	۳ر	القول الصواب	۲ر	خاتمہ بالخیر	۱ر
سلسلۃ الاحیاء یعنی مجمع البحور	۸ر	قصد السبیل	۲ر	امیر الروایات	صہ	اصلاح الخیال	۶ر
مجمع البحور یا نتائج الحقوق	عہ	الاستبصار	۱ر	تکمیل الایمان	۶ر	اصلاح ترجمہ مرزا	۲ر
کا مجموعہ		حقوق الاسلام	۱ر	اصلاح انقلاب	۱۲ر	حیات [illegible]	[illegible]
الدرر المنثور	۸ر	التشرف فی اثبات التقدیر	۱۲ر	تنزیہ رمضان	۱ر	تنشیط الطبع	۵ر
اشرف الجواب	[illegible]	المصالح العقلیہ	۹ر	مجموعہ رسائل مفیدہ	۲ر	الخطاب الملیح	۳ر
تنویر الصدور	[illegible]	ثلج الصدور	[illegible]	المرفوعات	۴ر	آئینہ تربیت	۶ر
ملفوظات حسن العزیز اول	[illegible]	تصفیۃ العقائد	۴ر	اخبار زلزلہ	۱ر	تنویر السراج	۱۰ر
عنوانات التصوف	۱۲ر	تسہیل قصد السبیل	۴ر	اخبار بینی	۱ر	تجارت آخرت	۲ر
وجوہ المثانی	۱۲ر	تکمیل تعلیم الدین	۸ر	طریقہ مولود شریف	۱ر	توضیح البیان	۱ر
رفیق سفر	۸ر	تکمیل الفرقان	۲ر	رحمۃ الثقلین	۶ر	تحذیر الاخوان	۵ر
آداب التبلیغ	۲ر	اصلاح الرسوم	۵ر	راحۃ القلوب	۴ر	صفائی معاملات	۲ر

بے بہا، زیبا، نفیس و دلفزا
باغ لاہور و بہارِ لکھنو

الحمد للہ کہ مصداق شعر بالا یعنی مجموعہ

الاسفاد عن برکات بعض الاسفار

ملقب بہ

الفصل للوصل

مشتمل بر

(۱) ارمغان جاوداں از اخفر وصل بلگرامی (۲) جمیل الکلام بقلم جناب مولوی جمیل احمد صاحب تھانوی۔
۱۳۵۰ھ
(۳) اسعد الابرار بقلم مولوی حافظ ابرار الحق صاحب حقی و تصیح جناب مولوی اسعد اللہ صاحب رامپوری

یعنی

حالات با برکات سفرِ لاہور و لکھنؤ مع ملفوظات عالیہ حضرت مرشدی و فیضی حکیم الامت مجدد الملت
قطب زمانہ غوث یگانہ مولانا حافظ حاجی قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب حنفی چشتی صابری
امدادی تھانوی مدظلہم العالی

نور دیدہ مشتاقین شد

تصدیق وتوثیق از احقر اشرف علی عفی عنہ

بعد حمد وصلوٰۃ میں نے اس مجموعہ مسمّی بہ الاسفار عن برکات بعض الاسفار ملقب بہ الفصل للوصل عن الوطن یعنی السفر للوصل (لما امر اللہ بہ ان یوصل الشامل للافادات الدنیویہ) کو جسمیں ایک سفر لاہور ولکھنؤ کے واقعات وحالات اور دوسرے سفر کے ملفوظات ومقالات جمع کئے گئے ہیں مع اسکی تمہید کے حسب استدعاء جناب مؤلف سلمہ حرفاً حرفاً دیکھا ملفوظات کو تو حسب معمول نظر عمیق کے ساتھ دیکھکر اس میں باقاعدہ مکمل اصلاح کی گئی اور بقیہ میں محض معنوں کو مطمح نظر رکھکر حسب حاجت خاص مواقع پر تغیر وتبدل کیا گیا، اب یہ مجموعہ میرے نزدیک باعتبار مضامین کے صحیح اور مکمل ہے البتہ حالات کے حصہ میں باوجود صحت واقعات فرطِ محبت میں بعض مقامات پر محض عنوان میں قدرے مبالغہ ہو گیا ہے جو صدق کی حد سے نہیں نکلتا اور ایسے داخلِ حدود مبالغہ کو بزرگوں نے ہمیشہ جائز رکھا ہے اور خود اُن کے کلام میں بھی پایا جاتا ہے اور گو ایسے عنوانات کا بدلنا ممکن تھا اور عدم تبدیل موہم جب مدح کا ہو سکتا ہے لیکن میں نے ابقاء کو جناب مؤلف کے جذبات کی رعایت اور اپنے حق میں مستقبل کے اعتبار سے فالِ صالح سمجھ کر تصرف نہیں کیا، اب دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ سے طالبانِ دین کو نفع علمی وعملی عطا فرماویں اور جنابِ مؤلف اور اس ناکارہ کو اپنی رحمت ورضا سے مشرف فرماویں والسلام فقط

مقام تھانہ بھون

۲۶ محرم ۱۳۵۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً

التماسِ آشفتہ حال

۱۳۵۷ھ

رازے کہ بر خلق نہفتیم و نگفتیم — با دوست بگوئیم کہ او محرمِ راز است

اے بلبلیان اسوزِ دلِ حافظِ مسکین — از شمع بپرسید کہ در سوزو گداز است

مجھ مین آشفتہ حالی اور بیقراری کیون ہے؟ سینے مین سوزش جگر مین ٹیس اور دل مین بیتابی و اضطراب کس سبب سے ہے؟ خود میری سمجھ مین نہین آتا- کیا بتاؤن- کیا جواب دون- ہر غیر کی صحبت سے پریشانی پیدا ہو جاتی ہے- کسی دوسرے کے ذکر سے طبیعت گبھرانے لگتی ہے- ہر وقت یہی تمنا کہ اُس کے پاس بیٹھو جو اپنے ساقی کا ذکر کرتا ہو- ہر لمحہ یہی آرزو کہ اپنے ہم مشرب رندون کے سوا دوسرون سے بات بھی نہ کرون- اُس بزم مین حاضر رہون جہان اپنا ساقی ساقی گری کرتا ہو- سر مین یہی سودا کہ ہر وقت اپنے ہی ساقی کا تذکرہ ہو- آنکھین ڈھونڈتی ہین تو میخانۂ امدادیہ کے انوار و برکات کو نا نظرون کو تجسس ہے تو تہانہ بھون کے درخشان ذرات کی تابش کی کان سننا چاہتے ہین تو اُن پُر اثر الفاظ اور پُر کیف کلمات کو جو ساقیِ بادۂ الست کے لب و دہن سے نکلے ہوئے ہون- قوتِ شامہ کو ہوس ہے تو صرف اُس پھول کی خوشبو کی جو گلستانِ شریعت مین مہک کر تمام عالم کو مست و بیخود بنا رہا ہو- ہاتھ اُن مبارک ہاتھون کے جویا ہین جن کے ذریعے کبھی کوئی عہد و پیمان لیا گیا تھا- پاؤن اُس منزل کی طرف چلنا چاہتے ہین جو میرے ساقی کی بتائی اور دکھائی ہوئی ہو خیالات متحمل ہین تو ایسے مالکِ بہارِ عالمِ حُسن کے تصور کے جس کیلئے کہا گیا ہے ؎

بہارِ عالمِ حُسنش دل و جان تازہ می دارد — برنگ اصحابِ صورت را بہ بو ارباب معنی را

مجھے نہین معلوم مجھے کیا ہو گیا ہے- سودائی ہو گیا ہون یا بنا دیا گیا ہون- کسی وقت چین نہین سکون نہین- تمام جسم مین آگ لگی ہوئی ہے یا لگا دی گئی ہے- کسی طرح نہین بجھتی بلکہ مین دیکھتا ہون کہ روز بروز تیز ہوتی جاتی ہے ؎ جنابِ مجذوب

لے سوختہ جان پھونک دیا کیا مرے دل مین — ہے شعلہ زن اک آگ کا دریا مرے دل مین

اب تو یہ حالت ہے کہ اگر چند دن کیلئے بھی تہانہ بھون سے باہر جاتا ہون- تو اپنے قابو مین نہین رہتا

چاہتا ہوں کہ ہر گھڑی یہیں بسر ہو۔ اور ہر پل خدمتِ ساقی میں گزرے۔ ساقی کا جادہ جہان آرا سامنے ہو۔ اور دَورِ چل رہا ہو۔

ابھی زمانہ نہیں گزرا یہی عالم تھا۔ دیوانگی نے بڑھنا شروع کیا تھا کہ پنجشنبہ ۳ جمادی الاخری ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۳۶ء کو میرے ساقی میرے آقا میرے مولا۔ میرے ہادی۔ میرے رہبر۔ میرے حامی میرے یاور شیخ الشیوخ عالم۔ فیوض و برکاتِ مجسم۔ قطبِ یگانہ۔ غوثِ زمانہ حضرت حکیم الامت سراپا رحمت مولانا حاجی حافظ قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم اللہ القوی بغرضِ علاج رونق افروز لکھنؤ ہوئے۔ علاج شروع ہوا۔ بحمد اللہ مرض میں بھی افاقہ ہوا۔ طاقت بھی آنے لگی۔ قیام گاہ پر بے تکلف احباب کو حاضری کی بھی اجازت دے دی گئی۔ پھر مسجد خواص کے حجرے کے پاس نشست بھی ہونے لگی۔ ملفوظات کا سلسلہ بھی جاری ہوا۔ معارف و حقایق کی بارش ہو رہی تھی فیوض و برکات کا دریا موجزن تھا۔ کہ میرے دل نے مجھے مجبور کیا۔ اور میں نے ارادہ کر لیا کہ جس طرح بھی ہو زمانہ قیام لکھنؤ کے ملفوظات قلمبند ہو جائیں گے۔ اور اگر خدائے برتر و بزرگ نے توفیق دی اور اُس کی مدد شاملِ حال ہوئی تو طبع کرا کر شائع بھی کر دئے جائیں گے۔ تاکہ خلق اللہ کو اُن سے فائدہ پہونچے۔ دور افتادہ تشنہ کاموں کو جام فیوض کا ہدیہ بھیجا جائے اور حضوری سے معذور بیقراروں کے لئے مایۂ تسکین فراہم کیا جائے چنانچہ اسی دُھن میں میں نے اپنے سرکار مدظلہ العالی سے اجازت حاصل کی مولوی جمیل احمد صاحب تھانوی سے اپنی تمنا ظاہر کی۔ ممدوح نے اپنے لطف و کرم سے خود اس کام کی انجام دہی کا ذمہ لیا۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ایک اور شخص بھی ہونا چاہئے جو میری عدم موجودگی میں اس کو جاری رکھے۔ کیونکہ میں ہر وقت موجود بھی نہیں رہ سکتا۔ اس کو سنکر میں نے عزیزی مولوی حافظ ابرار الحق سلمہ ابن جناب مولوی محمود الحق صاحب حقی بی اے ال ال بی ایڈوکیٹ ہردوئی و مجازِ صحبت حضرتِ اقدس مدظلہم العالی کے سپرد یہ خدمت کی۔ اُنھوں نے بہ طیبِ خاطر اسکو منظور کر لیا۔ بلکہ باعث برکت و سعادت سمجھا۔ اور اس طرح جو ملفوظ قلمبند ہو سکے اُن کا ایک اچھا خاصہ مجموعہ تیار ہو گیا۔ لیکن اس کی ضرورت تھی کہ حضرتِ اقدس کے ملاحظہ سے گزر جائے۔ اسلئے یہ مجموعہ میں نے تھانہ بھون کی واپسی کے بعد حضرتِ اقدس کے حضور میں ملاحظہ کی مؤدبانہ درخواست کے ساتھ پیش کر دیا۔ حضرتِ والا نے سرسری نظر سے ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ مولوی جمیل احمد کے قلمبند کردہ ملفوظات کی تصحیح تو آسان ہے۔ لیکن

مولوی ابرار الحق کے لکھے ہوئے ملفوظات کی صحت دشوار ہے۔ انھون نے میرے الفاظ کو نقل نہین کیا۔ یادداشت لکھکر میری گفتگو کو بطور روایت بالمعنے کے اپنی عبارت مین لکھا ہے۔ اور اسی وجہ سے الفاظ، مطلب واقعہ، غرض وغایت سب مین کچھ فرق آگیا۔ میرے لئے اس ضعف مین نئے سرے سے دماغ پر زور ڈالکر واقعے کو سوچنا اور لکھنا غیر ممکن ہے۔ اس کے معلوم ہونے پر جسقدر رنج مجھے پریشانی ہوئی وہ بیان مین نہین آسکتی۔ خداوند تعالیٰ بڑے کریم وکارساز ہین۔ دیکھتا کیا ہون کہ محترمی جناب مولوی اسعد اللہ صاحب مدرس مدرسۂ مظاہر العلوم سہارنپور و مجاز طریقت حضرتِ اقدس مدظلہم العالی تشریف لارہے ہین۔ معلوم ہوا کہ پورا رمضان المبارک کا مہینہ تھانہ بھون ہی مین ختم ہوگا عید کی نماز پڑھکر واپس جائین گے۔ اُن سے مولوی ابرار الحق سلمہ کے تحریر کردہ ملفوظات کی کوتاہیان بتاکر تکمیل کی استدعا کی۔ اور موصوف نے انتہائی محبت ومسرت کے ساتھ اس کو قبول ومنظور فرمایا۔ اور خاص توجہ وکوشش کے ساتھ اُنکی تحریر کو بغور ملاحظہ کرکے جابجا صاحب ملفوظ سے تحقیق کرکے درست کیا مربوط اور صاف کرکے تمام خامیون کو نکالکر رمضان شریف کے اندر ہی مجھے دیدئے۔ خدا کا شکر ہے کہ حضرت والانے اُنکو پسند فرمالیا اور اس طرح میری دعا مقبول اور تمنا کامیاب ہوگئی۔

مین چاہتا تھا کہ ملفوظات کی صحت ہوجائے اور یہ فوراً طبع کرائے شائع کردئے جائین۔ حضرتِ اقدس نے میری بیتابی کی حالت ملاحظہ فرماکر جلد سے جلد نظرِ اصلاحی کے کام کو ختم فرمادیا۔ اور اپنی خاص شفقت سے جامع کے نامون کی مناسبت پر غور فرماتے ہوئے مولوی جمیل احمد صاحب کے جمع کردہ ملفوظات کا نام **جمیل الکلام** اور مولوی ابرار الحق سلمہ کے جمع کردہ ملفوظات کا پہلا نام **نزول الابرار** اور جناب مولوی اسعد اللہ صاحب کی تصحیح کے بعد دونون جامع کے نامون کی رعایت سے دوسرا اخیر نام **اسعد الابرار** تجویز فرمایا۔

اسی گزشتہ رمضان المبارک مین مین بھی برابر حاضرِ تھانہ بھون رہا۔ مین نے ارادہ کیا کہ ان ملفوظات کے شروع مین مختصر سادیباچہ لکھکر شامل کردون جس مین لکھنؤ کے سفر کا ضمناً تذکرہ بھی ہو۔ لیکن جس وقت لکھنے بیٹھا ہون اُسوقت کچھ حالت ہی اور ہوگئی۔ لکھنؤ کے سفر کے ساتھ ایک اور سفر کا خیال آگیا۔ وہ لاہور کا سفر تھا۔ جو لکھنؤ کے سفر سے پہلے قریب تر زمانے مین ہوا تھا۔ دل مین ایک جوش پیدا ہوگیا کہ کسی طرح وہان کے حالات معلوم ہون اور دیباچے مین انکا بھی اضافہ ہوجائے۔

دور چلے دور چلے ساقیا　　اور چلے اور چلے ساقیا

تمنا تو یہ تھی کہ تمام عمر اور عمر کی ہر ساعت اپنے آقا ہی کا تذکرہ لکھتا رہوں۔ مختلف عنوان سے اس کا ذکر کیا جایا کرے۔ زبان سے اپنے آقا ہی کا بیان ہو۔ اور تحریر مین اپنے آقا ہی کے مناقب و فضائل ہوں۔ اپنے آقا ہی کا تصور رہے اور اپنے آقا ہی کی دھن۔ وہ کون آقا جس کے حُسن کی خوبیوں کا تحریر مین لانا آسان کام نہیں۔ اور حسن بھی کیسا حُسنِ خداداد ؎

دلفریبانِ نباتی ہمہ زیور بستند　　دلبرِ ماست کہ باحُسنِ خداداد آمد

مین نے بسم اللہ کہکر سفرِ لاہور کے حالات دریافت کرنا شروع کئے۔ اتفاقِ وقت اور میری خوش قسمتی سے مخدومی جناب مولانا خیر محمد صاحب جالندھری مجتری جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری مکرمی جناب حکیم عبد الخالق صاحب امرتسری، مشفقی جناب مولوی ظہور الحسن صاحب اور عزیزی جناب مولوی سعد اللہ صاحب مدرسین مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کہ ان حضرات نے اس سفر کے حالات کا مشاہدہ فرمایا تھا، اسی رمضان المبارک مین تشریف لائے اور میرے ممد و معاون ہوئے۔ مین نے اپنی پوری جد و جہد سے ان سے سوالات پر سوالات کرکے حالات دریافت کئے۔ ان سے یادداشت لکھوائی اور اس طرح سفرنامے کے لئے کافی مواد فراہم کرلیا۔ حضرتِ اقدس کے ناسازیِ مزاج کے آغاز کے حالات اور بہت کچھ سفرِ لاہور کے متعلق واقعات کے لکھنے مین مخدومی جناب مولوی شبیر علی صاحب نے میری امداد فرمائی۔ سفرِ لکھنؤ کے حالات کے سلسلے مین بہت سی یادداشتیں جناب مولوی جمیل احمد صاحب تھانوی سے حاصل ہوئین۔ اور باوجود اس کے کہ مین نے اس سفرنامہ کو بہت مختصر کرنا چاہا۔ میرے ذوق میرے جذبات اور میرے طبعی جوش کی وجہ سے وہ ایک اچھا خاصہ رسالہ ہوگیا۔ مین تو چاہتا تھا ہر ادائے حسن کو ظاہر کردون مگر اس کی بھلا کس کو قدرت تھی ؎

گر مصورِ صورتِ آن دلستان خواہد کشید　　لیک حیرانم کہ نازش را چسان خواہد کشید

اور سچ تو یہ ہے کہ کس کس چیز کو ظاہر کرتا ؎

خوبی ہمین کرشمہ و ناز و خرام نیست　　بسیار شیوہ است بتان را کہ نام نیست

روتی نماہ ؎

آفاقہا گردیدہ ام مہرِ بتان ورزیدہ ام　　بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

یہ ذکر اور تذکرہ تو ایسا تھا کہ تمام عمر لکھتا اور تمام نہ ہوتا مگر خدائے تبارک و تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے

اسقدر ذخیرہ فراہم کر دیا جو میرے لئے موجبِ صد افتخار ہے۔ ورنہ کہاں مجھسا بے بضاعت اور کہاں حضرت حکیم الامت مدظلہم العالی کے سفر کے حالات کا جمع کرنا ؎

کہاں مین اور کہاں یہ نکہتِ گل نسیم صبح! تیری مہربانی

ملفوظات کی طرح اس سفرنامے کو بھی مین نے اپنے آقا کے حضور مین پیش کر دیا۔ وہان سے اس کا مسودہ خلعتِ صحت کے ساتھ واپس عطا ہوا۔ اس کے بعد احتیاطاً مین نے وہی مسودہ اپنے محترم سراپا لطف وکرم جناب خان بہادر خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری بی اے انسپکٹر مدارس الٰہ آباد و مولفِ اشرف السوانح کی خدمت مین بھیجا۔ وہان سے بھی نظرِ ثانی سے مزین ہو کر میرے پاس آگیا۔ اب مین حضرتِ اقدس کی منظوری کے بعد اس کو ارمغان جاودان کے تاریخی نام سے موسوم کرتا ہون اور حضرتِ اقدس کی
۱۳۵۷ھ
نہایتِ شفقت وتجویز گرامی سے ان ہر سہ اجزار یعنے ارمغان جاودان جمیل الکلام اور اسعد الابرار کے مجموعہ کا نام الاِسفار عن برکات بعض الاَسفار ملقب بہ الفصل للوصل قرار پایا ہے جو لوح پر زینت و برکت کے لئے درج کر دیا گیا ہے۔ علاوہ اس کے جب یہ خیال تھا کہ صرف لکھنؤ کے سفر کے حالات جمع کے جائین اُس وقت اس مجموعہ کا نام بہارِ لکھنؤ رکھا گیا تھا۔ لیکن جب لاہور اور لکھنؤ کے دونون جگہ کے سفر کے حالات جمع ہو گئے تو حضرتِ والا نے اپنی زبانِ فیض ترجمان سے یہ مصرع ارشاد فرمایا۔ ؏ باغِ لاہور و بہارِ لکھنؤ۔ اس مصرع کو شکر و قم الحروف نے پہلا مصرع۔ بے بہا زیبا نفیس و دلفزا ملا دیا جس سے پورا شعر تاریخی ہو گیا۔ اب اسکو یون پڑھئے اور عیسوی تاریخ کا شمار کیجئے ؎

بے بہا، زیبا، نفیس و دلفزا باغِ لاہور و بہارِ لکھنؤ

۱۵۷۰ ۱۹۳۸ء ۳۶۸

یہ شعر بھی لوح پر درج کر دیا گیا ہے۔ خدا کرے یہ مجموعہ جلد شائع ہو کر خلق خدا کے لئے فائدہ مند اور کار آمد ثابت ہو۔

اب مجھے سب سے پہلے خالقِ جل وعلیٰ کے فضل وتوفیق کا ہر بُن مو سے شکر ادا کرنا ہے ومن شکر فانما یشکر لنفسہ ومن کفر فان اللہ غنی حمید اس بے بضاعت زبان سے شکر بس لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک کے بعد اپنے آقا ومولا حضرت حکیم الامۃ مدظلہم العالی کے بے پایان الطاف۔ بے نہایت کرم بے کران شفقت اور توجہ خاص کا شکر ادا کرنا چاہئے جن کی بدولت آج یہ مجموعہ مرتب ہو کر طباعت کیلئے بھیجا جا رہا ہے۔ لیکن اس کے لئے الفاظ کہان سے

لاؤن بیجا نہ ہوگا۔ اگر یہ عرض کردن۔

شکرِ نعمت ہائے تو چندان کہ نعمت ہائے تو

اسی کے ساتھ مذکورالصدر اخوانِ میکدہ کی مخلصانہ نوازشون پر ہدیۂ تشکر پیش کرنے کا اعزاز حاصل کرتا ہون

گر قبول افتد زہے عز و شرف

آخر مین مجھے اتنا اور عرض کرنا ہے کہ ارمغانِ جاودان اور اس التماس آشفتہ حال مین کئی جگہ میرے قلم نے وہ انداز اختیار کیا ہے جس کا تعلق صرف میرے جذبات امیری عقیدت، اور میرے ذوق سے ہے نہ شاعری کیلئے ہے اور نہ مبالغے کا اس مین دخل ہے۔ جو کچھ لکھا ہے مین نے اپنی عقیدت کے تحت مین۔ جو آواز بلند کی ہے وہ اپنے دلی جذبات کے اثر سے اور صرف اہلِ ذوق کے سننے اور لطف اٹھانے کیلئے۔ میرے مخاطب یہی حضرات ہین۔ غیر سے واسطہ نہین۔ اب اس کے بعد بھی کوئی کچھ کہے میری ذمہ داری نہین۔ کسی عارف کا قول ہے ؎

با مدعی مگوئید اسرارِ عشق و مستی
بگزار تا بمیرد در رنجِ خود پرستی

اور مین تو ان حضرات سے یہ عرض کرون گا ؎

گفتم بودم فسانہ در مستی
تو شنیدی چرا ز عالمِ ہوش

والسلام

آوارۂ دشتِ گمنامی احقرِ کونین سید مقبول حسین وصل بلگرامی غفرلہٗ اللہ السامی
خانقاہِ امدادیہ تھانہ بھون

فہرست مضامین

مرتبہ مولوی عمر احمد صاحب ابنِ جناب مولانا مولوی حاجی حافظ ظفر احمد صاحب عثمانی تھانوی زاد مجدہم

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
ارمغان جاودان				۱	۲۰	ہشیار	ہوشیار	۴۴	۲۲	فیما	فیہما	۱۱۷	۱۳	تکلف	تکلّف
۲	۱۸	فارسی	فاروقی	۳	۱۹	اداو	داو	۴۶	۲۳	حضرت کی	حضرت کے	۱۱۹	۹	کو	مجھکو
۱۱	۸	خامد	حامد	۴	۱۳	نہہو	نہ ہون	۴۷	۱۵	کثیرہ کی	کثیرہ کے	۱۲۲	۷	اجمہ	جمعہ
۲۰	۱	پر	پھر	۸	۲۱	اورصنعت	اور یہ صنعت	۵۲	۱۷	انبیٹہ	انبہٹہ	۱۲۳	۱۹	حصرت	حضرت
۲۳	۱	اسٹیشن	اسٹیشن	۱۲	۲۲	پس	کر	۵۶	۱۶	ستاہین	ستائین	״	۱۰	زاداللہ	زادہا اللہ
۳۵	۱۱	کمرتے	کمرے	۱۵	۱۷	مدینہ منورہ	مدینۂ منورہ	۶۳	۲۱	ہی	بہی	۱۲۴	۱۵	دام	دم
۳۸	۱۱	اورنیٹل	گورنمنٹ	۱۹	۱۷	میری ساتھ	میرے ساتھ	۶۶	۹	کام لی	کام کی	۱۲۹	۲۳	حضور	×
۴۰	۷	متاعًا	متاع	۲۰	۱۶	ہوئے	ہوتے	۶۳	۲۳	فرمایالہ	فرمایا کہ	۱۳۱	۴	بہت ہی	بہت سی
۴۳	۱۲	متاعً	متاع	۲۱	۱۰	مولانا	مولاناؒ	۶۳	۱۷	ملنے جاؤ	ملتے جاؤ	״	۴	کرائین	کرائی
۴۷	۱۱	کلام الجلیل المجود	کلام الجلیل المجود	۲۳	۹	کسی کی	کسی کے	۸۱	۱۳	پیداہون	پیدا ہوا ہون	״	۱۳	کہتے	کہتے ہین
۴۹	۱۰	شوہر	شوہرون	۲۴	۵	ہواکہ	ہوا کہا کہ	۸۲	۲۲	حکمت کی ساتھ	حکمت کے ساتھ	۱۳۳	۲۱	رائے	رائے کے
۵۱	۲۳	دوسر	دوسرے	۲۵	۷	اس	جس	**اسعد الابرار**				۱۳۴	۲	ہہ	یہ
۵۱	۲۳	کرناتھا	کرتا تھا	۲۵	۱۲	قنود	قیود	۸۵	۱۵	بالتحصیص	بالتخصیص	״	۱۲	بہکر	بھکر
۵۵	۹	دوزخ	دوزُخ	۲۸	۲۲	میں انکو	مین نے انکو	۸۷	۱۷	عموم رعا	عموم دعا	۱۳۶	۵	انگریزون کی	انگریزون کے
۵۹	۱۲	بمجوری	بمجبوری	۳۱	۲	ملازمت ترک	ترک ملازمت	۹۰	۳	جواز قاعدہ	جواز کا قاعدہ	۱۳۷	۱۱	خرنہیں	خبر نہیں
۶۰	۱۳	کے علاوہ جناب پیر جی ظفر احمد صاحب کے	اور جناب پیرجی ظفر احمد صاحب کے علاوہ	۳۱	۳	قلیل ہے	قلیل ہین	۹۴	۱	متوی طور پر	ملتوی طور پر	״	״	آام	آرام
۸۶	۱۴	مقصو	مقصود	۳۳	۱۹ و ۲۱	تو تو	تو	۹۶	۶	ہی چاہئے	کو بھی چاہئے	״	۱۸	ایسی	ایسے
۸۶	۱۵	واللّٰہ	وللّٰہ	۳۷	۱۶	عام	عوام	۱۰۵	۱۲	نسر	انپیر	۱۳۹	۷	ہتیار	ہتھیار
۸۶	۱۵	الاقوام	الاقوم	۳۹	۷	بجبر	بجز	۱۰۷	۱	چندکا	چند کو	۱۴۰	۸	دارہی	داڑھی
۸۷	۹	فریب	قریب	۴۰	۷	انہون نے	انہون نے کہا	۱۰۹	۲	مشغولی	مشغولی سے	۱۴۵	۱۳	گاڈ	گارڈ
۸۸	۱۹	منظو	منظور	۴۱	۶	جدت	حدت	۱۱۰	۵	مذاکراہ	مذاکرہ	۱۴۶	۲	نہ ہوا	نہ ہو
۹۵	۱۹	خفرت	حضرت	۴۱	۷	غی	غبی	۱۱۰	۵	کرمین کرمین	کرمین	״	۱۱	ذہن میں ہو	ذہن میں ہین
جمیل الکلام				۴۱	۱۳	انبیٹہ	انبہٹہ	۱۱۱	۱۱	ہنیں سکے	نہیں سکتے	۱۴۷	۱	اکرام	واکرام
۱	۱۳	سپرنڈنٹ	سپرنٹنڈنٹ	۴۳	۱	ایک قسم	ایک قسم کی	۱۱۳	۲۲	وتا	ہوتا	۱۵۲	۱۳	ملدسر	مدرسۂ

نوٹ: ص ۹ [illegible]

ارمغانِ جاودان

۱۳۵۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ حبیبہ الکریم ط

یوں تو ہر سفر کی کوئی غرض وغایت ضرور ہوتی ہے، لیکن اصل سفر تو اہل اللہ کا سفر ہے، جو اگرچہ بظاہر کسی دُنیوی ضرورت ہی سے کیا جائے مگر جہاں اُنکے بابرکت قدم جاتے ہیں بغیر اُنکے اہتمام یا ارادے کے، خدا کی رحمتیں ساتھ ہوتی ہیں، انوارِ الٰہی کا ظہور ہوتا ہے، فیوض وبرکات نمایاں ہوتے ہیں، رُشد وہدایت کی شمعیں روشن ہوجاتی ہیں، حقایق ومعارف کی بارش ہونے لگتی ہے، اور ہر تشنہ کام معرفت کو اُس کی استعداد وطلب کے موافق اُس خزانۂ معرفت سے کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ملجاتا ہے۔

ابھی زیادہ زمانہ نہیں گزرا، اب بھی دیکھنے والے بکثرت موجود ہیں۔ اب سے پندرہ برس یا کچھ کم وبیش پہلے، بزرگانِ دین کی کافی تعداد موجود تھی، مشایخ کرام کی برکتوں سے ہندوستان خصوصیت کے ساتھ فائز المرام ہو رہا تھا، علماء وفضلاء کے اثرات پورے طور پر پھیلے ہوئے تھے، کفر وضلالت کی قوتیں دبی ہوئی تھیں، لیکن اب وہ دَور نہیں رہا، زمانے نے کروٹیں بدلیں، خیالات نے پلٹا کھایا، اور وہی دینِ مُبین جس کے احکام آفتاب سے زیادہ درخشان اور تابان نظر آتے تھے آج دھندلے نظر آرہے ہیں، اولیاء اللہ نے دنیا سے پردہ کرلیا، خدا کے خاص برگزیدہ اور مقبول بندوں نے اس جہانِ فانی کو چھوڑ دیا، مسجدیں خالی، خانقاہیں سُونی، حجرے ویران، آج اگر ڈھونڈا جائے تو بمشکل چند ایسے مقدس نفوس مل سکیں گے جن کا ہر لمحہ خدا کی رضا کے واسطے صرف ہوتا ہو، اور جنکی ہر ساعت خدمتِ دین کے لیئے وقف ہو۔

میری انھیں آنکھوں نے بہت کچھ دیکھا، بڑی بڑی مقدس ہستیوں کی زیارت کی، اور آج بھی نظریں

اُن بابرکت مناظر اور اُن بافیض ہستیوں کو ڈھونڈ رہی ہیں، اب تو جدھر نگاہیں اُٹھتی ہیں ویرانی، بے اثری اور آزادی دکھائی دیتی ہے، دین سے بے پروائی، کم توجہی بلکہ بیزاری ہر طرف موجود ہے، دلوں میں مذہب کی وہ عزت اور وہ وقار جو پہلے تھا آج نہیں، نہ وہ اہتمام نہ وہ انہماک، بے شرمی، بے حیائی، بے غیرتی، بے باکی ہر سمت پھیلی ہوئی ہے، کشتی بھنور میں ہے۔ اور ناخدا ملتا نہیں۔ لیکن خداوندی وعدوں پر یقین رکھنے والا مسلم گھبراتا نہیں، لا تقنطوا من رحمة الله۔ کی امید افزا آیت اُسکو یاد آجاتی ہے، ایک غیبی آواز سُنتا ہے، گھبرا نہیں۔ ناخدا موجود ہے اُس کا دامن تھام، اُس کا وسیلہ حاصل کر، ناگہاں ضلع مظفرنگر کا مشہور قصبہ تھانہ بھون۔ اپنی مکمل تابشیں دکھاتا ہوا نظر پڑتا ہے، اور خانقاہِ امدادیہ اپنے تمام جلووں اور انوار وبرکات کے ساتھ نمودار ہوجاتی ہے، اور اس میں وہ ناخدا جس کی طرف اشارہ کیا گیا تھا دستگیری کے لیئے آمادہ و مستعد پایا جاتا ہے، آفتاب کی طرح منور چہرے پر رعب سطوت، اور جلالات وجبروت جلوہ فگن آنکھیں حقیقت و معرفت کے انوار سے بینا بار، نظریں مصروفِ کشش، پیشانی جگمگاتی ہوئی، دماغ میں طاعتِ حق اور خدمتِ خلق کے خیالات مجتمع، دل خدا اور اُسکے حبیب ﷺ کی محبت سے سرشار، سینہ ہیبت وخشیت الٰہی کا خزینہ، رگ رگ میں تجلیات باری کی بجلیاں دوڑتی ہوئی، دستِ مبارک ہر وقت دعا کے لیئے آمادہ، تمام جسم پیکرِ نور بنا ہوا، اسّی اٹھتر سال حیاتِ ظاہری کی منزلیں طے کیئے ہوئے، ارادوں میں کامیابی کے آثار، مقاصد میں تکمیل کی لہر، عزیمت و استقلال جلو میں، قوت ونصرت علمبردار، فضل ورحمت باری سایہ کیئے ہوئے، امدادِ الٰہی کی دیدنی طاقتیں ساتھ ساتھ، اس طرح اور اس شان سے اُس ناخدائے سفینۂ اسلام ملجا و ماوائے انام، محی سنت، حامی شریعت، سالکِ مسالکِ طریقت و معرفت، قامعِ بدعت وضلالت، مصلح القلوب والارواح، صاحب الفلاح والافلاح، مجدد الملت، حکیم الامت، مرشد زمانہ، شیخ یگانہ، مقبول بارگاہِ قادرِ قوی، حضرت مولانا حاجی حافظ قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب فاروقی حنفی تھانوی ادام اللہ برکاتہم وفیوضہم کا جلوۂ زیبا دکھایا جاتا ہے۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم ‎ ‎ کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

مشاہدات

اللہ اللہ یہ مقدر ‎ ‎ حاضر ہوں میں ایسے آستان پر
کاشانۂ فیض جس کو کہئے ‎ ‎ خمخانۂ فیض جس کو کہئے

ہر سمت سے رند آرہے ہیں   قسمت سب آزما رہے ہیں
ہر وقت ہے خاطر و مدارات   میخانہ کھلا ہوا ہے دن رات
انوارِ حقیقت اس میں شامل   اللہ کی رحمت اس میں شامل
جلوہ افروز ذات اس میں   ضوبار ہیں کُل صفات اس میں
ہے طرفہ فضا عجب ہے عالم   مے ہے کہ چھلک رہی ہے ہر دم
ہر لحظہ ہے دور جام عرفان   صبح عرفان ہے شام عرفان
ہر رنگ نیا، نیا سمان ہے   شیشوں میں حیاتِ جاودان ہے
پیمانوں میں روح عجز و ایثار   زہاد سے بڑھ گئے ہیں میخوار
ہر ظرف میں بادۂ شریعت   ہر قطرے میں جلوۂ طریقت
اُبھرے ہوئے سادگی کے جوہر   گردش میں وہی قدیم ساغر
ہے غیرتِ آفتاب ہر جام   مینوش ہیں اور جام پر جام
انگڑائیاں لے رہی ہیں موجیں   صہبا میں یہ نور کی ہیں موجیں
اس مے کو مے طہور کہیے   یا شعلۂ برقِ طور کہیے
اس مے سے ہے مست آج ہر ایک   توحید پرست آج ہر ایک
مستوں کو ہے ذکر و شغل سے کام   کیسا آرام، کس کا آرام
ہر رند یہاں کا پارسا ہے   ذرہ ذرہ خدا نما ہے
تقوے کی چہل پہل یہاں ہے   مقصود فقط عمل یہاں ہے
شہرت کا یہاں وجود مفقود   ذکر نام و نمود، مفقود
دنیا سے جدا یہ سرزمین ہے   کبر و نخوت یہاں نہیں ہے
کوئی بھی نہیں یہاں مقرب   مصروف ہیں اپنے کام میں سب
ہو کر مایوس ہر جگہ سے   آتے ہیں مریض ہر طرح کے
تشخیص کا ہے نیا طریقہ   بے مثل علاج کا طریقہ
ملتی ہے یہاں دلوں کو راحت   پاتا ہے ہر اک مریض صحت

تدبیر نئی دوا نئی ہے — اصلاحِ قلوب ہو رہی ہے
ناز اور نیاز، سب یہاں ہے — کہتے ہیں جسے ادب یہاں ہو
آئین بتائے جا رہے ہیں — آداب سکھائے جا رہے ہیں
ہوتی ہے رضائے حق کی تعلیم — ہر کام بصد اصول و تنظیم
تعلیم میں تربیت ہے شامل — اللہ کی معرفت ہے شامل
تعلیم کا طرز ہی نیا ہے — ہر ایک کی تربیت جدا ہے
بعضوں سے تخاطب و تکلم — اس طرح نوازش و ترحم
بعضوں کو یہی امور ممنوع — ہر شائبۂ غرور ممنوع
تادیب، اصول کے مطابق — تجویز، مزاج کے موافق
لطف اور کرم بھی ساتھ ہی ساتھ — تیار دعا کے واسطے ہاتھ
مجلس کا یہاں، کیا پوچھنا کیا — مجلس ہے کہ فیض کا ہے دریا
انوار کا وہ ہجوم اُس میں — وہ ضو افشاں علوم اُس میں
بٹتا ہے یہاں خدا کا انعام — ملفوظ کی شکل میں ہے الہام
ملفوظ کی شان، اللہ اللہ — پُر کیف بیان، اللہ اللہ
ہر لفظ میں ہیں ہزار نکتے، — ہر نکتے میں، بے شمار نکتے
اُس حسنِ مقال کی کسے تاب — مجلس ہے کہ ہو رہی ہے بیتاب
چھائی ہوئی چار سُو تجلی — اُٹھتے ہی نگاہ، برق چمکی
اب ہوش کہاں، حواس کیسے — صدقے ان ساعتوں کے صدقے
این مجلس فیض بالیقین است — دربار ولی حق ہمین است
اللہ ری بخشش و عنایت — دارین کی بٹ رہی ہے دولت
کہدے کوئی طالبانِ حق سے — بھر لیں، وہ جیب و دامن اپنے
لے لیں، لے لیں، طلب ہو جتنی — ایسی دولت نہ پھر ملے گی
ساقی کا ہے فیضِ جام جاری — ہے دورِ سبو و جام جاری

وہ اُسکی نگاہ، بادہ بردوش　　جو ہے وہ یہاں ہے مست و مدہوش

میخانے کا کل نظام مدہوش　　ساغر مدہوش، جام مدہوش

مَے مست ہوئے کی آرزو مست　　پیمانہ و شیشہ و سُبو مست

ہر جلوہ و جلوہ گاہ مدہوش　　سجادہ و خانقاہ مدہوش

جذبات، کشش، دعا، اثر مست　　نظّارہ و ناظر و نظر مست

گلزار و گُل و بہار مدہوش　　مستی بیخود، خمار مدہوش

بیخود ہر کوہ، محو صحرا　　موجیں مدہوش مست دریا

بیخود افلاک ہیں، زمین مست　　سجدہ مدہوش ہے، جبین مست

مدہوش وجود، دو جہان مست　　کُل کون و مکان ولامکان مست

یہ کس کی نگاہ کا اثر ہے ؟　　ساقی ہے کون، کچھ خبر ہے ؟

وہ بیخود و محو و مست ساقی　　سرشارِ مئے الست ساقی

وہ اشرف اولیائے دوران　　وہ صدر نشینِ بزم عرفان

وہ زینتِ مسندِ شریعت　　وہ ہادیِ منزلِ طریقت

وہ نائبِ خاتم النبیین　　وہ صاحبِ عز و جاہ و تمکین

جامِ وحدت پلانے والا　　بدعات کا وہ مٹانے والا

قانع اللہ کی رضا پر　　خانہ ارشادِ مصطفٰیؐ پر

وہ حامیِ دیں، امینِ سنت　　وہ غوثِ زماں، حکیم امت

وہ کون ؟ مجددِ زمانہ　　وہ کون ؟ محدثِ یگانہ

اللہ اللہ شان کیا ہے　　جس نے یہ کہا ہے سچ کہا ہو

خاصانِ خدا، خدا نباشند　　لیکن ز خدا، جدا نباشند

ہاں ایک نظر ادھر بھی ساقی
کچھ مہر، غلام پر بھی ساقی

اتنا اپنا اُسے بنا لے　　اُس کی ہستی ترے حوالے

میخانے میں جس قدر رہے دے — صدقے ان انکھڑیوں کے صدقے
مُنہ مانگی مراد وصل پائے — محروم نہ تیرے در سے جائے
یہ طالب عزت غلامی — مقبول حسین بلگرامی
در پر تیرے پڑا ہوا ہے — تیرا صدقہ وہ مانگتا ہے
دے دے کچھ بھیک اُسکو دیدے — جاگے، اُس کا نصیب جاگے
گلزار امید میں کھلیں پھول — مقبول ہو عرضِ وصل، مقبول

یہ دور، یہ میکدہ ابد تک
اے تھانہ بھون تجھے مُبارک

خانقاہ امدادیہ، جو پہلے حضرات اقطاب ثلثہ یعنی شیخ المشائخ قطب الاقطاب، غوثِ وقت، حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر مکی سلطان العارفین سراج السالکین حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید تھانوی، اور افضل الفضلا، اکمل الکملا، حضرت مولانا شیخ محمد صاحب محدث تھانوی قدس اللہ اسرارہم و نور اللہ مرقدہم خلفاے سرتاجِ اولیا، شہنشاہ اصفیا، مخدوم العرفا، محترم الاتقیا، حضرت میاں جی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک جگہ مختلف حجروں میں قیام کی وجہ سے دکانِ معرفت کہلاتی تھی، اُسکی وہ متبرک سہ دری اور وہ مخصوص پُرانوار و برکات حجرے جن میں خصوصیت کے ساتھ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ایسی مقدس ترین ہستی رونق افروز تھی، جن میں بڑی بڑی عبادتیں، ریاضتیں اور مجاہدات کئے گئے تھے، آج بھی روز افزوں ترقیوں کے ساتھ گوناگوں تجلیات سے معمور ہیں، خانقاہ شریف کا ذرہ ذرہ آفتاب عالمتاب بنا ہوا ضیا باری کر رہا ہے حقیقت و معرفت کی شمع آج بھی روشن ہے، اور شریعت و طریقت کا ناپیدا کنار سمندر آج بھی یہاں لہریں لے رہا ہے، طالبانِ معرفت آتے، اور سیراب ہو کر چلے جاتے ہیں، شمع کے گرد پروانوں کا ہجوم، ایک عجیب نظارہ ہے، آنے والے کسی وضع قطع کے ہوں، اُن سے بھی کوئی خشکی نہیں برتی جاتی، لیکن زیادہ وقت نہیں گزرنے پاتا وہ بھی اسی رنگ میں رنگ جاتے ہیں، وہ بھی شریعت و طریقت کے دیوانے نظر آتے ہیں اُن کو بھی رضاے خداوندی کی دُھن ہو جاتی ہے، اور وہ بھی عرفان کی منزلوں کو طے کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں، نہ اُن سے کچھ تعرض کیا جاتا ہے، نہ اُن کو بطور خطاب خاص کچھ کہا جاتا ہے۔ صرف ایسی گرامی صحبت کے وہ بابرکت لمحات جو بغیر اثر کئے ہوئے نہیں رہ سکتے، کار فرمائی کرتے ہیں، میر مجلس کا جادو بھرا نظر و

پر اخلاص عمل اور حاضرین کا حسن اعتقاد و ذوق اتباع یہی وہ چیزیں ہیں جو افعال و اعمال کیا طبائع میں انقلاب پیدا کر دیتی ہیں۔ ہر قول میں صدق، ہر عمل میں حقانیت، ظاہر و باطن میں خلوص، نیتیں پاک، ارادے نیک، اور ہر ہر قدم پر صراطِ مستقیم پر چلنے کی خواہش، یہی انداز، اپنا والہ و شیدا بنا لیتے ہیں۔ یہی وہ باتیں ہیں جن پر دنیا مٹی ہوئی ہے۔

جس برگزیدہ ہستی کی ہر ساعت اعلائے کلمۃ الحق میں گزری ہو، جس کا ہر نفس احیائے سنت اور تبلیغِ شریعت میں صرف ہوا ہو جبکی ساڑھے سات سو سے زیادہ تالیفات و تصنیفات سے ایک عالم فیضیاب ہو رہا ہو، اُس کی خدمات کا کیا اندازہ اور شمار ہو سکتا ہے۔ یہی نہیں جس نے اپنی عمرِ گرامی کا بہت بڑا حصہ درس و تدریس کے علاوہ مواعظ و پند و نصائح، ارشاد و ہدایت، اصلاحِ نفوس و قلوب میں گزارا ہو، کیا ایسی مثال آسانی سے مل سکتی ہے۔ جس نے مشرق و مغرب جنوب و شمال ہندوستان کے اطراف و جوانب میں خود جا کر جامِ شریعت اور ساغرِ معرفت سے جانے کتنوں کو متوالا بنایا ہو، ایسے ساقی کی کہیں نظیر پائی جا سکتی ہے جو اس کبرسنی میں بھی تعلیم و تلقین کے لئے ہر وقت مستعد اور مریضانِ معصیت کی مسیحائی کے لئے ہر لحظہ تیار رہے، ایسے عارف، ایسے ہادی، ایسے رہبر، ایسے محسن، ایسے معالج اور ایسے حکیم کا ثانی کہیں مل سکتا ہے ؎

زسر تا ناخنِ پایت سراسر ناز می بینم
کجا حد است حسنت را ہنوز آغاز می بینم

حضرتِ والا کے بیشمار سفروں میں سے پہلا سفر، صفر ۱۳۰۱ھ میں شروع ہوا، اور اخیر سفر غالباً ۱۳۶۲ھ ہجری میں ختم ہوا۔ جن لوگوں نے حضرتِ والا کے سفر کی حالت دیکھی ہے، سفر میں حضرتِ والا کے ساتھ رہے ہیں اُن سے حضرتِ والا کے اصول سفر پوچھئے، آئین و قواعد دریافت کیجئے۔ معمولی سی معمولی باتوں پر یہ خیال کہ کوئی امر خلافِ شریعت نہ ہو اُس کی حالت وہی بتا سکتے ہیں۔ سفر میں حضرتِ اقدس کے فیوض و برکات کی کیفیت دیکھنے والے آج بھی بکثرت موجود ہیں، اُن کے مشاہدات آج بھی شہادت دے سکتے ہیں۔

ایک زمانے میں اس خادم کو بھی خوش قسمتی سے ہردوئی سے لکھنؤ، کانپور سے قنوج، قنوج سے تھانہ بھون، تھانہ بھون سے دہلی، گورکھپور سے لکھنؤ حضرتِ والا کے ہمراہ سفر کرنے اور خدمت میں رہنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے، کچھ نہیں کہہ سکتا، کیا دیکھا، کیا پایا۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو بیان میں آ ہی نہیں سکتیں بس من لم یذق لم یدر کا مصداق ہے ؎

کیا کہوں میں کہ میں نے کیا دیکھا
کیا بتاؤں کہ میں نے کیا پایا

میں نے دیکھا سفینۂ اسلام — میں نے قسمت سے ناخدا پایا
میں نے دیکھا جمال پُر انوار — میں نے آنکھوں کو پُر ضیا پایا
میں نے دیکھا جو دیکھنا تھا مجھ کو — میں نے جو کچھ تھا مدعا پایا

میں نے دیکھا فزوں توقع سے
میں نے امید سے سوا پایا

شوال ۱۳۴۳ھ کے بعد سے حضرت والا نے سخت مجبوریوں، کبر سنی اور ضعف کے باعث، ترکِ سفر کا مصمم عزم فرمالیا اور کسی صورت میں کسی کی درخواست منظور نہیں فرمائی، لیکن پھر بھی اپنی ذاتی ضرورتوں اور اپنی وجہ سے دوسروں کو تکلیف سے بچانے کے لیے چار مرتبہ سفر کی زحمت گوارا کرنا پڑی۔

پہلا سفر غالباً ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ اور دوسرا ۱۰ جمادی الاخری ۱۳۵۴ھ کو سہارنپور تک ہوا، ان دونوں سفروں کی غرض یہ تھی کہ حضرت کے بڑے بھانجے مولوی سعید احمد صاحب مرحوم کی صاحبزادی جو جناب چھوٹی پیرانی صاحبہ مدظلہا کے بطن سے ہیں اور جو اب گویا حضرتِ والا ہی کی صاحبزادی ہیں اور حضرت والا پر ان کے حقوق پدرانہ و بزرگانہ ہیں، مولوی جمیل احمد صاحب مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے منسوب ہیں اُن کو ایک مرتبہ سفر حج کے سلسلے میں سہارنپور تک پہونچانے کے لئے اور دوسری مرتبہ سہارنپور سے لانے کے لیے صرف اُن کی خاطر سے بغایت شفقت و محبت تکلیف گوارا فرمائی۔ یہ دونوں مختصر اتفاقی اور فوری سفر اس طرح شروع اور ختم ہوئے۔ حسب عادتِ گرامی ان سفروں میں بھی رموزِ معرفت، اسرار حقیقت اور نکات طریقت کی گہرباری ہوئی اور خوش قسمتوں نے دامنِ مراد، کامیابی کے موتیوں سے بھر لئے۔ ان دونوں سفروں کے بعد، تیسرا سفر ہوا، جو درحقیقت اہمیت رکھتا ہے۔ حضرت والا کو عرصے سے معدے کی شکایت چلی جاتی تھی جس سے غذا کم ہوگئی تھی، اور جس قدر ہوتی تھی وہ بھی ہضم نہ ہوتی تھی، چونکہ بعض دانت اوپر کے اور بعض نیچے کے ٹوٹ گئے تھے، اس لیے خیال ہوا کہ شاید غذا پورے طور سے چبتی نہ ہو، اور اس وجہ سے ہضم میں فتور ہو کر معدہ خراب ہوگیا ہو۔ دانت بنوانے کا خیال ہوا، حضرت والا کے مخلص خادم ڈاکٹر عزیز احمد جلال الدین صاحب جو اس فن میں مہارت تامہ اور نہایت کمال رکھتے ہیں اور لاہور میں ایک مشہور و تجربہ کار دندان ساز ہیں اُن سے دانت بنوانے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ میرے لیے یہ خدمت باعث سعادت و خوش قسمتی ہے، اور اگرچہ دانت بنانے کے لئے جن آلات اور مشینوں کی ضرورت ہوگی وہ تھوڑی سی وقت سے تھانہ بھون

مین بھی لائی جاسکتی ہین، لیکن اُن مین بجلی سے کام لیا جاتا ہے اور تھانہ بھون مین بجلی ہونے کے باوجود حضور کے یہان بجلی کی فٹنگ نہین ہے نیز لاہور سے تمام سامان کا لانا بھی مشکل ہے اور اگر لایا بھی گیا پھر بھی پورے طور سے کُل ضروریات پوری نہ ہوسکین گی اور وہ سہولتین جو وہان ممکن ہین تھانہ بھون مین بہم نہ ہوسکین گی۔ اگر کسیوقت حضور والا لاہور کا سفر فرمائین تو سب سے بہتر ہوگا دانت بننے کے علاوہ میرے لئے باعث برکت ہوگا۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ حضور کی غیور اور با اصول طبیعت ہی نے یہ گوارا نہین فرمایا کہ اپنے ذاتی کام کے لئے دوسرون کو تکلیف دیجائے، بلکہ یہ طے فرمایا کہ مجھے خود وہان جانا اور کُل خرچ برداشت کرنا چاہیئے۔ یہانتک کہ کھانے کا صرف اور دانتون کی اصل لاگت بھی میرے ہی ذمے ہو، اس خیال کی بنا پر حضور نے وہان تشریف لیجانا منظور فرمایا، لیکن اس خیال و گفتگو کو دو سال ہوگئے، چونکہ ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہے، اور بغیر اُس وقت کے کام کا ہونا غیر ممکن، اب دو سال کے بعد وہ وقت آگیا اور سفر کی تیاریان ہونے لگین۔

۲۹ صفر ۱۳۵۷ھ مطابق ۳۰۔ اپریل ۱۹۳۸ء کو بروز شنبہ صبح کی گاڑی سے بقصد لاہور تھانہ بھون سے سہارنپور کو روانگی ہوئی، یہان سے ہمراہی مین حضرت والا کے بھتیجے جناب مولوی شبیر علی صاحب اور شیخ فاروق احمد صاحب (متوطن لندن) تھے۔ جنہون نے ابھی دو سال ہوئے اسلام قبول کیا۔ جس کی بڑی وجہ منجملہ دیگر کتب تصوف و تذکرہ ہائے اولیائے کرام کے مطالعہ کے جو ترجمہ ہوکر انگریزی مین موجود تھے، حضرت والا کی تصنیفات کا مطالعہ بھی تھا، جنکا ترجمہ انگریزی مین ہوگیا تھا۔ اور اُنکو لندن مین دستیاب ہوسکی تھین۔ شیخ فاروق احمد صاحب کو حضرت والا کی زیارت کا شوق پیدا ہوا، خدا نے ذرائع پیدا کردئے اور وہ ہندوستان آئے اور ریاست بہاولپور مین مقیم ہوئے، وہان سے وہ اپنے دل مین قدیم اسلام کی معاشرت و تمدن، اُسی زمانے کی تعلیم، عمل و تربیت دیکھنے کے جذبات لئے ہوئے تھانہ بھون حاضر ہوئے۔ خیال تھا کہ وہ اپنے وطنی اور قومی لباس مین ملبوس ہون گے، وہین کی وضع و قطع ہوگی، سوٹ بوٹ ہوگا، ہیٹ ہوگی داڑھی صاف اور معاشرت انگریزی ہوگی، لیکن جب اُن کا نورانی چہرہ سامنے آیا۔ اور وہ اپنے مجسمے کے ساتھ نمودار ہوئے تو معلوم ہوتا تھا کہ آسمان خانقاہ امدادیہ کے درخشان ستارے ہین۔ وہی وضع و قطع، وہی لباس جو یہان کا ایک تعلیم یافتہ نئی روشنی والون مین بھی اختیار کرسکتا ہے، سر پر ترکی ٹوپی، بجائے قمیص کے کرتہ، بجائے کوٹ کے

شیروانی بجائے پتلون کے شلوار - اور بجائے بوٹ یا شو کے پنجابی نوکدار جوتہ تھا - داڑھی نکل نکل کر
چہرے کو نورٌ علی نور بنا رہی تھی - ان کے چمکتے اور خوبصورت چہرے کو دیکھکر زیادہ سے زیادہ بہت غور و
فکر کے بعد یہ کہا جا سکتا تھا کہ شاید یہ ترک ہون - اور ہندوستان مین مدت سے رہنے کی وجہ سے ایسا
لباس اختیار کر لیا ہو - مگر ان مین بجز زبان اور لہجے کے کوئی بات ایسی نہین معلوم ہو سکی جس سے یہ
کہا جا سکتا کہ یہ لندن کے باشندے ہین - خانقاہِ امدادیہ کے برکات نے ترکی ٹوپی بھی چھڑا دی اور
بجائے ترکی ٹوپی کے وہ ہندوستانی دو پلی ٹوپی پہننے لگے بجائے معمولی کرتے کے انگوینچا اور ڈھیلا کرتا
پسند آیا، جو شیروانی کا کام بھی دیتا تھا خیال تھا کہ وہ ہندوستانی مکانون بالخصوص مدرسون اور خانقاہون
کے اجابت خانون مین جانا پسند نکرتے ہونگے - انکی عادت کے خلاف ہوگا، اور ان کو تکلیف ہوگی
اس لئے ان کے لئے ایسا مکان تجویز کیا گیا جس مین انگریزی اور ہندوستانی دونون قسم کی معاشرت
کا سامان موجود تھا، لیکن جب وہ آئے تو پہلے ان کو وہ مکان اور پھر خانقاہ کے حجرے اور اجابت خانے
بھی دکھائے گئے، لیکن انھون نے کسی طرح اس مکان مین ٹھہرنا پسند نہین کیا، بلکہ خانقاہ ہی کے
حجرے کو اپنے لئے باعثِ برکت قرار دیا، لیکن مستقل قیام کے خیال سے بعد کو جناب مولوی شبیر علی صاحب
کے مکان کے کمرے مین منتقل ہوگئے، کھانا بالکل ہندوستانی نہ کانٹا نہ چھری، نہ میز، نہ کرسی
وہی زمین یا تخت، وہی چٹائی یا فرش غرض جو ادا تھی خاکساری منکسر مزاجی، نیک منشی اور پاکیزہ
خیالی کا مکمل نمونہ تھی - انکے جذبات کا یہ عالم تھا کہ انھون نے لکھنؤ رہنا صرف اس وجہ سے پسند نہین
کیا، کہ وہان کا تمدن لندن کی طرح پایا، وہی بے پردگی وہی بے باکی، وہی آزادی، وہین سے ملتی جلتی معاشرت،
آخر شیخ فاروق احمد صاحب کو لکھنؤ چھوڑنا پڑا، اور تھانہ بھون ایسے قصبے مین جہان روزمرہ کی ضرورتون کے
کل سامان بھی نہ مل سکتے ہون رہنا منظور کیا - باوجود اردو فارسی اور عربی نہ جاننے کے صرف حضرت
والا کی مجلس گرامی مین حاضری دینے، حضور کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کانون مین پڑنے،
حضور کے رخ انور پر نظر جانے اور باطنی توجہ اور فیوض و برکات کے اثر سے جسقدر ان کو تسکین ہوئی
اور استفادہ حاصل ہوا اس کی کیفیت وہ خود ہی بیان کر سکتے ہین، مجھسے نہ ان کے جذبات کی صحیح
ترجمانی ہو سکتی ہے، اور نہ میرے قلم سے ان کے پر ذوق الفاظ ادا ہو سکتے ہین، ان کے زمانۂ قیام
مین ان کے خیالات، ان کے احساسات، ان کے جذبات اور کیفیات، اور مختلف سوالات کا اظہار

حضرتِ والا سے کیا گیا اور حضرت والا کے جوابات اور ملفوظات کی اُن سے ترجمانی کی گئی اُس سے جو ان کو فوائد حاصل ہوئے اور مفید نتائج مترتب ہوئے، وہ حیطۂ تحریر مین نہین آسکتے تا نہ شیخ فاروق احمد صاحب ہی اسوقت موجود ہین جن سے یہ کام لیا جاتا۔

غرض جناب مولوی شبیر علی صاحب اور شیخ فاروق احمد صاحب حضرت والا کے ہمراہ تھانہ بھون سے سہارنپور روانہ ہوئے اس کا شروع ہی سے انتظام کیا گیا تھا کہ حضور والا کی تشریف آوری کی خبر عام نہ ہونے پائے اسلئے اسٹیشن پر پہونچتے ہی حضرتِ اقدس اپنے بھتیجے حامد علی صاحب اور محمود علی صاحب کے ہمراہ جو اسٹیشن پر استقبال کے لئے موجود تھے مع اپنے دونون ہمراہیو نکے موٹر مین بیٹھکر براہِ راست حامد علی صاحب کے مکان پر تشریف لیگئے، وہان سے محمود علی صاحب کے مکان پر ہوتے ہوئے مدرسہ مظاہر العلوم قدیم مین قدم رنجہ فرمایا۔ حضور والا کا یک بیک بغیر اطلاع وہان پہونچ جانا ایک عجیب حیرت افزا اور سراپا مسرت منظر تھا۔ یکبارگی تمام مدرسہ شوق زیارت مین بیتاب ہوکر حضور کے گرد جمع ہوگیا۔ جس نے سنا وہ والہانہ انداز سے دوڑتا ہوا آیا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی پوشیدہ مقناطیسی کشش کارفرما ہے۔ حضرتِ اقدس کے مجاز طریقت جناب مولوی اسعد اللہ صاحب مدرس مدرسہ مظاہر العلوم کا بیان ہے کہ وفور شوق سے دوڑنے والے حضرات مین معتدبہ حصہ اُن حضرات کا تھا جو حضرت والا کے سیاسی مسلک کے مخالف ہین۔ مگر اُن کا طرزِ عمل بتا رہا تھا کہ وہ حضرت اقدس کی زیارت اور دست بوسی کے اشتیاق واحترام مین کسی مخلص سے پیچھے نہین ہین غرض آناً فاناً مشتاقان زیارت کا اسقدر ہجوم ہوگیا کہ مدرسۂ قدیم کی عمارت ناکافی ثابت ہونے لگی اور یہ حالت تو جب تھی کہ حضرتِ والا کے قدم رنجہ فرمانے کی خبر کو مخفی رکھا گیا تھا۔ پھر تو مجمع اسقدر بڑھ گیا کہ حضرت والا تک پہونچنے کا راستہ ملنا دشوار ہوگیا۔ اور جس کو مجمع سے گزر کر خوش قسمتی سے رسائی ہوتی جاتی تھی اور حضرت والا تک پہونچتا جاتا تھا حضرتِ والا برابر مصافحہ فرماتے جاتے تھے یہان تک کہ بہت دیر ہوگئی اور حضرت والا برابر دست مبارک کو اٹھائے رہے حضرتِ والا کے قریب جو حضرات تھے خصوصاً جناب مولانا حافظ عبداللطیف صاحب ناظم مدرسۂ مظاہر العلوم سہارنپور محسوس فرما رہے تھے کہ حضرت والا کو کتنی دیر ہوگئی ہے کہ برابر ہاتھ اُٹھے ہوئے ہین اور لوگ ہین کہ برابر مصافحہ کرنے کی برکت حاصل کر رہے ہین کوئی چومتا ہے کوئی آنکھون سے لگاتا ہے

جس سے حضرت والا کو یقیناً تکلیف ہو رہی ہے۔ چنانچہ جناب ناظم صاحب ممدوح نے نو وارد صحابہ فرمایا کہ آپ لوگ اب صرف ملاقات و زیارت پر اکتفا کریں۔ مصافحے سے مجمع کو بھی پھاندنا پڑتا ہے اور حضرت والا کو بھی تکلیف ہو رہی ہے، لیکن حضرت والا نے فرمایا کہ نہیں نہیں میری وجہ سے کسی کو منع نہ کیا جائے یہ حضرات میری محبت سے آئے ہیں۔ غرض سلسلہ بند نہوا۔ اور بہت دیر ہو گئی، جناب ناظم صاحب سے حضرت والا کی تکلیف کسی طرح دیکھی نہ گئی اور مصافحہ کرنیوالوں کو روکا۔ حضرت والا مد ظلہ نے ضعف و تکلیف کے باوجود نہایت شفقت سے فرمایا۔ کہ نہیں کسی کو روکا نہ جائے۔ میری محبت ان کو لے آئی ہے اور میں یہاں ملنے ملانے ہی کو تو آیا ہوں۔ عرض کیا گیا کہ حضرت کتنی دیر ہو گئی حضرت والا کو تکلیف ہوتی ہوگی۔ فرمایا کیا احباب سے ملنے میں بھی تکلیف ہوتی ہے یہاں اور کام ہی کیا ہے۔ تھانہ بھون میں تو دوسرے مشاغل ہوتے ہیں اسلئے وہاں انضباط اوقات ضروری ہے ورنہ کوئی بھی کام نہ ہو سکے یہ جو اتنا کام ہو گیا ہے وہ انضباط اوقات ہی کی بدولت ہو گیا ہے اور یہاں مجھے دوستوں سے ملنے ملانے کے سوا کام ہی کیا ہے۔ اس لئے کسی کو روکنا مناسب نہیں۔ اہل مدرسہ کی یہ بھی خواہش تھی کہ آنے والوں کا سلسلہ ختم ہو تو جدید دار الطلبہ جو زیر تعمیر ہے اور اُس کی مسجد میں جو تقریباً مکمل ہو چکی ہے۔ حضرت والا کو لیجا کر دعا کرائی جائے لیکن آنے والوں کا سلسلہ کسی طرح ختم نہ ہوتا تھا اور نہ امید تھی کہ جلد ختم ہوگا۔ سہارنپور سا بڑا شہر جس میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ یہاں کے مسلمان عموماً دیندار اور علماء سے محبت و عقیدت رکھنے والے ہیں۔ ایک محلے سے دوسرے محلے میں اطلاع پہونچی کہ لوگوں نے دوڑنا شروع کیا۔ جو جس حالت میں تھا اُسی طرح روانہ ہو گیا۔ اور یہ معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت والا آج دو بجے دن کی گاڑی سے لاہور تشریف لیجانیوالے ہیں اسلئے لوگوں نے آنے میں اور بھی عجلت کی۔ اب مجمع کی حالت دیکھنے کے قابل تھی۔ بہت سے اصحاب بیٹھے تھے زیادہ تعداد میں مجمع استادہ تھا ایک جماعت پروانہ وار شوقِ دیدار میں سرگرداں تھی۔ مدرسہ کا تقریباً ہر طالبعلم اور ہر ملازم حاضر تھا گویا حضرت والا کے تشریف لانے کی خبر تعطیل کا اعلان تھا خلقت تھی کہ اُمڈی چلی آتی تھی۔ مجمع کو برابر بڑھتے ہوئے اور وقت کی قلت کو دیکھکر اہل مدرسہ کی طرف سے جناب ناظم صاحب نے بیک وقت دو درخواستیں پیش کیں ایک یہ کہ حضرت والا جدید دار الطلبہ اور مسجد کی تعمیر کو ملاحظہ فرمالیں وہاں کی سرزمین کو شرف فرما تا گونا گوں برکات کا باعث ہو گا۔ دوسرے یہ کہ

بجائے دو بجے دن کی گاڑی کے بعد مغرب طوفان میل سے تشریف لیجائیں! اس لئے کہ دو بجے کی گاڑی میں نہایت سخت گرمی ہوگی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ مولوی شبیر علی سے مشورہ کر لیا جائے لیکن اس کا خیال رہے کہ لاہور کے لوگ اسی گاڑی سے انتظار کریں گے اور ان نئی عمارتوں کے دیکھنے کو میرا بھی جی چاہتا ہے۔ چنانچہ اسی حالت میں کہ مصافحے کا سلسلہ جاری تھا۔ حضرتِ والا پاپیادہ تشریف لے چلے اور راستے میں بھی مصافحہ ہوتا رہا۔ ہجوم کی وجہ سے وہاں تک پہونچنے میں بھی کافی دیر ہوگئی۔ اصحاب مدرسہ کے علاوہ حضرت کے ہمراہ جناب مولوی شبیر علی صاحب شیخ فاروق احمد صاحب (متوطن لندن) اور مولوی منفعت علی صاحب ام، ال، لے ایڈوکیٹ، حامد علی صاحب اور دیگر معزز حضرات بھی تھے۔ یہاں بھی ہجوم کی وہی حالت تھی بلکہ زیادہ ترقی پر تھا کیونکہ جسقدر زیادہ خبر ہوتی جاتی تھی اُسی قدر ہجوم بڑھتا جاتا تھا۔ حضرتِ والا دار الطلبہ جدید جب تشریف لیگئے ہیں اُسوقت تک اس کا صدر دروازہ اور اس کے متصل جنوب کی طرف دو حجرے قریب قریب مکمل ہو چکے تھے۔ اور مسجد کی ڈاٹ لگ چکی تھی۔ ان عمارتوں کو ملاحظہ فرما کر حضرتِ والا نے دلی مسرت کا اظہار فرمایا اور محراب مسجد کے سامنے تھوڑی دیر ٹھہر کر مسجد و دار الطلبہ کی تکمیل اور مدرسہ کی ترقی کے لئے دعا فرمائی۔ مسجد کچاکھچ بھری ہوئی تھی اور آنے والے تھے کہ برابر آ رہے تھے جناب مولوی شبیر علی صاحب مع چند مدرسینِ مدرسہ کے مسجد کے شمالی جانب مشورہ کر رہے تھے کہ کونسی گاڑی لاہور جانے کے لئے مناسب ہوگی۔ حضرتِ والا نے جناب مولوی شبیر علی صاحب سے فرمایا کہ بھائی جو رائے طے ہو جائے مجھے اطلاع کر دو۔ اگرچہ اہل مدرسہ کی یہی خواہش تھی کہ کوئی ایسی گاڑی تجویز کی جائے کہ یہاں زیادہ قیام کا موقع مل سکے اور ایسی گاڑی بعدِ مغرب ہی کی ہوسکتی تھی اور اس میں یہ بھی نفع تھا کہ اسوقت گرمی بھی کم ہوگی۔ لیکن چونکہ اس گاڑی میں ہجوم بہت ہوتا ہے دوسرے لاہور پہلی گاڑی سے آنے کی اطلاع دی جا چکی تھی۔ اگرچہ بعض حضرات کی رائے ہوئی کہ تار دیدیا جائے لیکن ایک انتظام کے بعد اس کے تغیر میں منتظمین کو تکلیف ہی ہوتی ہے اسلئے یہی طے ہوا کہ دو بجے دن ہی کی گاڑی سے سفر کیا جائے چنانچہ مولوی شبیر علی صاحب نے حضرتِ والا کو اطلاع کر دی کہ دوپہر ہی کو روانگی ہوگی۔ حضرت والا نے یہ سنکر فرمایا کہ بہتر آرام تسلیم و انقیاد ہی میں ہے۔

دعا ختم ہو چکی تھی۔ وقتِ روانگی کا بھی تعین ہو چکا تھا۔ تھوڑی دیر تعمیر کی تعریف اور اس کے متعلق کچھ باتیں ہوتی رہیں۔ پھر وہاں سے واپسی کا قصد فرمایا۔ اس درمیان میں وہ طلبا اور وہ اصحاب سہارنپور جن کو بعد کو خبر ہوئی زیارت کے لئے پہونچ چکے تھے اور منتظر تھے کہ حضرت والا مسجد سے باہر تشریف لائیں تو مصافحہ کریں۔ مجمع کی زیادتی کو دیکھکر جناب ناظم صاحب کو خیال ہوا کہ باہر آنے میں یقیناً تکلیف ہوگی۔ حضرتِ والا کو تکلیف سے بچانے کیلئے محراب سے لیکر مسجد کے درمیانی دروازے تک حضرت والا کے لئے ایک راستہ بنا لیا۔ اور دونوں طرف اپنے رفقاء کو کھڑا کرکے ہدایت کردی کہ درمیان میں کوئی مصافحہ وغیرہ کے لئے نہ آنے پائے۔ اور خود بھی حضرتِ والا کے قریب قریب رہے لیکن جو لوگ دیر سے مصافحے کے منتظر کھڑے تھے ان سے کب صبر ہو سکتا تھا۔ جبکہ عموماً اس عمل میں غلو سے کام لیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے حضرات نے اس راستے میں حائل ہوکر مصافحہ کیا۔ ناظم صاحب نے لوگوں کو منع کرنا چاہا مگر حضرت نے فرمایا کہ روکئے نہیں جانے دیجئے۔ عرض کیا گیا کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ حضرتِ والا کو تکلیف ہو رہی ہے اور لوگ ہیں کہ نہیں مانتے اور نہ کچھ سنتے ہیں یہ بھی کوئی انسانیت اور تہذیب ہے اس کے بعد ارشاد ہوا کہ دیکھئے جس کے سپرد انتظام ہوتا ہے اُسکو سختی کرنا ہی پڑتی ہے بغیر اسکے کام نہیں چلتا۔ جو لوگ مجھکو سخت کہتے ہیں اب دیکھیں حقیقت میں میں سخت ہوں یا نرم۔ حالانکہ حافظ صاحب بیچارے بہت نرم ہیں لیکن انتظام کے لئے اُن کو سختی کرنا پڑ رہی ہے۔ کوئی اجنبی آدمی اگر دیکھے تو اُس کو تعجب ہوگا کہ جس کی نسبت مشہور ہے کہ بہت سخت ہے کتنا نرم ہے۔ اور جو نرم ہیں وہ سختی کر رہے ہیں بات یہ ہے کہ جبتک میں تھانہ بھون میں ہوں وہاں کے انتظام اور کام کا تعلق مجھسے ہے اگر میں سختی نہ کروں تو کچھ بھی کام نہ کرسکوں اور یہاں ملنا ملانا ہی کام ہے اس لئے سختی کی ضرورت نہیں نرم ہوں اور ناظم صاحب چونکہ یہاں کے منتظم ہیں۔ اسلئے وہ یہاں بہت سخت معلوم ہوتے ہیں غرض کہ مسجد سے نکل کر باہر تشریف لائے تھوڑے ہی فاصلے پر موٹر کھڑی تھی۔ سوار ہوکر حکیم خلیل احمد صاحب کے یہاں ہوتے ہوئے حامد علی صاحب کے مکان پر تشریف لائے جہاں پردے کا انتظام کرکے مردانہ حصہ علیحدہ کرلیا گیا تھا۔ زائرین وہاں بھی پہونچ گئے۔ اس مکان کے قریب ہی ایک بی بی صاحبہ رہتی ہیں حضرت سے بیعت بھی ہیں اُن کی پُرخلوص درخواست پر تھوڑی دیر کیلئے اُن کے مکان کو بھی اعزاز بخشا۔ وہاں سے آکر کچھ دیر زائرین کو زیارت سے مشرف فرمایا۔ مجمع یہاں زیادہ نہیں تھا۔ اسکی وجہ یہ تھی

کہ اکثر لوگ یہ سمجھکر لوٹ گئے تھے کہ زنانہ مکان ہے اس مین باریابی نہین ہو سکتی۔ اب اسٹیشن ہی پر ملاقات ہو سکے گی ان لوٹنے والون کو جو راستے مین ملا اُس کو وہ یہی کہکر لوٹا لائے گئے۔

اب حضرت والا کو زرا سکون ملا۔ تفریح کے طور پر مختلف امور کا تذکرہ رہا۔ مخلصین کے ذوق و شوق ان کے مصافحے اور جناب ناظم صاحب کے حسن انتظام وغیرہ کا ذکر فرماتے رہے۔ مولوی ظہور الحسن صاحب معین المدرسین مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے استفسار پر اس سفر کی ضرورت کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مین تھانہ بھون مین ضروری انتظامات تو سب کر آیا ہون مگر عام اطلاع وہان بھی نہین ہوئی۔ اعزہ مین سے جنکو اطلاع ہو گئی تھی ان مین سے بعض مستورات کل آ گئین۔ کہنے لگین کہ آپ نے پہلے بہت لمبے لمبے سفر کئے ہین لیکن کبھی تشویش نہین ہوتی تھی اور اس سفر سے تو دل بھر بھر آتا ہے۔ اس تذکرے سے حضرتِ والا سے عقیدت و محبت رکھنے والے جو وہاں موجود تھے بےچین ہو گئے۔ اور دل ہی دل مین حضرت کی صحت و عافیت اور بخیریت واپس آنے کی دعائین مانگنے لگے۔ اسی سلسلہ مین فرمایا کہ انشاء اللہ آیندہ جمعہ لاہور سے لوٹ کر تھانہ بھون ہی مین پڑھنے کا ارادہ ہے اس لئے سفر شنبہ کو شروع کیا ہے مولوی ظہور الحسن صاحب نے بیتاب ہو کر ارادہ کر لیا کہ مجھکو بھی حضرت کی معیت مین جانا چاہیئے لیکن تردد یہ تھا کہ کہین حضرت والا کے مصالح کے خلاف نہ ہو اور میزبان پر میرا کوئی بار نہ پڑے کیونکہ عموماً ایسا شخص جو مہمان کے ہمراہیونکو علیحدہ انتظام کی اجازت دیدے کم حوصلہ سمجھا جاتا ہے اول تو ایسکی کم امید ہوتی ہے کہ وہ ایسی اجازت دیدے۔ ایسی حالت مین عموماً میزبان کو تکلیف ہوتی ہے۔ اور حضرت والا اس کا جسقدر اہتمام فرماتے ہین اُس کی کم از کم میرے علم و خیال مین فی زماننا کوئی نظیر نہین مل سکتی۔ مولوی ظہور الحسن صاحب اسی خیال مین تھے کہ حضرت والا کھانا تناول فرمانے کے لئے اندر تشریف لے گئے اس کے بعد کچھ دیر آرام فرمایا اور یہ طے ہوا کہ ایک بجے اسٹیشن پر روانگی ہوگی۔ اور اسٹیشن ہی پر نماز ظہر پڑھی جائے گی۔ اب حاضرین سب اپنے اپنے مکانون پر واپس گئے۔ اور حضرت والا مع اپنے ہمراہیون کے ایک بجے اسٹیشن پر پہونچ گئے اور وہین اسٹیشن کی مسجد مین نماز ادا کی مولوی جمیل الحسن صاحب خلف حافظ علیم صاحب لودھیانوی نے مولوی ظہور الحسن صاحب سے مشورہ لیا کہ مین حضرت والا کے سفر کی اطلاع تار سے اپنے والد صاحب کو لودھیانہ دیدون۔ مولوی صاحب ممدوح نے حضرت والا کی راحت اور مصلحت کو مدنظر رکھتے ہوئے

اُن کواس ارادے سے منع کیا۔ اسٹیشن پر پہونچکر جناب مولوی ولی محمد صاحب بٹالوی (مدرس زیر رخصت مدرسۂ مظاہر العلوم سہارنپور) حال ناظم مدرسۂ محمدیہ رنگون نے اپنے اور مولوی ظہور الحسن صاحب نیز مولوی حافظ سلیمان صاحب ابن داؤد ہاشم صاحب رنگونی طالبعلم مدرسۂ مظاہر العلوم سہارنپور کے ہمراہ جانے کی اجازت حضرت والا سے طلب کی حضرت والا نے ان امور کے متعلق معلوم فرماکر کہ قیام وطعام کا کیا انتظام ہوگا بطیب خاطر اجازت عطا فرمادی اور اس طرح ہمراہیوں میں حضرت والا کے بھتیجے یعنے جناب مولوی شبیر علی صاحب کے بھائی حامد علی صاحب اور ان ہرسہ حضرات مذکورۂ بالا کا اور اضافہ ہوا۔

اسٹیشن پر بہت کافی ہجوم ہوگیا تھا۔ منجملہ اور حضرات کے اتفاق سے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے جناب ننھو میاں صاحب بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت والا کو جیسے ہی علم ہوا فوراً بلالیا۔ گاڑی میں بیٹھے ہوئے کچھ دیر تک اُن سے گفتگو فرماتے رہے۔ مولوی فیض الحسن صاحب رئیس سہارنپور نے اپنے جوش عقیدت میں برف اور صراحی نیز شربت کے لئے خاص قسم کے بنے ہوئے اوٹے پیش کئے۔ حضرت والا نے اُن کی محبت سے متاثر ہوکر اظہار مسرت فرمایا اور گاڑی دو بجے دن کے سہارنپور سے روانہ ہوگئی۔

اب حضرت والا کے رفقاے سفر کی تعداد چھ ہوگئی تھی یعنے (۱) جناب مولوی شبیر علی صاحب (۲) شیخ فاروق احمد صاحب (۳) حامد علی صاحب (۴) مولوی ظہور الحسن صاحب (۵) مولوی ولی محمد صاحب بٹالوی (۶) مولوی حافظ سلیمان صاحب رنگونی۔ ہمیشہ کے معمول کے مطابق حضرت والا مع اپنے ہمراہیوں کے تیسرے درجہ میں سفر کررہے تھے حضور والا کی برکت سے ایک ایسا ڈبا مل گیا تھا جو گو مختصر تھا مگر آرام دہ، مسافر بھی کم تھے۔ چند ہندو اور ایک مسلمان اور باقی ڈبے میں حضرت والا اور حضرت کے ہمراہی۔ یہ مسافر مراعات سے پیش آتے تھے حسب معمول سفر نماز باجماعت ہوتی تھی۔ لیکن قبلہ کا رخ اور ڈبے کی ساخت کچھ ایسی تھی کہ ساتوں آدمی ایک دفعہ جماعت سے نہیں پڑھ سکتے تھے بلکہ یکے بعد دیگرے دو جماعتیں ہوجاتی تھیں۔

چند مصالح کی بناء پر حضرت والا نے روانگی سے پہلے اہل پنجاب، عوام وخواص سب پر اس سفر کے مخفی رکھنے کا خاص اہتمام فرمالیا تھا، صرف ڈاکٹر عزیز احمد بلالی لوین صاحب کو لاہور اور ان کی وساطت سے جناب مولوی محمد حسن صاحب کو جو حضرت کے مجاز طریقت بھی ہیں اور مدرسۂ نعمانیہ واقع مسجد شیخ خیر الدین امرتسر میں

صدر مدرس کو بھی مطلع کر دیا گیا تھا، اور ساتھ ہی اشاعت و انشا کی بتاکید ممانعت فرما دیگئی تھی مگر عادۃ اللہ یونہین جاری ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ جن اولیاء اللہ کے سپرد خلق کی خدمت فرما دیتے ہین اور جنکی زیارت کے انوار سے ہزارون دلون کو منور اور جن کے دریائے فیض سے ہر جگہ نہرین جاری فرما کر اطرافِ عالم کو سیراب فرمانا چاہتے ہین اُن کی نقل و حرکت کو اپنی مرضیِ خاص کے ماتحت رکھکر عجب و شہرت پسندی سے محفوظ رکھتے ہوئے غیبی طور پر اظہار فرما دیتے ہین۔ کیونکہ ایسے اولیاء اللہ کا وجود باوجود خلق خدا کے لئے باعث برکت اور سراپا رحمت ہوتا ہے اور ارحم الراحمین کسی طرح خلقت کو اپنی رحمتون سے محروم رکھنا نہین چاہتے۔ چنانچہ حضرت والا اخفائے سفر کا اہتمام فراتے ہوئے مع اپنے رفقاء کے جب سہارنپور سے روانہ ہوئے تو باوجود مولوی ظہور الحسن صاحب کے روکنے کے مولوی جمیل الحسن صاحب طالبعلم نے جن کا ذکر اوپر آچکا ہے اپنے والد ماجد حافظ عنایت علی صاحب کو لودھیانہ تار دیدیا کہ حضرت والا اس گاڑی سے لاہور تشریف لئے جارہے ہین۔

چھ بجے شام کو جب لودھیانہ اسٹیشن پر گاڑی پہونچی تو دیکھا کہ حافظ عنایت علی صاحب مع چند دیگر رفقاء کے گاڑی تلاش کر رہے ہین حتیٰ کہ حضرت والا کے قریب پہونچ گئے اور مشرف بزیارت ہوئے۔ سب کو بہت تعجب ہوا۔ دریافت کرنے پر مولوی جمیل الحسن صاحب کے تار کا حال معلوم ہوا۔ حافظ صاحب نے فرمایا کہ ابھی تار پہونچا ہے چونکہ تار پر پورا اطمینان نہین تھا اس لئے مین نے اس خبر کی اشاعت نہین کی بس چار پانچ آدمی آگئے یہان گاڑی معمول سے زیادہ ٹھری۔ تھوڑی دیر مین دوسرے ڈبون سے نکل نکل کر مسافر آنا شروع ہوئے معلوم ہوا کہ اُن سے کسی ہمدم نے کہدیا۔ کہ حضرتِ والا مدظلہم العالی اس گاڑی سے سفر فرما رہے ہین۔ یہ لوگ سرہند کے عرس سے واپس آرہے تھے۔ حضرتِ والا ہر ایک سے دریافت فرماتے رہے کہ کہان جاؤ گے۔ یہ سب لوگ مختلف مقامات پر جانے والے تھے ان مین دو ایک ایسے بھی نکلے جو خاص لاہور جارہے تھے حضرتِ والا نے ان سے فرمایا کہ دیکھو لاہور مین کسی سے نہ کہنا کہ مین یہان آیا ہون۔ اگر تم نے کہا تو تمھین گناہ ہوگا۔ اس لئے کہ تمھاری اطلاع پر لوگ میرے پاس آئین گے اور ہجوم سے مجھے تکلیف ہوگی۔ اور مسلمان کو تکلیف پہونچانا گناہ ہے۔ وہ بیچارے یہ سنکر متحیر ہوگئے انھون نے ایسا واقعہ غالباً عمر بھر بھی نہ دیکھا ہوگا۔ کیونکہ عموماً پیرون مین یہ عادت ہے کہ جہان جاتے ہین اپنے قیام کی اشاعت کرتے ہین اور جو لوگ شہرت دیتے ہین اُن کے ممنون ہوتے ہین، اور یہان معاملہ بالکل

برعکس تھا۔ ان لوگوں کے ساتھ ہی حضرت والا نے حافظ عنایت علی صاحب سے بھی اخفا کی تاکید فرما دی وہاں سے گاڑی روانہ ہو کر غالباً پونے آٹھ بجے شب کو اسٹیشن جالندھر شہر پر پہونچی۔ مگر چونکہ وہاں اخفاء سفر کا اہتمام کافی طور سے تھا اس لئے کوئی نہ پہونچ سکا حالانکہ شہر جالندھر میں حضرت والا کے رفقاء و متبعین اور خدام کی ایک کافی تعداد موجود ہے بالخصوص حضرت والا کے خاص مجاز طریقت جناب مولانا مفتی خیر محمد صاحب ناظم و صدر مدرس مدرسۂ خیر المدارس کی ذات ستودہ صفات کیوجہ سے رفقاء کی تعداد میں اور اضافہ ہو گیا ہے حضرت والا نے جب اپنے کسی رفیق کو اسٹیشن پر نہیں دیکھا تو اپنے اخفاء سفر کے اہتمام کی کامیابی پر اظہار مسرت فرمایا۔ اب گاڑی جالندھر سے روانہ ہو کر ساڑھے آٹھ بجے شب کے قریب امرتسر اسٹیشن پر پہونچی۔

اس سفر لاہور (پنجاب) سے صرف تین چار دن پہلے جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری کے بھتیجے مولوی محمد عرفان صاحب نے جن کو حضرت والا کے پنجاب تشریف لانے کی خبر تو کیا مطلق گمان بھی نہ تھا، خواب میں دیکھا کہ :۔

> حضرت والا ایبٹ آباد تشریف لئے جارہے ہیں، جس ٹرین پر حضرت والا سوار ہیں، وہ نہایت ہی خوبصورت ہے، اور وہ ڈبہ جس میں بذات خاص حضرت اقدس رونق افروز ہیں حد سے زیادہ آراستہ ہے اُس ڈبے کے باہر بلندی پر ایک بہت ہی خوشنما تختہ لگا ہوا ہے، جس پر جلی قلم سے لکھا ہے کہ صرف مولوی محمد حسن صاحب کو ملاقات کی اجازت ہے اور کسی کو نہیں"

اس خواب کے تین چار دن بعد ہی حضرت والا کے اس سفر سے مولوی محمد عرفان صاحب کو اس خواب کی عینی اور بالمشاہدہ تعبیر مل گئی۔ اور جب حضرت والا سے یہ خواب بیان کیا گیا تو حضرت والا نے ارشاد فرمایا۔ کہ یہ اُن کے خلوص کا نتیجہ ہے۔ اور ایبٹ آباد کا موسم چونکہ نہایت ٹھنڈک اور خوشگوار ہوتا ہے اس لئے ایبٹ آباد کو خواب میں دیکھا۔

غرض جب گاڑی اسٹیشن امرتسر پہونچ گئی اور ابھی رکنے بھی نہ پائی تھی کہ حضرت والا نے فرمایا کہ یہاں مولوی محمد حسن صاحب آتے ہونگے۔ گاڑی تلاش کریں گے کوئی صاحب اُنکو دیکھکر بلالیں، چنانچہ مولوی ظہور الحسن صاحب کو گاڑی سے مولوی محمد حسن صاحب نظر آگئے، مولوی صاحب نے بھی مولوی ظہور الحسن صاحب کو دیکھ لیا، گاڑی نہ رُکنے کی وجہ سے یہ ڈبہ آگے نکل گیا۔ اور مولوی صاحب ممدوح تھوڑی ہی مسافت

قطع کرکے اس ڈبے تک پہونچ گئے جس مین حضرت اقدس رونق افروز تھے۔ ان کی مشتاق نگاہین جمال جہان افروز کی زیارت کو بیتاب ہو رہی تھین، وہ دیوانہ وار حضرت کے ڈبے مین آگئے اور دست بوس ہوئے مولوی محمد حسن صاحب کو چونکہ اخفائے سفر کی تاکید پہونچ چکی تھی اس لئے وہ تنہا تھے۔ صرف ایک اجنبی زیر تربیت رفیق مولوی محمد یوسف صاحب ان کے ہمراہ تھے، جن سے مولوی صاحب موصوف نے ایک ٹوکری جس مین کچھ برف، کچھ پھل، اور چند میٹھے پانی کی بوتلین تھیں لیکر انکو ڈبے کے باہر ہی سے رخصت کر دیا، اور خود حضرت والا کے ساتھ بقصد لاہور روانہ ہو گئے، جناب مولوی محمد حسن صاحب نے اس خیال سے کہ حضرت والا ڈیوڑھے درجے مین ہونگے۔ ڈیوڑھے درجے کا ٹکٹ لے رکھا تھا۔ لیکن حضرت والا اپنے قدیم معمول کے مطابق تیسرے ہی درجے مین تھے۔ مولوی صاحب ممدوح حضرت کے قریب آکر بیٹھ گئے اُن کو جوش مسرت مین یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ یہ تیسرا درجہ ہے جب لاہور گاڑی پہونچی تو اُن کو اس کا علم ہوا۔ اُس وقت حضرت والا نہایت مسرور اور بشاش تھے، اور ہمارے مولوی صاحب اپنے ذوق و شوق مین سرشار و بیخود۔

امرتسر سے لاہور تک ریل مین حضرتِ والا کے ملفوظات کا سلسلہ برابر جاری رہا مولوی صاحب ممدوح کا بیان ہے کہ معلوم ہوتا تھا گویا خانقاہِ امدادیہ تھانہ بھون کی سہ دری ہے، وہی مسند رشد و ہدایت۔ وہی مجمع، وہی اہلِ حاجت، وہی نشست، وہی ہیبت، وہی منظر، اور وہین حضرت والا حسب معمول تقریر فرما رہے ہین۔ تقریر منجملہ اور امور کے اکثر حصہ جناب مولوی محمد حسن صاحب کے شاگرد مولوی فقیر محمد صاحب کی تحریرون، عرضداشتون، ان کے اشکالات ان کے استفسارات، حضرتِ والا کے جوابات، اُنکی طلبِ صادق اُن کا جوش و خروش، اُن کے جذبات کا دلچسپ و مفید تذکرہ تھا۔ اور اسوقت رفقائے سفر کی جو حالت تھی وہ بیان مین نہین آسکتی، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ مذکورۂ بالا تحریرون مین سے چند مفید و کارآمد تحریرین درج کردی جائین، ممکن ہے ان کے مطالعے سے اللہ تبارک و تعالیٰ کسیکو نفع پہونچا دین۔

(۱) ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ کو اُنھون نے اس طرح تحریر کے ذریعے سے عرض کیا کہ:-

بندہ جب ذکر مین مشغول ہوتا ہے، تو طرح طرح کے خیالات آتے ہین، اکثر اپنی غربت و مسکنت کے خیالات آتے ہین، کہ جب یہان سے فارغ ہونگا تو اپنے استاذ المکرم کو عرض کرونگا کہ مجھے کہین ملازمت یا امامت پر مقرر فرما دین، یا کسی ذریعے سے روپیہ مہیا کر دیوین جس سے ... ایسے خیالات پریشان کرتے ہین کبھی بیل خرید کر

زمینداری کرنیکے خیالات آتے ہین ، ہمین ان خیالات کو دور کرتا ہون پر آجاتے ہیں ، پھر اسی کشمکش مین ذکر پورا کرتا ہون ، ایسے خیالات واہیہ کے دفع کرنے کے لئے حضرتِ والا اللہ کوئی تجویز فرمادین اور دعا فرمادین ۔

حضرت والا نے اس پر تحریر فرمایا :۔

کیا ابتک معلوم نہین کہ غیر اختیاری خیالات مضر نہین ، باقی دعا کرتا ہون ۔

(۲) اسپر ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ کو انھون نے پھر عرض کیا :۔

حضرتِ والا کی عبارت (کیا ابتک معلوم نہین کہ غیر اختیاری خیالات مضر نہین ، باقی دعا کرتا ہون) جو کہ عریضۂ سابق مین تحریر فرمائی ہے اس کی برکت اور حضرتِ والا کی دعا کی برکت سے جو خیالاتِ واہیہ ذکر مین اور غیر ذکر مین پریشان کرتے تھے سب رخصت ہوگئے وللہ الحمد ۔ اس وقت حال یہ ہے کہ جس وقت نماز مین کھڑا ہوتا ہون تو دل مین یہ خیال آتا ہے کہ ابھی آواز آنے کو ہے کہ حق تعالےٰ فرماتے ہین کہ او مردود اور نالائق تو میرے سامنے کھڑے ہونے کے قابل نہین ہے ، دُور ہو جا ، اور جب سجدے مین سر رکھتا ہون تو خیال ہوتا ہے کہ فرمان ہونے کو ہے کہ تیرا سر اس قابل نہین کہ میرے قدمون مین رکھا جائے ، اور کبھی خیال ہوتا ہے کہ آسمان سے کڑک بجلی کی مجھ پر گرنے کو ہے ، اس حالت مین دل چاہتا ہے کہ چیخ نکل جائے ، پھر فوراً خیال کرتا ہون کہ حضرت کے طفیل و برکت سے بچ جاؤن بس آنسو جاری ہوتے ہین ، کبھی چیخ مارنے سے یہ خیال مانع ہوتا ہے کہ کہین حضرتِ والا کو تکلیف نہ ہو ، ذکر کے وقت زمین یا پہاڑ وغیرہ جو چیز خیال مین آتی ہے ایک ریگ اور پانی سی معلوم ہوتی ہے ، واللہ اعلم بالصواب ۔ حضرت اس ناکارہ کے لئے دعا فرمائین ۔

حضرت والا نے ارقام فرمایا :۔

ایسے حالات و تغیرات سب اہل طریق کو پیش آتے ہین ، نہ مقصود ہین ، نہ مضر ، کام کئے جاؤ دعا کرتا ہون ۔

(۳) ۴ محرم ۱۳۵۷ھ کو ایک عریضے مین وہ اپنی حالت کا اسطرح اظہار کرتے ہین :۔

احقر بفضلِ ایزدِ متعال و ببرکت دعائے حضرتِ والا اپنے معمولات بدستور اپنے اپنے وقت پر ادا کرتا ہے ، دل چاہتا ہے کہ معمولات مین بوقتِ شوق اضافہ کرلون ۔

جواب :۔ مبارک

آگے دعاے طویل مانگا کرتا تھا، اب دل چاہتا ہے کہ دعاے مختصر مثل رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا کے مانگ کر بجاے دعا کے ذکر کلمہ لا الہ الا اللہ کر لیا کرون مناسب ہے یا نہین۔

جواب:۔

افضل ہے

اس کے علاوہ اور کوئی کیفیت نہین ہے اکثر جی مین آتا ہے کہ کاش مین موجود نہ ہوتا یا کوئی غیر مکلف چیز ہوتا تاکہ بار امانت سے بچ جاتا، کبھی کبھی دعا کرتا ہون، کہ خداے قدوس مجھے مارے، اور خاتمہ ایمان سے ہو جاوے، اگر زیادت مدت حیات ہوئی تو خطرہ ہے کہ کوئی ایسا فعل صادر ہو جاوے جس سے حق سبحانہ وتعالی زیادہ ناراض ہو جاوین، ایسی دعا کرنے مین کوئی حرج ہے یا نہین؟

جواب:۔

اس تکلف خلاف سنت کی ضرورت نہین، خطرہ تو ایک ساعت کا بھی ہے، عمر طویل پر موقوف نہین حفاظت معصیت وخاتمہ بالخیر کی دعا کافی ہے، خواہ عمر قصیر ہو یا طویل۔

حضرتِ والا۔ بندہ گندہ کے لئے دعا فرمادین کہ حق تعالے اپنے بندون مین شامل فرمالین۔

جواب:۔

دعا کرتا ہون

(۴۴) ۱۱ محرم ۱۳۵۶ھ کو ایک خواب کی حالت اس طرح بذریعہ تحریر پیش کی:۔

بندہ نے ایک خواب شب گزشتہ دیکھا ہے، اکثر خواب بھول جاتے ہین، مگر یہ خواب یاد رہا وہ یہ ہے، کہ وکیل عبدالرحمن صاحب پٹنہ والے جو حال مین خانقاہ شریف مین مقیم ہین انھون نے ایک لباس جو اعلی قسم کا سفید ہے اُس مین ایک بنیائن بہت عمدہ اور ایک قمیص بہت سفید، اور طویل پائجامہ اس سے زیادہ گھٹیا سفید دیا ہے مین اُسکو پہن رہا ہون اور خواجہ صاحب اور وکیل صاحب مذکور تشریف فرما ہین، حضرت کا گزر ہوا، اور آپ نے دریافت کر لیا کہ وکیل صاحب نے کپڑے دئے ہین مین نے لئے، اس لینے پر حضرت ناراض ہوگئے، مین نے ناراضگی معلوم کرلی، دوسرے لوگ اس کو نہین جانتے مین معافی چاہنے کو حاضر ہوا، اور معذرت اور زاری کی، حضرت نے معاف کر دیا، مین نے پھر اپنے وطن جانے کا ارادہ کیا، میرے پاس ایک بہت اعلی قسم کا گھوڑا ہے اس پر زین کسا ہوا ہے، اور آگے

میرے ہاتھ میں ہے، پھر خواجہ صاحب نے ایک عمدہ دری دی، اور کوئی مسئلہ مجھے تبلایا، مین نے اُن سے عرض کیا کہ مجھے یاد نہین رہتا، اُنھون نے فرمایا کہ اچھا، یہ مسئلہ بہشتی زیور مین ہے، مین تمکو بہشتی زیور ہدیۃً دیتا ہون، اُنھون نے ایک نسخہ بہشتی زیور مجھے دیا، حضرتِ والا کو معلوم ہو گیا، اسپر حضرتِ والا بہت ناراض ہوئے، اور فرمایا کہ بہشتی زیور اور دری کیون لیا، اسپر بندہ نے بہت عاجزی اور زاری سے معافی طلب کی مگر حضرت نے معاف نہین فرمایا، اور پھر فرمایا کہ جاؤ تمھارے سب اعمال ضبط ہو گئے، تم کو کوئی نفع نہین ہوگا مین بہت رویا اور اُسی رونے کی حالت مین بیدار ہو گیا، اس خواب سے طبع پریشان ہے۔

جواب:۔

اول تو ہم جیسون کے خواب ہی کیا، اور بالفرض اگر خواب ہی ہو تو تعبیر مین بہت سے احتمالات ہو سکتے ہین، پھر پریشانی بے بنیاد، اور ظنی تعبیر پر قناعت ہو، تو اس کے یہ معنی ہو سکتے ہین کہ بجز اپنے مصلح کے کسی سے نفع کی توقع، یا طمع نہ رکھنا چاہیے، ممکن ہے ایسا کوئی وسوسہ ہوا ہو کہ صلحا سے کوئی ظاہری یا باطنی نفع حاصل ہو، ایسے خواب کے بعد استعاذہ و استغفار کافی ہے پھر مضر خواب کا بھی ضرر نہین ہوتا۔

بقیہ حصہ خواب والے خط کی تحریر کا یہ ہے۔

اور رات اور دن اسی مین گزر گئے، باقی عریضہ سابق مین حضرت والا نے فرمایا تھا کہ (اس تکلف خلاف سنت کی ضرورت نہین) اس تنبیہ اور ہدایت سے بندہ نے اس تکلف کو چھوڑ دیا ہے، بوقتِ فرصت دعا خاتمہ و ایمان کی مانگتا ہون حضرت بھی دعا فرمائین۔

جواب:۔

کافی ہے

(۵) ۱۰ محرم ۱۳۵۰ھ کو پھر ایک تحریر پیش کی وہ یہ ہے:۔

حضرت اقدس کی قدر وہ جان سکتا ہے جس پر الم و مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑین اور حضرت والا اُس کو رفع فرما دین بندہ سے پریشانی بالکل رفع ہو گئی۔

جواب:۔ الحمد للہ

اب اس کہنے پر مجبور ہون کہ حضرت والا نے جو تعبیر خواب فرمائی، مدید فرمائی، ایک صاحب سے ظاہری اور ایک صاحب سے باطنی نفع کی توقع و طمع ہو گئی تھی، اب عاجز نے بالکل طمع و توقع دیگر حضرات صالحین سے بجز

ذات اقدس حضرت والا کے قطع کردی ہے۔

جواب:۔ بارک اللہ۔

ویسے دیگر حضرات صالحین سے گونہ محبت رکھتا ہوں۔

جواب:۔ ضروری ہے۔

دیگر حال یہ ہے کہ جب حضرت والا کسی پر توجہ فرماتے ہیں تو بندہ کو بہت خوف طاری ہوتا ہے اور ہمہ تن حضرت حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

جواب:۔ تو خوف بھی رحمت ہوگیا۔

دل میں خیال ہوتا ہے اور دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ حضرت شیخ کے تکدر سے بچا دیں، پھر منجانب حق خیال آتا ہے کہ مت ڈرو تمہیں کوئی کچھ نہیں کہتا۔

جواب:۔ یہ بشارت مبارک ہے۔

جب تلاوت قرآن کرتا ہوں یا حضرت والا نماز میں کلام اللہ پڑھتے ہیں تو مضمون وعید پر خوف آتا ہے تو معاً حضرت والا کی طرف توجہ ہوتی ہے کہ فرماتے ہیں، ڈرو نہیں، یہ مضمون، فساق وکفار کیلئے ہے پھر سکون ہوجاتا ہے۔

جواب:۔ سکون طبعی راحت ہے مگر خوف عقلی یعنی احتمال گو ضعیف ہو ضروری ہے۔

حضرت۔ احقر کیلئے دعا فرمادیں کہ جہنم سے نجات ہو اور جنت میں صلحا کی جوتیوں میں جگہ نصیب ہو،

جواب:۔ انشاء اللہ تعالےٰ ایسا ہی ہوجاوے گا۔

(۶) ۲۴ محرم ۱۳۵۶ھ کو اسی طرح عرض کیا:۔

حضرت والا کی تحریرات قدردانوں کے لئے سونے کے ٹکڑے ہیں بلکہ اس سے بدرجہا بڑھے ہوئے ہیں، جب میں اپنی بداعمالیوں اور سستی پر نظر کرتا ہوں اور ساتھ ہی ساتھ حضرت والا کی علو شان و رحمت اور شفقت کا خیال کرتا ہوں تو پانی پانی ہوجاتا ہوں۔

حضرت والا نے عریضہ سابقہ احقر میں تحریر فرمایا ہے کہ سکون طبعی راحت ہے، مگر خوف عقلی یعنی احتمال گو ضعیف ہو ضروری ہے، اس تحریر بے بہا کی بدولت یہ ہیچمدان گمراہی سے نکل گیا، میں اس سے پہلے نہایت افراط و تفریط میں مبتلا تھا، بحمداللہ تعالےٰ تحریر حضرت والا سے اعتدال ہوگیا ہے، اور صراط مستقیم

آگیا ہون جب اللہ تعالےٰ کے احکام مامور بہ کو ادا کرتا ہون جو کہ محض ایک صورت ہوتی ہے ، جس مین روح روان کا نام ونشان نہین ہوتا تو نہایت خوف زدہ ہوتا ہون کہ تم نے مامور بہ کو جیسا مطالبۂ باری تعالےٰ عزاسمہٗ ہے ادا نہین کیا ، مغفرت کیسے ہوگی ، جبکہ مامور بہ کو پورے طور سے ادا نہین کیا جاتا ، مگر ساتھ ہی پھر خیال آتا ہے کہ مغفرت محض رحمت سے ہوگی عمل سے نہ ہوگی ، پھر خیال ہوتا ہے کہ مورد رحمت باری وہ شخص ہوتا ہی جو کہ مامور بہ کی تعمیل جیسا کہ مطالبہ ہے ادا کرے ، جب وہ تم مین نہین ہے تو رحمت کا امیدوار ہونا سراسر خامی ہے ، پھر سخت خوف ہوتا ہے ۔ حضرت دعا فرمادین کہ حق تعالےٰ اہوال قیامت سے محفوظ فرمادین ۔

جواب :- ماشاء اللہ تعالیٰ سب حالات محمود ہین ۔ اللہ تعالیٰ ترقی واستقامت بخشے ۔

بالکل آخری مضمون کے متعلق لکھتا ہون کہ رحمت بے علت بھی ہوجاتی ہے بس سرکشی نہ ہو ۔

استغفار وانکسار رہے ۔

(۱) یکم صفر المظفر ۱۳۵۰ھ کو اپنی حالت کا اسطرح اظہار کیا :-

اس سے پہلے ذکر بڑے ذوق وشوق سے کرتا تھا ، اور معمولات سے زیادہ ہوجاتا تھا پھر بھی سیری نہین ہوتی تھی مگر اب دو دن سے ذکر کرنے کو جی نہین چاہتا ، بمشکل دل پر بوجھ ڈال کر بہ تکلف معمولات پورے کرتا ہون ۔ ذکر کی طرف رغبت نہین رہی ۔ بلکہ گناہون کی طرف میلان بہت ہوتا ہے ، اس سے پہلے مجلس مبارک مین حضرت جو کلام الٰہی نماز مین پڑھتے ہین سننے مین بہت ذوق ہوتا تھا ، کبھی بطریق محبت اور کبھی بخیال خوف ، مگر اب بالکل حالت سابق نہین رہی دل مردہ ہوگیا ہے ، واللہ اعلم اس بندہ گندہ سے کوئی حضرت والا کو تکلیف پہونچکر تکدر اس کا باعث ہے ۔ جواب :- بالکل وہم باطل ۔

یا کیا وجہ ہے :-

جواب :- یہ حالت قبض کہلاتی ہے ۔ یہ کبھی معاصی کے اثر سے ہوتا ہے اور ایسا کم ہوتا ہے ، مگر احتمال پر استغفار ضروری ہے اور اکثر ملال طبعی یعنی ایک کام کرتے کرتے طبیعت اکتا جاتی ہے یہ نہ محمود ہے نہ مذموم اور یہ از خود رفع ہوجاتا ہے اور کبھی امتحان محبت ہوتا ہے کہ یہ شخص عمل لذت کے لئے کرتا تھا یا ہمارے حکم سے ، اور یہ حالت رفیعہ ہے اس پر صبر وشکر کرنا چاہئے ، یہ ذرا دیر مین مرتفع ہوتا ہے ، مگر ہوجاتا ہے ۔

مین اپنے گناہون سے تو بہ استغفار کرتا ہون ۔

جواب :- یہ ہر حال مین ضروری ہے ۔

حضرتِ والا دعا فرمادیں کہ حق تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرمادیں۔

جواب :۔ دعا کرتا ہوں۔

(۸) ۸ صفر المظفر ۱۳۵۵ھ کو پھر اس طرح عریضہ پیش کیا :۔

حضرتِ والا کی دعا کی برکت سے اب میلان الی المعصیت جو کہ پہلے تھا نہیں رہا۔ وللہ الحمد۔ باقی اب تک ذکر میں لذت و شوق جو پہلے تھا، اس سے عود نہیں کیا، مگر حضرتِ والا کی صحبت کی برکت سے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ لذت و شوق بوجہ غیر اختیاری ہونے کے خود مقصود نہیں ہے، باقی ذکر کرنا جو کہ اختیاری امر ہے وہ بفضلہ تعالیٰ اگرچہ طبیعت پر جبر کرنا پڑے ادا کر لیتا ہوں۔

جواب :۔ الحمد للہ

یہ سب حضرت والا کی دعا کی برکت ہے ورنہ از دستِ ہیچمداں چہ زاید۔

حضرت۔ جب فرشتے نار کے جو کہ یفعلون ما یومرون۔ کا مصداق ہیں خیال ہوتا ہے کہ وہ بہرے ہیں کبھی پکار کرنے والے کی پکار نہیں سنتے، اور جب دوزخ کے عذاب کی چیزیں مثلاً سانپ اور بچھو جو کہ خچر کے برابر ہیں، اور دوزخ کی گہرائی جو کہ چالیس سال کی راہ پتھر گرانے سے ہے، قرآن کریم میں جب جہنم کا لفظ آتا ہے تو یہ سارا نقشہ دوزخ کا پیش ہو جاتا ہے، بلا سوچنے کے تو اسقدر خوف طاری ہوتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ گریہ کے قریب ہو جاتا ہوں، کبھی کبھی یہ حالت ہوتی ہے ایسے وقت میں کیا کروں

جواب :۔ اللہم اغفرلی اللہم ارحمنی کا تکرار کیا جائے اور مغفرت و رحمت کی امید رکھی جائے پھر جہنم سے نجات لوازم مغفرت و رحمت سے ہے۔

(۹) مرقومہ بالا عریضہ کے جواب کے بعد اپنی حالت اس طرح بیان کی :۔

حضرت والا نے جو علاج اور تدبیر برائے ازالۂ خوف مفرط تحریر فرمایا اس سے بحمد اللہ فائدہ حاصل ہو رہا ہے، احقر اس پر عمل کر رہا ہے، اب عرض یہ ہے کہ نماز کی حالت میں جب غلبۂ خوف ہوتا ہے تو اللہم اغفرلی وارحمنی کا تصور باندھتا ہوں۔

جواب :۔ کافی ہے۔

مگر کبھی کبھی یہ لفظ زبان سے بھی ادا کرتا ہوں۔ اسطرح نماز میں خلل تو نہیں۔

جواب :۔ نہیں

دوسری حالت یہ ہے کہ حضرتِ والا کا تصور ذکر مین اور غیر ذکر مین دونون حالتون مین اکثر رہتا ہے، بعض دفعہ تو ایسا ہوتا ہے کہ تنہائی مین حضرت کے تصور مین پاؤن تک نہین پھیلا سکتا بس وہی حالت ہوتی ہے جو مجلس شریف مین ہوتی ہے اس مین کچھ شرعی حرج تو نہین۔

جواب:۔ نہین۔ مگر قصد نہ کیا جائے۔ اور کسی پر ظاہر نہ کیا جائے۔

تیسری حالت یہ ہے کہ حضرتِ والا کا خوف اتنا ہے کہ گویا حق تعالیٰ کا خوف اتنا اپنے اندر نہین پاتا، اگر حضرتِ والا کے مزاج کے خلاف کوئی کام ہو جاوے تو اتنی خشیت ہوتی ہے کہ زمین پھٹ جائے اور اُس مین سما جاؤن اور امرِ حق کی مخالفت سے اتنا خوف نہین ہوتا۔ اس سے ڈرتا ہون کہ گناہ تو نہین۔

جواب:۔ نہین۔ کیونکہ یہ غیر اختیاری ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ غائب کا خوف عقلی ہے اور حاضر کا طبعی۔ اور تفاوت خاصیتون کا ہے۔

(۱۰۱) ۲۶۔ صفر المظفر ۱۳۵۷ھ کو مولوی نقیر محمد صاحب نے ایک طویل عرضداشت پیش کی جس مین چند علمی اشکال پیش کئے اس کا ذکر حضرتِ اقدس نے امرتسر سے لاہور تک کے سفر مین نہایت مبسوط مدلل اور مفید طریقے سے جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری سے فرمایا، یہ عریضہ پڑھنے اور اس کا جواب غور وفکر سے مطالعہ کرنے کے قابل ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

الحمد للہ والمنۃ حضرتِ والا کا ارشاد فرمودہ علاج خوف اور تجویز فرمودہ تدبیر سے خوف کا حال بالکل اعتدال پر آگیا ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ احقر کی اس بات کے جواب مین کہ شیخ سے اتنا خوف جتنا اللہ سے نہین ہے، جو تحریر فرمایا۔ اس سے اسقدر مسرت اور تسلی ہوئی۔ کہ حدِ تحریر سے خارج ہے جزاکم اللہ عنی خیر الجزا

جواب:۔ ھنیئاً لکم العلم

اب حضرتِ والا سے ایک جدید حال عرض کر کے علاج کا خواستگار ہون۔ حضرتِ والا گر دستگیری نفرمائیگے تو یہ احقر ہلاک ہو جائے گا۔ عرض یہ ہے کہ مجھکو ایک جدید وسوسہ پیدا ہو گیا ہے، کہ حدیث شریف مین آتا ہے کہ بندہ جب خوب اعمالِ صالحہ کا پابند ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے محبت ہو جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ جبرئیل کو حکم فرماتے ہین کہ اس میرے بندے سے تم بھی محبت کرو، کیونکہ مین اس سے محبت رکھتا ہون، اور آسمانون سے منادی کردو کہ اہل آسمان اس میرے بندے سے محبت کرین، اور علیٰ ہذا زمین والون سے بھی کمد و حتی یوضع لہ القبول

فی الارض اور کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ چنانچہ اس آیت کی تفسیر مین ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات سیجعل

لہم الرحمٰن ودّا۔ یہ حدیث وارد ہوئی اور حضرت والا کے مصنفہ انیقہ جزاء الاعمال مین بھی ایسا ہی ہے۔ اور دوسری حدیث مین ارشاد ہے۔ من تقرب الی شبراً الحدیث۔ اب دونون حدیثونکو مدنظر رکھتے ہوئے مین جو اپنے کو مقبولین مین نہین پاتا ہون، یعنے جب یہ علامتین موجود نہین پاتا ہون تو وسوسہ ہوتا ہے کہ تیرا کوئی عمل مقبول نہین اور نہ مطابق حدیثین شریفین کے کچھ تو آثار ظاہر ہوتے واذا لیس فلیس بحضرت یہ وسوسہ مجھکو بہت ستا رہا ہے اور تنگ کر رہا ہے اللہ رحم میرے اوپر۔ مین نفس کو جواب دیتا ہون یہ تیرے بس کی بات نہین ہے۔ تیرے اختیار سے خارج ہے تو کیون پریشان ہوتا ہے، مگر اس سے بھی پوری تسلی نہین ہوتی ہے، یہ بھی سمجھتا ہون کہ بندے کو بندگی سے مطلب، تجھے ان باتون کی فکر ہی کیون پڑی، ممکن ہے اللہ تعالےٰ تجھ سے محبت کرتے ہون، اور تجھے اس کی خبر نہو۔ اب حضرت والا اس نحیف زار کے حالِ زار پر رحم فرمائین۔ اور کوئی تدبیر ایسی ارشاد فرمائین کہ یہ خبیث وسوسہ جس سے زائل ہوجائے اور نیز احقر کے لئے دعا فرمائین گے۔

جواب:- حدیث مین یہ لفظ ہے حتی یوضع لہ القبول فی الارض جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ فی نفسہ خاصیت ہے محبوبیت کی لیکن ہر خاصیت کا ظہور مشروط ہوتا ہے شرائط خاصہ سے اور اسمین بڑی شرط یہ ہے کہ وہ اہل ارض خالی الذہن ہون ان مین نہ اسباب عداوت ہون نہ اسباب مودت۔ پھر خود لفظ قبول مرادف نہین محبوبیت کا تو حاصل یہ ہوا کہ ایسے خالی الذہن لوگ اس کے مخالف نہ ہون۔ اور اسکو مردود نہ سمجھین گو محبت نہو اب یہ بات ہر صالح کو نصیب ہو جاتی ہے گو اعلیٰ درجہ کا متقی نہ ہو اور کم مین بھی اس کا تخلف نہین۔ پریشانی بے بنیاد ہے۔

(۱۱) ۱۹ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ کو اس طرح عرض پیرا ہوئے:۔

فی الحال بحمد اللہ معمول بدستور جاری ہے۔ اور کیفیت جدیدہ یہ کہ آجکل حضرت والا کی توجہ کی برکت سے ذکر مین اسقدر لذت اور لطف حاصل ہوتی ہے کہ خارج از بیان ہے، دل یہی چاہتا ہے کہ ہر رگ و ریشہ اور ہر اعضا بلکہ ہر سر مو مین ایک ایک زبان ہو اور ان زبانون سے محبوبِ حقیقی کی یاد اور ذکر نکلا کرے۔ اگرچہ یہ کیفیت وغیرہ مقصود نہین، مگر تاہم محمود ہونے کی حیثیت سے آنحضرت کو اطلاع کردی اللہ تعالےٰ کا اس پر شکر ادا کرتا ہون۔

جواب:- زادکم اللہ تعالےٰ

دوسری حالت یہ کہ فی الحال برخلاف سابق کے (کہ خوفِ جہنم اور رغبت جنت سے رونا آتا تھا)، ابتغاء رضاء مولیٰ مین رونا آتا ہے۔ کہ مالک راضی ہو جاوے۔ مجھ پر اور طلبِ رضا مین دل تڑپتا ہے اور بےچین رہتا ہے۔ اور ہر وقت اُسی دُھن اور اُسی دھیان مین لگا رہتا ہون بلکہ بعض اوقات ایسا خیال مین آتا ہے کہ دوڑ کر حضرت کے قدمون پر گر جاؤن اور یہ عرض کرون کہ حضرت اب مجھے صبر نہین ہوتا ہے ذرا سی رضا اللہ میان کی ملجاوے تو مین بادشاہ ہو جاؤن۔

جواب:۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔

یا سیدی و مرشدی فداک ابی و اُمّی و روحی و مالی مجھے تو حضرت والا اپنے سینۂ مبارک مین کی باطنی دولت مین سے تھوڑی سی عنایت فرمایئے۔ مین نہال ہو جاؤن گا۔ ع۔ یک نظر فرما کہ مستغنی شوم۔ زانبائے جنس الخ

جواب:۔ جو طریق افادہ کا جاری ہے کیا اسکے سوا کوئی دوسرا طریق دولت دینے کا ہے۔

(۱۲) مرقومۂ بالا عریضہ کے بعد یہ عریضہ پیش کیا:۔

بیشک جو طریقہ افادہ کا جاری ہے وہ کافی اور وافی ہے۔ سالک کو منزل تک پہونچانے کے لئے یہی طریقہ ہے۔ احقر کا...... بالکل بیجا اور بے محل ہے۔ احقر کو اس کا اعتراف ہے اور رجوع کرتا ہے۔ احقر پر حضرت والا کی جو کچھ عنایت اور شفقت ہے کیا عرض کرے یہ ناکارہ اس قابل بھی تو نہ تھا کہ خانقاہ مین صالحین کیساتھ آنحضرت کی خدمتِ اقدس مین قیام کرے۔ حضرتِ والا نے قیام کی اجازت صادر فرمایا، اور صرف یہی نہین مزید بران یہ شفقت فرمائی کہ مکاتبت کی اجازت فرمائی، اور ہر طرح سے شفقت اور عنایت کی نظر مجھ ناکارہ پر ہے۔ مین حضرت والا کا کیا شکریہ ادا کرون فانہ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔ بس ہمیشہ دعا کرتا ہون کہ حضرت والا کی ذات بابرکت کو صحت و تندرستی کے ساتھ اللہ تعالیٰ تادیر برسر ما قائم و دائم رکھے اور فیوض باطنی اور ظاہری سے ہم نا ہنجار و نکو مالامال کرے۔ آمین ثم آمین

فی الحال اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب مین قلب مضطرب اور بےچین ہے اور قلب مین حرارت سی محسوس ہونے لگتی ہے اور آنکھون مین اکثر آنسو بھی رہتی ہے۔ سوزش سی ہونے لگتی ہے۔ بس ابتغاء رضاء مولیٰ کا منتظر رہتی ہین۔ اور آج کل تدبیر اور تفکر مصنوعات باریتعالیٰ مین خود بخود استغراق رہتا ہے یہان تک کہ نیند کم ہونے لگی ہے، اور بس حیران ہو کر گویا یہ کہنے لگتا ہون،

چہ باشد آن نگار خود کہ بندد این نگارہا ۔ دل یہی چاہتا ہے کہ بجائے ذکر کے تفکر اور تدبر مصنوعات کرتا رہوں ۔

جواب :۔ تدبر مصنوعات کی مثال جزئی لکھو ۔

احقر کے لئے دعا فرماوین کہ اللہ تعالی کی تھوڑی سی رضا حاصل ہو جاوے ۔

جواب :۔ یہ بے ادبی اور استغناء ہے رضائے کامل مطلوب ہے البتہ اپنے اعمال مین اگر قلت ہو مثلاً کہا جاوے کہ محبت اگر قلیل بھی نصیب ہو جاوے تو غنیمت ہے اسکا مضائقہ نہیں غرض قلت اپنی صفت مین ہو اُن کی صفت مین نہ ہو ۔

(۱۳) اس کے بعد اسطرح تحریر کے ذریعے سے عرض کیا :۔

بندہ نے جو لکھا تھا کہ تھوڑا سا رضا مندی حاصل ہو جا ہے ، یہ بوجہ عدم علم وجہل کے تحریر مین آیا تھا الحمد للہ جناب کے طفیل سے بہت بڑا عظیم الشان سر معلوم ہوا ، اور ایک بڑا قانون معلوم ہو گیا ، جس کے مقابل مین ہفت اقلیم کی بادشاہت ہیچ ہے ، انشاء اللہ تعالے آئندہ ہر صفت پر غور کرونگا اور اس غلطی سے توبہ کرتا ہون ۔ اللہ تعالے معاف کرین ۔

جواب :۔ ھنیئاً لکم العلم

اور تدبیر مصنوعات کی جزئی مثال یہ ہے کہ جیسے انسان ، اس کی حقیقت کو جب مین سوچتا ہون کہ حق تعالی کی کتنا بڑا قدرت وعلم کمال ہے کہ ایک قطرے سے کیسے پری رو انسان شکل مین پیدا کیا جس کی ہر شئے عجیب ہے ۔ اگر فقط ایک چہرا کو غور فکر کرین تو معلوم ہوتا ہے اس مین کیا کیا قدرت کاملہ ہے ۔ آنکھون کو نور بینائی کی اور کان کو سنائی کی اور ناک کو قوت شامہ کی اور زبان کو بولنے کی توفیق بخشا اور ۔ ہر ایک مین اسقدر خوبیان ہین جو انسان کی قدرت سے باہر ہے ۔ کہ اس کی خوبیان بیان کرے اور ایسے ہی جب ایک شجر عظیم کو فکر کرتا ہون تو اس کی حقیقت ایک چھوٹا سا دانہ ہے جو خدا کی قدرت کاملہ سے اتنا بڑا عظیم الشان شجر ہے ، لاکھون ثمر کے موجود ہے ، اور ایسے ہی آسمان کو بے ستون کسقدر بلندی مین کھڑا کیا ہے مدت گزر گیا کہ ابتک پیوند در کنار پورا بھی نہین ہوا ۔ جیسے پہلے دن تھا ۔ اب بھی وہی ہے ، اور اس بڑا چھت کو ستارون سے مزین ومنور کیا ، جس سے حضرت انسان بھی ہدایت پاتا ہے ، الغرض یہ اشیا مین اکثر اوقات سوچنے کو دل چاہتا ہے ذکر کو چھوڑ کر ۔

جواب:- اگر یہ فکر ذکر کے ساتھ جمع ہو سکے مضائقہ نہین ورنہ ذکر اس فکر سے زیادہ نافع ہے۔

اِس فکر مین خدائے تعالیٰ کے حسن، و جمال، و قدرت کاملہ، و علم و حکمت معلوم ہو کر لطف حاصل ہوتا ہے۔

جناب حضرتِ والا احقر کیلئے دعا فرمائین کہ اللہ تعالیٰ رضائے کاملہ عطا فرمائین۔

(۱۴۱) اس جواب کے بعد یہ عریضہ پیش کیا۔

حضرتِ والا نے تحریر فرمایا تھا جمع بین الذکر والفکر کر سکو تو مضائقہ نہین، ورنہ ذکر انفع ہے فکر سے، مگر احقر کا آجکل حال یہ ہے کہ عین ذکر مین کچھ ایسی محویت اور بیخودی سی ہوتی ہے کہ ماسوائے مذکور کے اسوقت اپنی جان کا ہوش بلکہ اپنی ہستی اور وجود کی خبر تک نہین رہتی ہے۔ بس مذکور ہی باقی رہتا ہے ؎

مرحبا اے عشق شرکت سوز خت ماند الا اللہ باقی جملہ رفت

ہان البتہ دیگر خالی اوقات مین بغیر ذکر کے تفکر کرتا ہون، پیشتر اس سے البتہ جمع بھی کر سکتا تھا لیکن آجکل ذکر کے ساتھ جمع نہین کر سکتا ہون۔ اس مین جو کچھ کہ حضرت والا کا ارشاد ہوگا بجان دل تعمیل کر دون گا۔

جواب:- اب فکر کی مستقلاً ضرورت نہین صرف استدلال علی الصانع کے لئے فکر فی المصنوع مطلوب ہے۔ ورنہ اصل مقصود ذکر ہی ہے۔

آجکل حال یہ ہے کہ عظمت شان باریِ تعالیٰ کا تصور رہتا ہے، چنانچہ نماز کی حالت مین یہ تصور بندھ جاتا ہے کہ ماقدروا اللہ حق قدرہ اور عظمت سے دل گھبرا کر کانپ جاتا ہے اور یہ خیال ہوتا ہے کہ ایسی عظمت والی ذات کی مخالفت مین عمر صرف کی اور ہمارے جو نیک اعمال ہین وہ بھی ان کی شانِ عظمت کے لائق نہین، بلکہ جو مطلوب علی وجہ الکمال ہے اس کے بھی عشر عشیر نہین ہے، بس اسوقت خوف طاری ہو جاتا ہے، اسوقت رحمت کی طرف ذہن منتقل نہین ہوتا ہے، ایسے وقت مین رونا آجاتا ہے ایسی حالت مین حضرت مرشدی و مولائی دستگیری فرمایئے اور میری رہنمائی فرمایئے۔

جواب:- اسمین کوئی چیز قابل تغیر نہین۔

مجھکو سب سے بڑا غم یہ ہے جو کہ اکثر اوقات اللہ تعالےٰ سے بھی مانگتا ہون کہ یا اللہ میرے پیر و مرشد مدظلہ العالی مجھسے ناراض نہون۔

جواب:- بس دعا کے بعد غم کو دور کر دیا جاوے۔

اور احقر کیلئے فلاحِ دارین کی دعا فرمادین۔

جواب:۔ دل سے۔

یہ چند تحریرین مین نے ایک ایسے طالب کی درج کردین جو سر حلقۂ آزادو کار رہنے والا ہے، علم دین کی تکمیل کرچکا ہے، غریب ہے بے بضاعت ہے نوجوان اور غیر شادی شدہ، سوائے خدائے کریم و کارساز کے سہارے کے اور کوئی ظاہری سہارا نہین رکھتا، لیکن اُس کے سینے مین محبتِ خداوندی کی آگ سلگتی ہے، رگ رگ مین بجلیان دوڑتی ہین وہ بیتاب و بیقرار ہوتا ہے اتنی دور سے تھانہ بھون حاضر ہوتا ہے، شروع شروع مین مخاطبت و مکاتبت کی اجازت نہین ملتی ہے صرف مجلس مین بیٹھنے، حضرت والا کے ملفوظات اور فیوض و برکات سے اپنی طلب کے موافق فائدہ حاصل کرنیکی اجازت ملتی ہے، اس تعلیم کو آٹھ سال گزرتے ہین ہر سال رمضان مین یا سال مین دو ایک بار تھانہ بھون کی حاضری ہوتی ہے، اتنا سہارا پاکر طلبِ صادق اپنا رنگ دکھاتی ہے، اور وہ آگ جو طالب کے سینے مین سُلگ رہی تھی بھڑک اٹھتی ہے، وہ بیتاب ہوکر چیخنے، رونے اور چلّانے لگتا ہے۔ رفتہ رفتہ نظرِ مسیحائی اٹھتی ہے اور جو کام ایک مدت دراز مین ہوتا ایک نظر مین ہوجاتا ہے، پنجشنبہ ۸ شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ کو شرفِ بیعت سے سرفراز کیا جاتا ہے، اُس کے بعد اُس کو دوشنبہ ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ سے مستقل طور پر قیام کرنے کی اجازت ملجاتی ہے، مکاتبت کا بھی حکم ہوتا ہے، وہ اپنی مشکلات پیش کرتا ہے، اپنی دشواریان ظاہر کرتا ہے، اور اپنی کل کیفیت سامنے رکھدیتا ہے۔ اُس کی دستگیری کیجاتی ہے، اس کی رہنمائی ہوتی ہے، اس کو گمراہی سے بچایا جاتا ہے، اور اُس منزل سے جہان بڑے بڑون کے قدم ڈگمگا گئے ہین صرف آٹھ مہینے مین پار کردیا جاتا ہے، اب وہ سوزش رفتہ رفتہ کم ہوجاتی ہے، اُس کے سینے سے اب انوارِ الٰہی کے جلوے نظر آتے ہین، وہ ہر طرف خدا کی رحمتون کے ہجوم دیکھتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بے بہا دولت پاجاتا ہے۔ وہ تھانہ بھون سے حضرت والا کو زمانۂ قیام لکھنؤ مین جس کا ذکر آگے آئیگا ایک عریضہ دریافتِ خیریتِ مزاج وغیرہ کیلئے لکھتا ہے، اُس کے معروضات کے جوابات کے ساتھ ساتھ اُس کو خلعتِ خاص سے یون نوازا جاتا ہے۔ اور وہ آج یکشنبہ ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۹۳۸ء کو ہزارون برکتون اور بے شمار دعاؤن کو لئے ہوئے اپنے مکان کو روانہ ہوجاتا ہے۔

اس مبارک جواب کی نقل درج ذیل ہے ملاحظہ ہو:۔

اطلاع ضروری

خود بخود قلب مین وارد ہوا کہ مین تمکو تلقین وبیعت دونون کی اجازت دیدون چنانچہ توکلاً علی اللہ تعالیٰ اجازت دیتا ہون اگر کوئی طالبِ حق درخواست کرے انکار نکرین اور اپنے خاص دوستونکو اس کی اطلاع کردین - اور مجکو اپنا پتہ جس سے ڈاک پہونچ سکے لکھنہ بھیجین - مین اپنی یادداشت مین اسکو درج کردون گا - فقط اشرف علی

اس پر اکتفا نہین فرمائی بلکہ جناب مولوی شبیر علی صاحب کے ذریعہ سے دوسری اطلاع ارسال فرمائی اور تحریر فرمایا کہ (یہ پرچہ مولوی فقیر محمد سرحدی کو دیدیا جاوے اگر موجود ہون ورنہ تلف کردیا جاوے) وھو ہذا - از اشرف علی مشفقم مولوی فقیر محمد سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ - بیساختہ میرے قلب مین وارد ہوتا ہے کہ تم کو بیعت اور تلقین کی اجازت توکلاً علی اللہ تعالیٰ دیدون ، اور دعا کرتا ہون کہ اللہ تعالیٰ تم سے نفع پہونچاوے ، سو اگر تم سے کوئی طالب بیعت اور تلقین کی درخواست کرے تو تم انکار نہ کرنا انشاءاللہ تعالیٰ جانبین مین برکت ہوگی اور اپنے خاص خیرخواہونکو اس اجازت کی اطلاع کردینا اور اپنا پتا جس سے ڈاک مین خط پہونچ سکے لکھکر میرے پاس بھیجدینا مین اہل اجازت کے پتے اپنے پاس منضبط رکھتا ہون اور موقع پر شائع کردیتا ہون - والسلام از لکھنؤ امین آباد پارک نمبر ۳۷ معرفت شیخ محمد حسن صاحب باقی خیریت ہے الحمد للہ صحت ہوگئی ، صرف ضعف کسیقدر ہے اللہ تعالیٰ دوستون سے جلد ملاوے - ۹ رجب ۵۰ھ -

ان شفقتون ، ان نوازشون اور ان توجہات کا تذکرہ ایسا نہین جو کبھی ختم ہوسکے ، اگر خدا نے توفیق دی اور اُس کی مدد شاملِ حال رہی تو اپنے دل کے ارمان نکالون گا ، اور حضرتِ والا کے وہ اذکار وہ ارشادات وہ فیوض وبرکات جو ابھی تک صفحۂ کاغذ پر نہین آسکے اہلِ عالم کے سامنے پیش کردون گا ، وہ نکات ، وہ رموز وہ اسرار جن سے ابتک دنیا آگاہ نہین ہر ایک پر ظاہر کردون گا ، وہ کلماتِ طیبات اور وہ مقالاتِ متبرکہ جن کو منکر عرفا کو حیرت اطبا کو تحیر اور محققین کو تعجب ہو شائع کردون گا ، اللہ تبارک وتعالیٰ میرے ارادون میرے مقاصد اور میری تمناؤن کو پورا فرمائین - (آمین)

آمدم برسر مطلب

غرض امرتسر سے لاہور تک مولوی فقیر محمد صاحب کے تذکرے کے علاوہ برابر علومِ ظاہری وباطنی کے ملفوظات کا سلسلہ جاری رہا اور سلسل حقیقت ومعرفت کا مینہ برسا کیا یہان تک کہ گیارہ بجے شب کے

گاڑی لاہور اسٹیشن پر پہونچ گئی، ڈاکٹر عزیز احمد جلال الدین صاحب کے بڑے صاجزادے ڈاکٹر بشیر احمد صاحب اور چھوٹے صاجزادے حافظ سعید احمد صاحب پلیٹ فارم پر موجود تھے، معلوم ہوا کہ ڈاکٹر عزیز احمد جلال الدین صاحب رفعِ حاجت کیلئے تشریف لے گئے ہیں اور ابھی آتے ہیں، حضرتِ والا اور تمام رفقاء گاڑی سے اتر کر پلیٹ فارم پر تشریف لے آئے اور بنچ پر بیٹھ گئے، سامان جلدی جلدی اتار کر ایک جگہ اکٹھا کیا گیا اعداد شمار کئے گئے، اتنے میں ڈاکٹر صاحب بھی آ گئے حضرتِ والا نے (مزاحاً) فرمایا کہ آج تک تو یہ سنا تھا کہ خوف سے رفعِ حاجت کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن لاہور آکر معلوم ہوا کہ ازدیادِ شوق میں بھی ایسا ہو جاتا ہے، حضرتِ والا کی زیارت سے جو ڈاکٹر عزیز احمد جلال الدین صاحب کے انبساط کی حالت تھی وہ بیان نہیں ہو سکتی، ڈاکٹر صاحب کے آتے ہی سامان باہر لایا گیا، موٹر ڈاکٹر صاحب لائے تھے اس پر حضرتِ والا جناب مولوی شبیر علی صاحب، جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری، اور حامد علی صاحب سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ مولوی ولی محمد صاحب براہِ راست اپنی ہمشیرہ کے یہاں چلے گئے اور مولوی ظہور الحسن صاحب شیخ محمد فاروق صاحب (متوطن لندن) مولوی حافظ سلیمان صاحب رنگونی اور ڈاکٹر صاحب کے بڑے صاجزادے ڈاکٹر بشیر احمد صاحب دو تانگوں پر سوار ہو گئے، اور اپنے ساتھ کل سامان بھی تانگوں میں رکھ لیا۔

حضرتِ والا کا موٹر پہلے ہی ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی پر پہونچ گیا، اور تانگے بعد کو پہونچے، اتفاق سے اس وقت ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی پر ڈاکٹر صاحب کے ایک دوست مولوی عبداللہ صاحب موجود تھے۔ اُن کو جب حضرتِ والا کی تشریف آوری کا علم ہوا، تو حصولِ نیاز کی اجازت طلب کی، حضرتِ والا نے فرمایا کہ یہ سفر صرف معالجے کی غرض سے کیا گیا ہے، ملاقات کیلئے نہیں، ہاں روانگی سے ایکدن پہلے ملاقات کی عام اجازت ہو جائے گی، اُسوقت آپ اگر چاہیں گے ملاقات ہو سکے گی، لیکن اس کے بعد اُنکے شوق کی کیفیت کو دیکھ کر اتنی اجازت عطا فرمادی کہ جب میں تفریح کو جایا کروں آپ بھی اُسی میدان میں جہاں میں چہل قدمی کے لئے جاتا ہوں پہلے سے پہونچ جایا کریں، لیکن کلام کی اجازت نہیں، جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری کا بیان ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب کہتے تھے کہ مجھے اس سے بہت فائدہ ہوا۔

مئی کے مہینے کا آغاز تھا۔ دن میں گرمی کی شدت ہوتی تھی اور رات کے اول حصے میں بھی وہی حالت تھی لیکن آخرِ شب میں بعض اوقات خنکی ہو جاتی تھی، حضرتِ والا، جناب مولوی شبیر علی صاحب اور حامد علی صاحب کے لئے کوٹھی کے غربی جانب صحن میں پلنگ بچھا دیا گیا تھا، حضرتِ والا کے پلنگ کے کچھ فاصلہ پر جناب مولوی شبیر علی صاحب کا پلنگ تھا، اور دوسری جانب مولوی ظہور الحسن صاحب کا، اور باقی

اصحاب کا علیٰحدہ انتظام تھا، اپنی اپنی جگہ پر سب لوگ آرام سے لیٹ گئے، آخر شب میں حضرتِ والا بیدار ہوئے، مولوی ظہور الحسن صاحب کی آنکھ کھل گئی، استنجے اور وضو سے فراغت حاصل کر کے تہجد کی نماز ادا فرمائی، رات ابھی زیادہ باقی تھی، لیٹ کر تسبیح وغیرہ پڑھتے رہے، اسی اثناء میں مولوی ظہور الحسن صاحب سے دریافت فرمایا کہ آپ صاحبان اپنے کھانے وغیرہ کا کیا انتظام کریں گے۔ مولوی ظہور الحسن صاحب نے عرض کیا کہ ہم لوگ صبح اُٹھتے ہی ڈاکٹر صاحب سے عرض کر دیں گے، کہ آپ اپنا مہمان ہمیں نہ سمجھیں، ہم خود اپنے ایک عزیز کے یہاں جا کر انتظام کر لیں گے۔ فرمایا اسکے قبل کہ ڈاکٹر صاحب کچھ انتظام کریں انکو مطلع کر دینا ضروری ہے۔

یکشنبہ یکم مئی ۱۹۳۸ء

صبح صادق ہوتے ہی اذان کہی گئی، اور کوٹھی کے غربی حصہ میں جماعت ہوئی، نماز کے بعد ہی حضرتِ والا نے مولوی ظہور الحسن صاحب سے فرمایا کہ بھائی ڈاکٹر صاحب سے ابھی سب مسائل طے ہو جانا چاہیے، ڈاکٹر صاحب تشریف رکھتے ہیں، مولوی ظہور الحسن صاحب نے حضرتِ والا کے مواجہہ میں ڈاکٹر صاحب سے اپنے اور مولوی سلیمان صاحب رنگونی کے متعلق یہ کہا، کہ ہم لوگ اپنے کھانے کا انتظام اپنے ایک عزیز کے یہاں بطور خود کر لیں گے، آپ تکلیف نہ فرمائیں، لیکن ڈاکٹر صاحب نے باوجود سعی و سفارش کے کسی طرح منظور نہ کیا، اُس کے بعد علیحدہ بھی اُن سے اصرار کیا گیا، مگر انھوں نے یہ کہکر ٹال دیا کہ آپ لوگ اس معاملے میں زیادہ کاوش نہ کریں، میں خود حضرتِ اقدس سے عرض کر لوں گا، نتیجہ یہ ہوا کہ سبکو ڈاکٹر صاحب ہی کا مہمان رہنا پڑا۔

لاہور میں ابتک مولوی عبداللہ صاحب کے سوا جو اتفاق سے ڈاکٹر صاحب کے مکان پر موجود تھے اور کسی کو حضرتِ والا کی تشریف آوری کی اطلاع نہ تھی، یہاں تک کہ ڈاکٹر صاحب کے گھر والے بھی بالکل لاعلم تھے، کیونکہ ڈاکٹر صاحب نے کوٹھی کو صاف کرنے اور چیزوں کو باقاعدہ رکھدینے کے خیال سے صرف اتنا کہدیا تھا کہ شام کو چند مہمان آنے والے ہیں، یہ اطلاع نہیں کی تھی کہ حضرتِ والا رونق افروز ہونگے اور حضرتِ اقدس کے ساتھ چند رفقاء بھی ہوں گے، حقیقت میں احتیاط کا اقتضاء بھی یہی ہے کہ جس بات کی اشاعت مقصود نہ ہو اس کو اتنا ہی مخفی رکھا جائے، غرض کھٹلے پر بیٹھے بیٹھے حضرت اپنے معمولات تلاوت وغیرہ فرماتے رہے اتنے میں ناشتہ آگیا، ڈاکٹر صاحب حضرتِ والا کی محبت و عقیدت کی کمال سرشاری میں کھانے کے لئے اصرار پر اصرار کرتے تھے، چیزیں متعدد اور پر تکلف تھیں، وہ یہی کہتے جاتے تھے ذرا سا اس میں سے

تناول فرمالیجئے۔ ذرا اِس کو بھی چکھ لیجئے، اور حضرتِ والا بھی اُن کو خوش کرنے کے لئے کبھی اس میں سے اور کبھی اُس میں سے کچھ لے لیتے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد حضرتِ والا نے ڈاکٹر صاحب کو دانتوں کے لئے یاد دلایا، ڈاکٹر صاحب نے کچھ وقفے کے بعد دانت والے کمرے میں بلالیا، دانتوں کا معائنہ کیا، حضرتِ والا نے یہ پہلے ہی فرمادیا تھا، کہ جو دانت موجود ہیں ان کو باقی رکھنا چاہتا ہوں، ڈاکٹر صاحب نے ایک دانت ایسا پایا جس کا طول تو قائم تھا، مگر عمق اور کسیقدر عرض گِھس کر اوپر سے بہت چپٹا اور نیچے سے نوکیلا ہو گیا تھا، جس کا وجود غیر معین ہونے کے علاوہ ناموزوں تھا، اور جدید دانت بنجانے کے بعد تو اور بھی نامناسب ہوجاتا، اسلئے اُس دانت کو بلا اطلاع ہی جناب مولوی شبیر علی صاحب کی موجودگی میں ایسی صفائی سے نکالدیا کہ اُس کے نکلنے کا احساس ہی نہ ہوا، سانس لینے کے بعد حضرتِ والا نے جو آئینے میں دیکھا تو وہ دانت موجود نہ تھا، حیرت سے فرمایا کہ یہاں کا دانت کہاں گیا! ڈاکٹر صاحب نے وہ دانت دکھایا، اور عرض کیا کہ اس کی موجودگی میں جبڑا اس کے مطابق نہیں رہتا، اُس کمرے سے باہر تشریف لانے کے بعد فرمانے لگے کہ خواہش تو میری بھی یہی تھی کہ یہ دانت نکلجائے اس لئے کہ بہت ہی بدنما ہو گیا تھا اور رہتا بھی تھا، لیکن کہنے کو دل نہیں چاہتا تھا، خیر میرے بلا کہے ہی نکل گیا، تھوڑی دیر کے بعد ڈاک آگئی، جوابات لکھکر اُس کو ختم کیا۔ پھر کھانا تناول فرماکر کچھ دیر قیلولہ فرمایا۔ مسجد فاصلے پر تھی۔ اور شارع عام سے راستہ تھا، اندیشہ تھا کہ اگر کسی نے دیکھا تو شہر میں عام اطلاع ہوجائیگی، فرمایا عوام کے ہجوم کی وجہ سے اطمینان، بے تکلفی اور آسانی نہ رہے گی، تھانہ بھون میں آرام کہاں ملتا ہے، یہاں تو چند روز آرام کرلوں، آجکل لوگوں میں تہذیب تو ہے نہیں، اُلٹے سیدھے سوالات شروع کردیتے ہیں، اور خواہ مخواہ جھک جھک ہوتی ہے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ احتیاط کی جائے، بغرض نماز کوٹھی ہی پر باجماعت ادا کی گئی، اور باقی نمازیں بھی جماعت کے ساتھ کوٹھی ہی پر ہوتی رہیں، اور مسافر کو مسجد کی حاضری اور جماعت کی حاضری معاف بھی ہے، حضرتِ والا کے رفقا بھی احتیاط کے خیال سے شہر میں کسی سے ملنے نہیں گئے، اُسی روز نمازِ مغرب کے بعد ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا، کہ تھوڑی دیر تفریح کے لئے تشریف لے چلیں، حضرتِ والا نے خطرہ ظاہر فرمایا کہ مبادا کوئی مل جائے اور خواہ مخواہ شہر میں اشاعت ہو جائے، ڈاکٹر صاحب نے اطمینان دلایا کہ اندھیرے کا وقت ہے۔ یہاں سے موٹر پر چلیں گے، دُور نکل کر میدان میں چہل قدمی فرمالیجئے گا کافی اندھیرا ہوگا کوئی نہ دیکھ سکے گا، چہل قدمی حضورِ والا کا معمول بھی ہے اور صحت کے لئے مفید بھی، غرض پھر

کوٹھی میں رہنے کے بعد کچھ دیر چہل قدمی کر لینا بہت ضروری ہے، تھانہ بھون میں تو مکان سے خانقاہ تک کئی بار آنے جانے میں جو مشی ہو جاتی تھی، وہ بھی تو یہاں نہ ہو سکی، حضرتِ والا باوجود خلافِ احتیاط خیال فرماتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کی دلجوئی کی وجہ سے تیار ہو گئے، اور تفریح کے لئے جانا منظور فرما لیا، موٹر آیا، حضرتِ والا، ڈاکٹر صاحب جناب مولوی شبیر علی صاحب و جناب مولوی محمد حسن صاحب کو لیئے ہوئے تفریح کو تشریف لیگئے، مولوی ظہور الحسن صاحب وغیرہ پیدل ٹہلتے ہوئے چڑیا گھر سے آگے ایک میدان میں پہونچے، سبز گھاس کا مخملیں فرش بچھا ہوا تھا، عجب پُرلطف وقت، ہوا اٹکھیلیاں کرتی ہوئی چل رہی تھی، آسمان پر تاریکی تیزی کے ساتھ اپنا قبضہ کرتی چلی جا رہی تھی، کچھ فاصلے پر بجلی کے چھوٹے چھوٹے بلب جو دو رویہ روشن تھے ایک دلکش منظر پیش کر رہے تھے، ان کی روشنی اس میدان میں اسقدر نہ تھی کہ دور کا آدمی نظر آسکے، یا قریب والا بلا تکلف پہچانا جا سکے جس طرف نظر جاتی تھی آدمی ہی آدمی ٹہلتے نظر آتے تھے، حضرتِ والا بھی اپنے رفقاء کے ساتھ جو موٹر پر گئے تھے چہل قدمی فرما رہے تھے مولوی ظہور الحسن صاحب وغیرہ سے بھی ملاقات ہو گئی، دن بھر کی گرمی کی کلفت اور گزشتہ شب در رات کے سفر کا تکان دور ہو گیا۔

عشاء کے قریب واپسی ہوئی، اول نمازِ عشاء ادا کی گئی، اُس کے بعد کھانا کھایا گیا پھر گزشتہ شب کے نظام کے مطابق سب نے اپنے اپنے بستر بچھائے، حضرتِ والا کو چونکہ زیادہ دیر ٹہلنے سے کچھ تکان محسوس ہو رہا تھا اس لئے جلد نیند آ گئی، پانی کا گھڑا اور لوٹا قریب ہی رکھدیا گیا تھا، حضرتِ والا حسب معمول بیدار ہوئے استنجے اور وضو سے فارغ ہو کر تہجد اور معمولات کا سلسلہ جاری رہا، پھر خنکی کی وجہ سے بستر پر آ کر لیٹ گئے، اور فجر تک وظائف وغیرہ میں مشغول رہے، مولوی ظہور الحسن صاحب بھی حضرتِ والا کے بیدار ہونیکے ساتھ ہی اُٹھ چکے تھے، اب اُن سے اذان کہنے اور سونے والوں کو بیدار کرنے کیلئے ارشاد فرمایا، چنانچہ سب بیدار ہوئے اور نماز فجر عجیب لطف و کیفیت کے ساتھ ادا کی گئی۔

دو شنبہ غرہ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۴ مئی ۱۹۳۴ء

صبح کو ڈاکٹر صاحب نے پھر تفریح کیلئے عرض کیا، موٹر آیا۔ حضرتِ والا سوار ہو گئے، اور خانقاہ حضرت داتا گنج بخش قدس سرہٗ تشریف لے گئے، یہ ایسا وقت تھا کہ زائرین کی کثرت تھی، آپ صاحبِ مزار کے پائینتی کی طرف حسب معمول قدرے پیچھے ہٹے ہوئے ہاتھ چھوڑے کھڑے کھڑے ایصالِ ثواب میں مشغول ہو گئے، حضرتِ والا کے پیچھے ڈاکٹر صاحب تھے، ایک توی ہیکل مجاور نے زوردار اور ھیبتناک آواز سے

پکار کر کہا کہ ہاتھ آگے باندھو، مگر حضرتِ والا کو آواز کی طرف مطلق التفات نہ ہوا، ڈاکٹر صاحب نے مجاور سے نرمی کے ساتھ کہا، کہ اپنے سے چھوٹے یا برابر والے شخص کو سمجھانا چاہئے بڑے کو کچھ نہ کہنا چاہئے، اس پر اُس نے تند لہجے میں آواز دی، اور تیسری مرتبہ آواز کو اور بلند کیا، ڈاکٹر صاحب ہر مرتبہ اُسکو سمجھاتے ہی رہے مگر حضرتِ والا پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا، اور بدستور اُدھر متوجہ رہے بعد فراغت وہاں سے روانہ ہوتے ہوئے فرمایا کہ بہت بڑے شخص ہیں، عجیب پُر رعب ہے، وفات کے بعد سلطنت کر رہے ہیں۔

تقریباً سوا گھنٹے کے بعد تفریح سے واپس تشریف لائے، مولوی ظہور الحسن صاحب اور مولوی سلیمان صاحب شہر میں کسی ضرورت سے گئے تھے وہاں ان اصحاب سے قاری آلِ احمد صاحب اور ان کے خسر حافظ سخاوت علی صاحب مالک یونیک سوڈا واٹر فیکٹری سے ملاقات ہو گئی، انھوں نے بہت کچھ تفتیشِ حال کی، جائے قیام پوچھی، مگر اِن دونوں نے اِدھر اُدھر کی باتوں میں ٹال دیا، واپس آکر بیٹھے ہی تھے اور حضرتِ والا سے شہر جانے کا تذکرہ کر ہی رہے تھے کہ باہر سے اطلاع آئی کہ حافظ سخاوت علی صاحب حاضری کی اجازت چاہتے ہیں، حضرتِ والا نے فرمایا، وہ تو اپنے عزیز ہیں بلالو، مولوی سلیمان بہت گھبرائے کہ کہیں ہم لوگوں پر شبہ نہ ہو جائے، کہ انھوں نے اطلاع کر دی، کہ اتنے میں آدمی نے دوبارہ عرض کیا کہ قاری آلِ احمد صاحب بھی حافظ صاحب کے ہمراہ ہیں، فرمایا کہ اُن کو بھی بلالو، چنانچہ حافظ صاحب اور قاری صاحب بلالئے گئے، حضرتِ والا نے حافظ صاحب سے فرمایا کہ کیسے اطلاع ہوئی؟ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ اسی گاڑی سے حافظ صغیر احمد صاحب مرحوم کا بڑا لڑکا مظفر نگر سے آیا ہے اُس نے بیان کیا کہ مظفر نگر اور سہارنپور میں ریل پر اُس کو معلوم ہوا کہ حضرتِ والا کانگریس اور مسلم لیگ میں صلح کرانے لاہور تشریف لیگئے ہیں، مجھے تشریف آوری کا اجمالی علم تو تھا ہی سمجھ گیا کہ دانت بنوانے کی غرض سے تشریف لائے ہوں گے، باقی جو لوگوں نے سمجھا وہ اُن کا حاشیہ ہے، اور مولوی ظہور الحسن صاحب اور مولوی سلیمان صاحب کی طرف دیکھکر مسکرائے حضرتِ والا نے فرمایا کہ شہرت ہو جانے سے ہجوم کا اندیشہ تھا اس لئے میں یہی چاہتا ہوں کہ عام اطلاع نہ ہو تو اچھا ہے، حافظ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت شہر بھر میں اطلاع ہو چکی ہے، حضرتِ والا کو تعجب ہوا، کہ یہ کیسے؟ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ حافظ صغیر احمد صاحب مرحوم کے صاحبزادے سے معلوم ہونے کے بعد ہی ڈاکخانے کے کلرک سے معلوم ہوا کہ حضرتِ والا لاہور تشریف لائے ہوئے ہیں، تیس چالیس خطوط حضورِ والا کے روزانہ آرہے ہیں، تمام ڈاکخانے میں چرچا ہے، اور یہ کلرک اور بھی کئی جگہ اطلاع کر چکے ہیں، فرمایا بھلا خواہ مخواہ

ان کے کیا ہاتھ آیا، اس سے کیا فائدہ ہوا؟ حافظ صاحب کچھ میٹھے پانی کی بوتلیں بھی ہمراہ لائے تھے تھوڑی دیر کے بعد یہ دونوں حضرات رخصت ہو گئے، حضرتِ والا کچھ دیر کیلئے دانت بنانے کے کمرے میں تشریف لیگئے ڈاکٹر صاحب نے ناپ وغیرہ دیکھا، اتنے میں کھانے کا وقت آگیا، کھانا تناول فرماکر آرام کمرے میں تشریف لیگئے اور کچھ دیر کے لئے مصروفِ استراحت ہوئے، ما زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ ایک آدمی نے ایک پرچہ دکھا کر کہا کہ حافظ احمد علی صاحب نے دریافت کیا ہے کہ جن صاحب کا اس پر نام لکھا ہوا ہے وہ آئے ہیں یا نہیں؟ حضرتِ والا سے عرض کیا گیا، ارشاد ہوا کہ وہ آئے ہوئے ہیں مگر طبیعت میں بشاشت نہ ہونیکی وجہ سے عام ملاقات نہیں ہو سکتی، عام ملاقات روانگی سے ایک روز پہلے ہو سکتی ہے، اتنے میں ڈاک آگئی، حضرتِ والا اٹھ کر ڈاک میں مشغول ہو گئے، اور پھر نمازِ ظہر ادا کی گئی۔

حضرتِ والا کی تشریف آوری کی خبر اسی دن تمام شہر میں بجلی کی طرح دوڑ گئی۔ بعدِ عصر مولانا رسول خان صاحب سابق مدرس دوم دارالعلوم دیوبند، مولوی عبدالحی صاحب کیرانوی، مولوی کریم بخش صاحب پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور بھی پہونچ گئے، مولانا رسول خان صاحب کو ملاقات کے لئے اجازت ہو گئی، باقی حضرات سے عذر کر دیا گیا، اور کہلا دیا کہ عام ملاقات روانگی سے ایک دن پہلے ہو گی، مولوی عبدالحی صاحب نے لوٹ کر تھوڑی دیر بعد اپنی والدہ کا سلام پہونچایا، اس سے حضرتِ والا کو ناگواری اور شکایت ہوئی کہ پہلے سلام نہ پہونچایا، اب پہونچایا، اس کے معنے یہ ہیں کہ تعلقات کا اثر ڈال کر مجھے اجازت دینے پر مجبور کرنا چاہتے ہیں، گویا میرا عذر لغو ہے، یا میری راحت کا احساس نہیں، اگر ایسی ہی محبت ہے تو تھانہ بھون آکر ملیں، میں نے خود ہی رعایت رکھی ہے کہ ایک دن عام ملاقات کیلئے مخصوص کر دیا ہے، یوں اگر میں سب کو اجازت دیدوں تو اچھا خاصہ میلا لگ جائے، میں یہاں اپنی ضرورت کے لئے آیا ہوں، کسی کی طلب پر نہیں آیا، ایک مرتبہ منع کرنے پر قناعت نہیں ہوئی، اب دوبارہ جتانے آئے ہیں۔

اس گفتگو کے بعد دیکھا تو نمازِ مغرب کا وقت آگیا تھا، نمازِ مغرب پڑھی گئی، حافظ سخاوت علی صاحب نماز میں بعد پہونچ گئے تھے، مولانا رسول خان صاحب نے بھی وہیں نماز ادا کی نماز کے بعد حضرتِ والا موٹر پر سوار ہو کر تفریح کے لئے تشریف لیگئے، واپس تشریف لاکر نمازِ عشاء پڑھی پھر کھانا کھایا گیا۔ اور بسترِ استراحت پر تشریف لیگئے، آخر شب میں حسبِ معمول بیدار ہو کر معمولات ادا فرماتے رہے اور اسکے بعد نمازِ فجر کی جماعت ہوئی۔

سہ شنبہ ۲ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء

نمازِ فجر کے بعد ناشتہ کیا، اور موٹر میں جہانگیر کے مقبرہ پر تشریف لے گئے، نور جہاں کے مزار کو دیکھ کر فرمایا اصل یہیں پر چلیے عوام تو اس کی قبر پر کم آتے ہوں گے، نور جہاں کی قبر پر ہوتے ہوئے جہانگیر کے مزار پر تھوڑی دیر ٹھہر کر دوسرے مقامات پر گھومتے رہے، لیکن تکان بہت ہو گیا، درمیان میں ڈاکٹر صاحب سے کئی مرتبہ فرمایا کہ میں اب تھک گیا ہوں اور ہمت نہیں، لیکن ڈاکٹر صاحب اصرار کر کرکے آگے بڑھاتے رہے یہ بھی دیکھ لیجئے، یہ بھی دیکھ لیجئے، فرمایا کہ بھائی لوٹ کر موٹر پر بھی پہونچنا ہے، بالکل ہمت نہیں رہی آخر موٹر پر تشریف لائے، اور سوار ہو کر جس وقت کوٹھی پر پہونچے ہیں فرمانے لگے، آج تو بہت تھک گیا ہوں، خدام کو بھی اعضاء میں خستگی اور چہرے پر تکان کا اثر محسوس ہوا، آرام فرمانے کے لئے عرض کیا گیا، حضرت لیٹ گئے، اور مولوی ظہور الحسن صاحب نیز مولوی سلیمان صاحب بدن دبانے لگے، فرمایا کہ آج ڈاکٹر صاحب نے بہت ہی گھمایا، بدن چور چور ہو گیا ہے، خیال تھا کہ اگر تھوڑی دیر حضرت کو نیند آگئی تو تکان میں کمی ہو جائے گی ابھی پندرہ ہی منٹ گزرے ہوں گے کہ جناب مولوی شبیر علی صاحب ڈاک لیکر آگئے، خیال تھا کہ حضرتِ والا اس وقت ڈاک اٹھا کر رکھ دینگے، اس لئے کہ تکان زیادہ ہے، تھوڑی دیر سونے کے بعد تحریر فرمائیں گے۔ آج ڈاک بھی جلد آگئی تھی، ڈاک نکلنے کا وقت شام کو چھ بجے تھا، اور ابھی دس بھی نہیں بجے تھے، لیکن حضرت والا نے فوراً ہی ڈاک دیکھنا شروع کر دیا، اور اٹھ کر بیٹھ گئے، پھر ایک مرتبہ سرسری طور پر دیکھ کر جوابات لکھنا شروع کر دئے، بدن دبوانا یا آرام کرنا کیسا۔ اللہ اکبر ہمت، یہ خاص عطیۂ خداوندی ہے جو حضور کے لئے مخصوص ہے، واقعی اُمت کی جسقدر خدمت حق تعالےٰ نے حضرتِ والا سے لی ہے وہ اُسکا خاص انعام اور رحمت ہے۔

غرض تھوڑی دیر کے بعد کھانا کھانے کا وقت آگیا، اور پھر کوئی وقت آرام کا نہ مل سکا، شب کو البتہ بدن دبایا جاتا رہا، اُس وقت تک کافی تکان باقی تھا، تمام بدن دکھ رہا تھا، کمرِ مبارک شانے پنڈلیاں اور جہاں جہاں درد تھا حضرتِ والا بتاتے جاتے تھے وقت بہت گزرا۔ آخر نیند آئی اور معمول کے موافق آخر شب کو آنکھ کُھلی معمولات ختم کئے گئے اور فجر کی نماز ادا ہوئی۔

چہار شنبہ ۳ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۲ مئی ۱۹۳۷ء

اب تو حضرتِ والا کی تشریف آوری کی خبر عام ہو گئی، اہلِ شہر اور اوقات کے علاوہ زیادہ تر عصر کے وقت

پر دانشور اور کوٹھی کے گرد گھومتے نظر آتے تھے، لیکن اجازت صرف اُنھیں حضرات کو ہوتی تھی جن سے بے تکلفی تھی، جناب مولوی شبیر علی صاحب کے ہمشیرزادے مولوی قمر الحسن اور جناب مولوی ظفر احمد صاحب کے صاحبزادے مولوی عمر احمد صاحب تھانوی سلمہم بھی لاہور میں مقیم تھے، یہ بھی حضرت والا کی تشریف آوری کی خبر سنتے ہی حاضر ہوئے اور برابر فرصت کے اوقات میں حاضری دیتے رہے،

اسی دن جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری نے حضرت والا سے اجازت طلب کی کہ اگر ارشاد ہو تو مولانا خیر محمد صاحب جالندھری کو تشریف آوری کی اطلاع کر دوں، حضرت اقدس نے سنکر فرمایا کہ میں کیوں مناعاً للخیر بنوں، آپ چاہیں تو اطلاع دیدیں، چنانچہ جناب مولوی محمد حسن صاحب نے ایک کارڈ کے ذریعے سے مطلع کر دیا کہ حضرت والا ڈاکٹر عزیز احمد جلال الدین صاحب کی کوٹھی پر مقیم ہیں آپکو آکر ملنے کی اجازت ہے، بشرطیکہ کسی اور کو اطلاع نہ دیں، اور کسی کو ہمراہ نہ لائیں۔

آج کا دن گزشتہ ایام کی طرح روزمرہ کے معمولات کے موافق گزرا، اور کوئی خاص امر ایسا نہیں ہوا جس کا خصوصیت سے ذکر کیا جائے۔

پنجشنبہ ۴۔ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۵ مئی ۱۹۳۸ء

آج حضرت والا قلعے میں تشریف لیگئے، لیکن قلعے کا صرف غربی حصہ ملاحظہ فرماکر واپس تشریف لے آئے۔

آج ہی مولوی ظہور الحسن صاحب کے نام سہارنپور سے حاجی رحم علی صاحب کا خط آیا کہ حضرت والا کی واپسی کی تاریخ اور وقت سے مطلع کیا جائے، اور سہارنپور میں میری طرف سے دعوت قبول فرمانے کی درخواست کی جائے۔ مولوی ظہور الحسن کے اطلاع کرنے پر ارشاد فرمایا کہ ابھی واپسی کی کوئی تاریخ متعین نہیں۔ اور دعوت کیلئے اگر موقع ہوا تو منظوری کی اطلاع کر دیجائے گی۔

ڈاکٹر صاحب نے بایماے جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری یہ درخواست پیش کی کہ ایک روز کیلئے امرتسر تشریف لیجاکر سرفراز فرمائیں، فرمایا مشورے سے کوئی دن مقرر کرلیا جائے، یہ بھی دریافت کیا گیا کہ وہاں عام اطلاع کی جائے یا نہیں، فرمایا اخفا کی ضرورت نہیں، صرف ایک دن تو قیام ہی ہوگا۔ نیز ذوقاً اہل امرتسر سے اُنس معلوم ہوتا ہے، بخلاف لاہور کے جہاں کی یہ کیفیت ہے کہ موٹر سے گزرتے وقت عام طور پر جو لوگ نظر آتے ہیں ان کی ہیئت اور چال بتاتا ہے کہ وہ سمجھے ہوئے ہیں "ہمچو ما دیگرے نیست" اسلئے یہاں کے عام لوگوں سے دل نہیں ملتا۔

جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری کی اہلیہ صاحبہ نے جو لاہور آگئی تھیں، آج بیعت کی درخواست کی حضرتِ والا کو غالباً منجانب اللہ یہ محسوس ہوا کہ اُن کو کچھ شبہات ہیں، اور ابھی بیعت کا عزم صادق نہیں، بیعت کی درخواست پر فرمایا کہ ابھی وقت نہیں، پھر بوساطت جناب مولوی صاحب ممدوح ارشاد ہوا کہ ان سے کہئے کہ جو کچھ دریافت کرنا ہے دریافت کرلیں، مگر اس طرح کہ آپ سے کہدیں، اور مجھ تک آواز نہ پہونچے، اور پھر جواب سن لیں، چنانچہ اُنھوں نے کئی شبہات ظاہر کئے، اور تسکین حاصل کی، منجملہ اُن کے ایک بات یہ بھی پوچھی کہ میں جو قرآن شریف کی تلاوت کرتی ہوں تو دل نہیں لگتا، لیکن جب یہ خیال آتا ہے کہ کوئی دوسرا سُن رہا ہوگا تو پڑھنے کا شوق زیادہ ہوتا ہے، حضرتِ والا نے اس پر ارشاد فرمایا کہ اس طرح سوچ کر پڑھا کیجئے، کہ گویا اللہ تعالےٰ کو سنا رہی ہوں، جناب مولوی محمد حسن صاحب کا بیان ہے کہ ان کلمات کو سُنکر اُنھوں نے سینے پر ہاتھ رکھ لیا، اور کچھ دیر بالکل خاموش رہیں، اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، پھر مولوی صاحب موصوف سے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سینہ چیر کر اُس میں کوئی چیز ڈالدی گئی ہے، اب مجھکو کوئی شک و شبہ نہیں ہے، اس کے بعد مکرر درخواست بیعت پیش کی، اب حضرت والا نے بلا تامل بیعت فرمالیا، اور جناب مولوی محمد حسن صاحب حضرت والا کے امرتسر تشریف لیجانے کے انتظام کے لئے امرتسر تشریف لیگئے۔

آج یعنی بروز پنجشنبہ جناب مولانا خیر محمد صاحب جالندہری کو جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری کا وہ اطلاعی کارڈ جس کا ذکر اوپر آچکا ہے دو بجے سہ پہر کو جالندھر میں مل گیا، جناب مولانا خیر محمد صاحب کا بیان ہے کہ میں ایک ضروری کام کے لئے مدرسہ سے مکان جانے والا تھا، اس کارڈ کے دیکھتے ہی کچھ ایسی حیرت ہوئی جیسے کہ سکتہ ہوگیا ہو، سوچتا تھا کہ یا اللہ مدت سے تو حضرت والا نے سفر ترک فرمادیا ہے۔ اور آجکل گرمی شدت کی پڑ رہی ہے، یہ خبر میں کیا پڑھ رہا ہوں، مولوی محمد حسن صاحب کے خط کو پہچانتا تھا، اس کی بھی تکذیب نہیں ہوسکتی تھی، آخر الامر جب تشریف آوری کا یقین آگیا، تو اتنے دنوں کی محرومی پر بیحد افسوس ہوا، پھر دل کو تسلی دی، کہ اب جو اطلاع دی یہ تیرا کونسا استحقاق تھا، یہ سب اُن کا انعام ہے، یہ سوچا کہ لاہور جانے والی گاڑی میں صرف آدھ گھنٹہ باقی ہے، اگر مکان جانے کا ارادہ ترک کرکے فوراً لاہور چلا گیا، تو اسمیں قباحتیں ہیں، ایک تو دل کام میں لگا رہے گا، دوسرے مدرسے اور گھر والوں کو تردد ہوگا کہ کیوں اسقدر عجلت میں لاہور چلا گیا، اور راستے ہی میں حضرت والا کے قیام کا انتظام ہوجائے، اسلئے اُس وقت مکان چلا گیا

اور دوسرے دن جانے کا ارادہ کرلیا۔

جمعہ ۵ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۶ مئی ۱۹۳۸ء

آج صبح ہی حضرت والا بقیہ قلعہ یعنی مشرقی حصہ ملاحظہ فرمانے کے لئے تشریف لیگئے، صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قلعے تک حضرت والا کو پہونچا کر موٹر اسٹیشن لے گئے، کیونکہ نو بجے کی گاڑی سے مولوی محمد حسن صاحب کی امرتسر سے واپسی کی اطلاع تھی، اس عرصہ میں حضرت والا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ قلعہ کی سیر فرماتے رہے، قلعے کے متعین نگران نہایت تفصیل سے وہاں کی عمارات اُس کے تمام حصوں اور وہاں کے عجائبات کی تاریخی حیثیت تاریخی واقعات اور حالات بتاتے جاتے تھے، تھوڑے ہی عرصے کے بعد موٹر واپس آگیا، لیکن دیکھا تو بجائے مولوی محمد حسن صاحب امرتسری کے جناب مولانا مرتضے حسن صاحب نظر آئے، مولانا نے بیان کیا کہ میں کوئٹہ جا رہا تھا سہارنپور میں حضرت والا کے لاہور تشریف لیجانے کا حال معلوم ہوگیا تھا، دل نے نہ مانا، ایک روز کے لئے اُتر پڑا کہ زیارت کرلوں، تھوڑی دیر بعد وہاں سے واپسی ہوگئی، راستے میں کچھ دیر کے لئے یوپی سوڈا واٹر فیکٹری میں تشریف لے گئے، حافظ سخاوت علی صاحب نے چلتی ہوئی مشین اور کارخانہ دکھایا، اور پانی پیش کیا، اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی پر تشریف لے آئے، کھانا تناول فرمانے کے بعد چڑیا گھر کے قریب ایک غیر معروف مسجد میں نماز جمعہ پڑھی، باہر سے آنے والے حضرات اور اہلِ لاہور جنکو حضرت والا کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا، اس کے منتظر تھے کہ جمعہ کی نماز میں حضرت والا ضرور کسی مسجد میں تشریف لائیں گے، زیارت ہوجائے گی، مگر حضرتِ والا نے تو ایسی مسجد کو منتخب فرمایا جہاں اُن اصحاب کو گمان بھی نہیں ہوسکتا تھا۔

جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری نماز جمعہ کے بعد تشریف لے آئے، اسی روز جناب حکیم عبدالخالق صاحب امرتسری نے بھی جو حضرتِ والا کے مجاز طریقت ہیں حاضر ہو کر شرف زیارت حاصل کیا، اور قریب قریب تا قیام حضرتِ والا امرتسر سے روزانہ لاہور آتے اور واپس چلے جاتے تھے۔

محمد شفیع صاحب جو ڈاکٹر صاحب کے دانت بنانے کے کارخانے میں ملازم ہیں اور جنہوں نے حضرت والا کے دانت بنانے میں نہایت اہتمام و کوشش اور محبت و خلوص سے کام کیا تھا، محض محبت کے اقتضاء سے حضرت والا اور ہمراہیانِ حضرت کی دعوت کیلئے اصرار کر رہے تھے، حضرت والا نے منظور فرمایا، اور وہ ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی پر کھانا تیار کرا کر لے آئے، جو نہایت ذوق سے کھایا گیا۔

دیوبند اور سہارنپور کے طلباء کے خطوط نے پنجاب اور پشاور کے اکثر اضلاع میں حضرت والا کے لاہور تشریف لانے کی خبر کو مشتہر کر دیا تھا، اس لئے چاروں طرف سے حضرت والا کے خدام بیتابانہ پہنچ گئے جنھیں سے بعض حضرات کے اسماء یہ ہیں۔

خواجہ محمد صادق صاحب شال مرچنٹ اور حکیم محمد علی صاحب امرتسر سے، بشیر محمد صاحب بی اے بحانہ ذمتر حاجی عبد السلام صاحب اور ڈاکٹر محمد اسلم صاحب ہوشیار پور سے۔ محمد افضل صاحب وکیل شاہپوری منڈی بہاؤالدین سے نور عالم صاحب ضلع گجرات سے۔

ان کے علاوہ بعض حضرات قصور، پٹھان کوٹ۔ ضلع گورداسپور، لائل پور، شیخوپورا اور اطراف امرتسر سے آگئے۔

جناب مولانا خیر محمد صاحب جالندھری اپنی گزشتہ روز کی تجویز کے مطابق شام کو ایسے وقت ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی پر پہونچے کہ حضرت والا مغرب کی نماز، نوافل اور اوراد وغیرہ سے فارغ ہو کر بڑے کمرے کے اندر تشریف لا رہے تھے ادب سے سلام عرض کیا، حضرت والا نے انتہائی شفقت سے گلے لگا لیا، اور معانقہ فرمایا، اور پھر مصافحہ سے فارغ ہوتے ہی ہنسکر فرمایا، وہ میں نے کہا ہیں کیوں متاعِ للمجذبون" حضرت کے ان شفقت آمیز الفاظ نے مولانا خیر محمد صاحب کے قلب میں عجیب کیفیت پیدا کر دی، مولانا نے عرض کیا، کہ میں نے ابھی مغرب کی نماز نہیں پڑھی ہے فرمایا۔ باہر صحن سے پڑھ لیجئے، نماز سے فارغ ہو کر جب مولانا خیر محمد صاحب اندر آئے اُس وقت حضرت اقدس دودھ کا برف کھا کر فارغ ہوئے تھے، مولانا سے فرمایا کہ آپکے لئے بھی رکھی ہے، آپ بھی کھا لیے، پھر ایک طالبعلم کو مولانا کے ساتھ دیکھکر فرمایا۔ آپ بھی کھائیے۔

• خواجہ محمد صادق صاحب شال مرچنٹ امرتسر نے جو حضرت والا کے مجازِ صحبت بھی ہیں، مولوی ظہور الحسن صاحب کے ذریعے سے درخواست پیش کی کہ امرتسر تشریف آوری کے وقت انکے مکان کو بھی حضور اپنے قدمِ مبارک سے شرف عطا فرمائیں، حضرت والا نے نہایت شفقت سے فرمایا کہ امرتسر پہونچنے پر یاد دلایا جائے، اگر موقع ہوا تو دیکھا جائے گا۔

شنبہ کا روز بھی دوسرے دنوں کی طرح خیر و برکت کی فضا میں صرف ہو گیا، اور یکشنبہ ۹ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ مطابق مئی ۱۹۳۷ء کی صبح ہوئی۔

نمازِ فجر پڑھکر حضرت والا مع جناب مولوی شبیر علی صاحب، ڈاکٹر صاحب، مولوی محمد حسن صاحب، حامد علی صاحب

بذریعہ موٹر اور مولوی ظہور الحسن صاحب مع دیگر ہمراہیوں کے بذریعہ لاری امرتسر روانہ ہو گئے۔

ٹھیک آٹھ بجے حضرت والا مع ہمراہیان اور آٹھ بجکر دس منٹ پر لاری والے صاحبان جناب مولوی محمد حسن صاحب کے مکان پر امرتسر پہونچ گئے تھوڑی ہی دیر میں زائرین کا ہجوم ہو گیا آنے والوں کا تانتا بندھ گیا، مولانا بہاء الحق صاحب قاسمی، مولوی محمد سلیمان صاحب، مولوی ابو البیان داؤد صاحب، صاحبزادگان حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی ابو تراب صاحب کے علاوہ بہت سے علماء و عمائد شہر موجود تھے، ہر ایک کو ملاقات اور زیارت کا موقع نصیب ہوا، کیونکہ عام اجازت تھی لیکن افسوس کہ مکان بہت چھوٹا تھا مشتاقین پروانوں کی طرح ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے اور ملفوظات سننے کی کوشش میں ہمہ تن توجہ ہو کر علیٰ رؤسہم الطیر کا منظر پیش کر رہے تھے، مگر مجمع کا مجمع اندوہگین تھا کہ مکان کی تنگی کی وجہ سے ہم ملفوظات کے سننے سے محروم رہے جاتے ہیں۔

عرض کیا گیا کہ اہل امرتسر کی ایک خوش قسمتی تو یہ ہے کہ حضرت والا نے یہاں قدم رنجہ فرمایا، انکو عزت بخشی، دوسری خوش قسمتی یہ ہے کہ یہاں ملاقات کی عام اجازت دے دی گئی، حالانکہ لاہور میں عام اجازت نہ تھی، اس پر اول تو مزاحاً فرمایا کہ لاہور۔ لاحول اور امرتسر۔ امرت برسر۔ اور پھر فرمایا کہ میں بھی مسئلہ مختلف فیہا بن گیا ہوں، کہ امرتسر والے تو کہیں گے کہ بڑا خوش خلق ہے، ہر کسی کو ملاقات سے روکتا ہی نہیں، اور لاہور والے کہیں گے کہ بڑا ہی سخت مزاج ہے کہ ملنے کی اجازت ہی نہیں دیتا، حالانکہ وجہ اسکی یہ ہے کہ لاہور میں کئی دن رہنا اور کام کرنا تھا، اور امرتسر میں بجز ملاقات اور مصافحے کے کوئی کام ہی نہ تھا۔

صبح کی چائے نوشی کے بعد سے یہ مجلس بارہ بجے ختم ہوئی، اس کے بعد کھانا تناول فرمایا، ظہر کی نماز کے بعد پھر مجلس شروع ہوگئی، عصر کے قبل حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ خواجہ محمد صادق کا مکان کتنی دور ہے، اور کس وقت وہاں جانا مناسب ہے، ڈاکٹر صاحب اور دوسرے حضرات کے مشورے سے طے ہوا کہ نماز عصر مسجد نور میں پڑھی جائے، اسکے بعد خواجہ صاحب کے مکان ہوتے ہوئے لاہور کی واپسی ہو، چنانچہ مولوی محمد حسن صاحب کے مکان سے عصر کے قریب روانگی ہوئی، مسجد میں پہونچنے سے پہلے گاماں پہلوان کی درخواست پر چند منٹ کے لئے ان کے مکان پر تشریف لے گئے، وہاں سے قریب ہی حضرت مولوی نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار تھا، فاتحہ پڑھا، مولوی محمد حسن صاحب نے عرض کیا کہ انکو حضرت والا کی تشریف آوری اور زیارت کی بیحد تمنا تھی، اگر آج زندہ ہوتے، تو انکی مسرت کی کوئی انتہا نہ ہوتی۔ پھر مسجد نور میں نماز عصر ادا کی، اور بعد نماز

موٹر مین سوار ہو کر کٹرہ مہا سنگھ مین خواجہ محمد صادق کے مکان پر تشریف لیگئے۔

مولوی محمد حسن صاحب فرماتے ہین کہ موٹر مین سوار ہوتے وقت ایک رئیس تاجر چرم نے مودبانہ مصافحہ کیا، ان رئیس سقا کا بیان ہے کہ مین حضرت والا کے چہرۂ مبارک پر بار بار نظر کرتا تھا، مگر نظر نہ جمتی تھی۔ کیونکہ چہرۂ اقدس پر اسقدر انوار تھے کہ نظر کو جمنے نہین دیتے تھے، خدام حضور مین سے کون ایسا ہوگا جس کو یہ تمنا نہ ہو کہ حضرت والا کے مقدس قدمون سے اپنے مکان کو منور و مشرف دیکھے، لیکن ہر شخص کی یہ قسمت کہان کہ یہ نعمت عظمیٰ اُسکو حاصل ہو، خصوصاً جبکہ حضرت والا کے ہیم عذرات اور دیگر مجبوریون نے برسون یکلخت تمنا نہ بھونگا ہو سفر ہی کو روک دیا ہو تو ایسے شخص کو جو امرتسر کی بجائے بعید مسافت پر رہتا ہو کیسے گمان ہو سکتا ہے کہ حضرت والا امرتسر ہی کو نہین بلکہ اسکے مکان کو بھی شرف ورود بخشینگے۔

خواجہ محمد صادق صاحب جن کے قلب کو خدائے برتر و بزرگ نے اپنے محبوبین کی محبت کی چاشنی سے لذت آشنا فرما دیا ہے، اس پر کیف نظارے کی تاب نہ لاکر بزبان حال کہہ رہے تھے ؎

وہ آئین گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہے کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہین

اُن کی مسرت کی یہ حالت تھی کہ ضبط نہ ہو سکا، بیخود ہو کر چیخ اُٹھے، حضرت والا نے تسلی و تشفی فرمائی، وہان حضرت والا کے علاوہ حضرت کے ہمراہی اور اہل امرتسر پندرہ بیس کی تعداد مین اور بھی موجود تھے، خواجہ صاحب نے پہلے سے اجازت حاصل کر کے برف اور لیمونیڈ وغیرہ کا انتظام کیا تھا، حضرت والا اور حاضرین سب نے لطف لے کر نوش کیا، اس کے بعد دعا فرما کر باہر تشریف لے آئے موٹر موجود تھا سوار ہو کر ہالی بازار اور مسجد شیخ خیرالدین دیکھتے ہوئے لاہور روانہ ہو گئے۔ مغرب کی نماز لاہور پہونچکر پڑھی، مولوی ظہور الحسن صاحب نیز مولوی سلیمان صاحب رنگونی وہین سے سہارنپور واپس ہو گئے۔

دو شنبہ، سہ شنبہ۔ ۸، ۹ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ مطابق ۹، ۱۰ مئی ۱۹۳۸ء

ان دونوں دنوں لاہور ہی مین قیام رہا، بلکہ چہارشنبہ ۱۰ ربیع الاول کا دن بھی لاہور ہی مین گزرا، امرتسر سے واپسی لاہور پر حضرت والا نے عام اجازت عطا فرما دی تھی ہر شخص حاضر ہو سکتا تھا، پھر تو زائرین اور مشتاقین نے دل بھر کے دولتِ دیدار حاصل کی، فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے اور اپنی دلی آرزو کو پورا کیا۔

لاہور کے زمانۂ قیام مین حضرت والا نے علاوہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے، نورجہان اور جہانگیر کے مقبرون اور قلعہ کے دیگر مشہور تاریخی عمارتون کے اور مقامات بھی ملاحظہ فرمائے، شالامار باغ بھی

تشریف لیگئے، اور خانقاہ میاں میر قدس سرہ نیز شاہی مسجد کو بھی دیکھا اور بہت سی چیزوں کو ملاحظہ فرمایا، ہر چیز پر محققانہ نظر پڑتی تھی، اور ہر مقام کے متعلق اظہار خیالات فرماتے جاتے تھے۔

حضرتِ والا نے لاہور میں علاوہ محمد شفیع صاحب کی دعوت کے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے دو اور دعوتیں بھی مختلف اوقات میں منظور فرمائیں، ایک حافظ سخاوت علی صاحب کی اور دوسرے مولوی سید اللہ صاحب سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانہ جات کی، وہاں خود تشریف لیجا کر خاصہ تناول فرمایا۔

امرتسر جانے سے ایک روز قبل جناب مولانا خیر محمد صاحب جالندھری نے عرض کیا کہ حضرتِ والا نے جس سال سفر بند فرمایا ہے، اس سال سفر بند کرنے سے قبل مدرسے کے جلسے کے وقت جالندھر تشریف لانے کا وعدہ فرمایا تھا، پھر اتفاق سے سفر بند کرنے کا عذر پیش آگیا، تو تحریر فرمایا تھا کہ اگر میں پنجاب کا سفر کر سکتا تو سب سے پہلے جالندھر آتا، اب حسن اتفاق سے حضور لاہور تشریف لے آئے ہیں اس لئے مودبانہ درخواست ہے کہ جالندھر تشریف لے چلیں اور وہاں کی سرزمین کو بھی سرفرازی کا شرف عطا فرمائیں، اس پر شفقت آمیز لہجے میں مسکراتے ہوئے فرمایا۔ "ظلام اللیل بمجوہ النہار"، جی میرا بھی چاہتا ہے، مولوی شبیر علی سے وقت دریافت کر لیا جائے، جس میں سفر کا حرج نہ ہوتا ہو۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف کے مشورہ سے یہ طے ہوا کہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ بروز چہارشنبہ پانچ بجے شام کو لاہور سے ڈیرہ دون اکسپریس پر سوار ہو کر ساڑھے آٹھ بجے شب کے جالندھر رونق افروز ہونگے اور شب میں وہاں قیام فرما کر دوسرے روز یعنی پنجشنبہ ۱۱۔ ربیع الاول کی صبح کو نو بجے کی ریل سے سہارنپور روانہ ہو جائیں گے۔

اس رائے کے بعد حضرتِ والا سے اجازت لیکر مولانا خیر محمد صاحب دوشنبہ ۸ ربیع الاول کو جالندھر واپس گئے، گرمی کی شدت تھی، مولانا موصوف نے صرف اس خیال سے کہ اگر ہجوم ہوگا تو حضرتِ والا کو تکلیف ہوگی کوئی خاص اہتمام نہیں کیا، نہ جیسے تمام شہر اور گرد و نواح میں کافی اعلان ہو جائے دوسرے اعلان کی اجازت بھی نہیں حاصل کی تھی، تیسرے عام دنیا دار طبقے کو حضرتِ والا سے تعارف تو تھا نہیں اُن میں اعلان کرنا حضرتِ والا کی عظمت و شان کے منافی تھا، چوتھے اعلانِ عام کے بعد ممکن تھا کہ بعض ایسے آدمی بھی آجائیں جن کی گفتگو یا طور طریقے سے حضرتِ والا کو تکلیف ہو، اس لئے صرف بعض خواص کو اطلاع دینے پر اکتفا کیا۔

لاہور کے زمانہ قیام مین شیخ محمد فاروق صاحب (متوطن لندن) کے بھائی شیخ شہید اللہ صاحب بھی جو بہاولپور سے بغرض زیارت حضرت اقدس تھانہ بھون گئے تھے اور یہ معلوم کرکے کہ حضرتِ والا لاہور تشریف لیگئے ہین لاہور آئے، اور وہین سے شیخ محمد فاروق صاحب کو اپنے ہمراہ لیکر حضرتِ والا سے رخصت ہوگئے۔

حضرتِ والا لاہور سے چہارشنبہ ۱۰ ربیع الاول کو پانچ بجے شام کی گاڑی سے جالندھر روانہ ہوگئے، اہلِ لاہور کو حضرت کی مفارقت کا جسقدر صدمہ ہوا، وہ ان کے قلوب سے پوچھیے، انکو حاضری کا کافی موقع نہ مل سکا، نہ وہ کچھ کہہ سن سکے، اُسپر بھی صرف زیارت کو اُنھون نے غنیمت جانا، دعاؤن اور برکتون سے وہ بھی محروم نہین رہے۔

لاہور سے روانہ ہوتے وقت کوشش کی گئی تھی کہ اسٹیشن پر ہجوم نہ ہو، پھر بھی بہت سے لوگ آگئے تھے، آخر گاڑی روانہ ہوگئی۔

جالندھر مین حضرت والا کی سواری کے لئے محکمۂ زراعت کے اسسٹنٹ ڈپٹی ڈائرکٹر کے موٹر کا انتظام کیا گیا تھا، باوجودیکہ وہ دوسرے خیال عقیدت وعمل کے آدمی ہین لیکن اپنی محبت سے اُنھون نے موٹر کو خود چلانا اپنے لئے موجبِ فخر خیال کیا، علاوہ مذکورۂ بالا موٹر کے تین اور موٹر اسٹیشن پر موجود تھے اور ہر مالکِ موٹر اس کا متمنی تھا کہ حضرتِ والا میرے موٹر مین تشریف لیچلین۔

استقبال کے لئے مجمع کی تعداد ہزارون سے متجاوز تھی جس مین شہر کے تاجر، وکلار، امرا، وساو غربا، علما، طلبا، اور ہر طبقے اور پیشے کے لوگ موجود تھے۔ علماے مدرسہ رائے پور گوجران۔ علماے مدرسہ جگراوان ضلع لودھیانہ، علما ولازمین مدرسہ ہوشیار پور، کثرہ شانکر، بیگووال اور نوا شہر وغیرہ بکثرت آئے ہوئے تھے۔ معلوم نہین اِن لوگون کو کہان سے اطلاع ہوئی، بعض لوگ بیس بیس میل سے پاپیادہ چلکر آئے تھے۔ جناب مولانا خیر محمد صاحب کا بیان ہے کہ اسکو حضرت والا کی کرامت اور مقبولیت الٰہیہ کے سوا کچھ نہین کہا جاسکتا، ورنہ جالندھر کی تاریخ مین ایسا عام استقبال اور اژدہام یاد نہین۔ مولانا موصوف فرماتے ہین کہ مجھکو یاد ہے کہ ایک مرتبہ پنجاب کے مشہور پیر مولوی جماعت علی شاہ صاحب کی آمد پر مریدین کی طرف سے منادی کرائی گئی تھی اور ترغیب بھی دی گئی تھی مگر پندرہ بیس آدمیون سے زیادہ پلیٹ فارم پر نہین تھے۔

غرض گاڑی اسٹیشن جالندھر شہر پر ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے شب کے پہونچی۔ حضرت والا مع جناب مولوی شبیر علی صاحب، حامد علی صاحب، مولوی محمد حسن صاحب امرتسری، شیخ محمد صادق صاحب، محمد افضل صاحب وکیل، چودھری معراج دین صاحب، ٹرین سے اُترے، معلوم ہوا کہ نو تعلیم یافتہ طبقہ کچھ رسمی استقبال کرنا چاہتا ہے۔ حضرت والا نے گاڑی سے اُترتے ہی فرمایا، مین کوئی لیڈر نہین ہون، ایک طالبعلم ہون میرے لئے کسی خصوصیت کی ضرورت نہین، باوجود نکان اور سخت گرمی کے پلیٹ فارم پر کھڑے کھڑے ہجوم مین گھرے ہوئے آدھ گھنٹے کے قریب مصافحے سے مشرف فرماتے رہے۔ بعض منتظمین نے از خود ہجوم کو روکنے اور مصافحے کو بند کرانیکی بھی سعی کی لیکن حضرت والا نے کئی بار فرمایا۔ مت روکئے، نہ کوئی انتظام کیجئے، اگر انتظام منظور ہوتا، تو مین خود کر سکتا تھا، ایک نئے تعلیم یافتہ صاحب نے جو بوٹ سوٹ اور ہیٹ سے آراستہ تھے حضرت والا کے دست مبارک مین ہار دینا چاہے، حضرت مصافحہ فرما رہے تھے، حضرت نے اُنکی طرف مخاطب ہوکر تیز لہجے مین فرمایا، کہ صورت تو مہذب یون کی سی ہے، لیکن کیا یہی تہذیب ہے کہ ایک مشغول شخص کے ہاتھ کو دوسری چیز مین مشغول کر دیا جائے، اور پہلے سے فراغت کا انتظام نہ کیا جائے اب حضرت والا پلیٹ فارم سے باہر تشریف لے آئے۔ باہر سڑک پر بھی زائرین کی کثرت تھی اُن کو بھی مصافحے سے سرفراز فرمایا۔ پھر موٹر پر سوار ہوئے۔ جناب مولانا خیر محمد صاحب ہمراہ تھے، دیکھا تو وہی ہار موٹر مین پڑے ہین، فرمایا کہ اُن نو تعلیم یافتہ صاحب کو اگر مین نہ روکتا، تو انھون نے گلے مین ہار ڈالنے کا ارادہ کر رکھا تھا، بعد کو معلوم ہوا کہ یہ صحیح بھی تھا۔

حضرت والا نے موٹر سے اتر کر جب مدرسۂ خیر المدارس مین قدم مبارک رکھا، تو تمام مدرسہ اور مسجد کو زائرین سے پُر پایا، چونکہ نمازِ عشاء کی اذان ہو چکی تھی، اس لئے فوراً وضو فرما کر نماز کی تیاری کی گئی بعد ازان مدرسے کی چھت پر تشریف لیگئے، وہان سولہ سترہ صلحاء کے ساتھ جو مولانا خیر محمد صاحب کی طرف سے مدعو تھے کھانا تناول فرمایا، اس کے بعد اسی صحن مین استراحت فرمائی، تھوڑے سے فاصلے پر مولانا خیر محمد صاحب نے اپنی چارپائی بچھائی تھی، تاکہ حضرت والا کو آرام پہونچا سکین، آخر شب مین حضرت والا نے استنجے اور وضو سے فارغ ہو کر نوافل پڑھین، پھر صبح تک اوراد و معمولات اور منزل کلام مجید مین شغول رہا کیونکہ بحمداللہ سفر و حضر کسی حالت مین حضرت والا کے معمولات مین فرق نہین آنے پاتا، بجواہ اللہ عجیب استقامت ہے اوراد وغیرہ کو ختم کر کے فجر کی سنتین پڑھین، پھر نماز فرض مسجد مین کافی جہر اور عجب لحن کیساتھ پڑھائی

قرارت مین وہ کیف تھا جو بیان نہین ہو سکتا، پہلی رکعت مین سورۂ تحریم اور دوسری مین سورۂ مرسلات تلاوت فرمائی۔

حضرت والا کا معمول ہے کہ سفر مین بجز خاص وجہ کے کسی مرد کو مرید نہین فرماتے، ہان مستورات کیلئے یہ شرط نہین ہے، اس کی وجہ حضرت والا یہ فرماتے ہین کہ مستورات مین کوئی تصنع نہین ہوتا، انکی عقیدت مین پختگی اور استقلال ہوتا ہے ان کی طبیعتین سادی اور محبت سے بھری ہوئی ہوتی ہین، برخلاف اس کے مردون مین ان سب چیزونکی کمی ہوتی ہے۔

یہان حضرت والا مستورات کی درخواست پہلے ہی منظور فرما چکے تھے، اس لئے نماز فجر سے فارغ ہوکر مولانا خیر محمد صاحب سے ارشاد فرمایا پہلے اوپر چلنا چاہئے، چنانچہ چھت پر آکر مستورات کو پس پردہ بیعت فرمانے کا ارادہ فرمایا، اس پر مولانا خیر محمد صاحب نے عرض کیا، کہ اندر کئی مستورات ہین اور سب بیعت کی متمنی ہین، فرمایا جنھون نے اپنے شوہر سے اجازت لے لی ہو وہ بیعت ہو سکتی ہین انکے علاوہ نہین، چنانچہ اہلیۂ مولانا خیر محمد صاحب، اہلیۂ مولوی غلام مصطفٰے صاحب مدرس اور اہلیۂ پیرجی عبداللطیف صاحب کو بیعت فرمایا، اور چند نصائح اور طریق عمل ارشاد فرمائے، پھر نوافل اشراق سے فارغ ہوکر مسجد مین جہان زائرین کا مجمع تھا تشریف لے آئے، مجمع کی کثرت کی وجہ سے ہر شخص اُٹھ کر یا کھڑا ہوکر زیارت کی کوشش کرتا تھا۔ اسلئے عرض کیا گیا کہ اگر کرسی پر حضور والا تشریف رکھنا منظور فرمائین تو سب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے باسانی زیارت سے مشرف ہو سکین گے، فرمایا یہ میری عادت کے خلاف ہے، اور منقول بھی نہین، البتہ بیان کی حالت مین تو منقول ہے، پھر تھوڑی دیر کے بعد مجمع کی اور کثرت دیکھکر عرض کیا گیا، کہ اگر چارپائی کی اجازت ہو تو چارپائی منگوالی جائے، فرمایا۔ ہان، اسمین کوئی مضائقہ نہین، یہ دیہاتی وضع ہے، نیز اُس پر مین اکیلا نہ ہونگا، دو چار اور بھی ہونگے ارادہ کیا گیا کہ اسپر کچھ بچھا دیا جائے، اِس سے منع فرمایا، اور کھری چارپائی پر سرہانے کی طرف رونق افروز ہو گئے، اور مولانا خیر محمد صاحب سے ارشاد فرمایا، کہ آپ اور مولوی محمد حسن صاحب دوسری طرف اسی چارپائی پر بیٹھ جائیے، کیونکہ مجھے تنہا اونچا مجمع مین بیٹھے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے، اسکے بعد ایک نوجوان درزی نے ململ یا چکن کی ٹوپی کا ہدیہ پیش کیا، حضرت والا نے عذر فرمادیا، اس نے اصرار کیا تو حضرت والا نے دوبارہ نہ قبول فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ ان رسمی پیرزادون اور مولویون نے ہر شخص کے

ہدیہ کو قبول کر لینے سے دین کو ذلیل کر دیا ہے، حالانکہ ہدیہ کے لئے بھی شرائط ہیں، اول تو ہدیہ کی بنا ہے محبت، وہ بدون کامل واقفیت اور بے تکلفی کی ملاقات کے ہو نہیں سکتی، دوسرے کسی کو سفر کی حالت میں اور بالخصوص مجمع میں ہدیہ دینا اُس کی توہین و ذلت ہے، ہدیہ پیش کرنے والے کا ادب تو یہ ہے کہ دوسروں سے چھپا کر دے، بلکہ دیکر خود بھی فوراً علیحدہ ہو جائے اور ہدیہ لینے والے کا ادب یہ ہے کہ اسکو دوسروں پر ظاہر کر دے۔ اس میں ہدیہ کے بڑے چھوٹے ہونے کا اعتبار نہیں، صرف خلوص و محبت کا اعتبار ہے۔ چنانچہ آج میاں طور شاہ عہ نے مجھکو دو پیسے اور مٹھی بھر شتوت ہدیہ دیے ہیں۔ جنکو میں نے بڑی خوشی سے تبرک سمجھکر لیا ہے۔ دیکھئے اب اس میں ریا کیا ہو سکتی ہے۔" پھر ہدیہ دینے والیکی طرف مخاطب ہوکر بطور ظرافت فرمایا کہ "اگر ایسا ہی ہدیہ دینے کا شوق ہے تو تھانہ بھون میں آکر پیش کرنا پھر بھی ہم لینے پر مجبور نہ ہونگے، دل چاہے گا تو لیلیں گے، نہیں چاہے گا۔ نہیں لیں گے۔" پھر مسکرا کر ارشاد کیا کہ "مزہ بھی جبھی آئے گا۔ چار پیسے کی چیز اور چار روپیہ کرایہ۔"

ایک گھنٹے تک (کچھ کم و بیش) ملفوظات کا سلسلہ جاری رہا۔ سب اہلِ مجلس کے لئے مقاصدِ حسنہ کیواسطے دعا مانگی گئی۔ اور مجلس برخاست ہوئی۔

حضرتِ والا بالاخانے پر تشریف لیگئے، مولانا خیر محمد صاحب کی درخواست پر مولانا ممدوح کے چھوٹے صاحبزادے عبدالحق سلمہ کو پندنامۂ عطار کی بسم اللہ کرائی گئی، پھر مدرسے سے چلکر باہر ریلوے روڈ پر تشریف لائے، اور ایک چارپائی پر جلوہ فرما ہوئے، لوگ پندرہ بیس منٹ تک برابر مصافحہ کرتے رہے پونے نو بجے (صبح) اسٹیشن پر پہونچ گئے، اور ٹرین پر سوار ہوئے۔ ٹھیک نو بجے گاڑی اسٹیشن جالندھر شہر سے روانہ ہوئی، امرتسر کے بہت سے لوگ جو یہاں تک آئے تھے وہ اور جالندھر سے بہت سے خدام پیلواڑہ تک گئے۔ یہ تھوڑا سا وقت سرزمینِ جالندھر کو ہمیشہ یاد رہنے والا ہے۔ اُن سے پوچھیے جنھوں نے اسوقت کا منظر دیکھا، اُن سے دریافت کیجئے جنھوں نے ان جلوؤں کا مشاہدہ کیا۔ اُن کے قلوب سے معلوم کیجئے کہ جنکو خوش قسمتی سے یہ بابرکت لمحات حاصل ہوئے

جناب مولانا خیر محمد صاحب حضرت والا کو پہونچا کر جس طرح اور جس حالت میں واپس لوٹے ہیں اُنکی

عہ حضرت والا کے ایک مخلص خادم۔ ۱۲ دصل

کیفیت اُن کا دل ہی بتا سکتا ہے۔ گھر پر آکر کیا دیکھتے ہیں کہ مستورات آبدیدہ ہیں خصوصاً اُن کی اہلیہ تو اسقدر رو رہی ہیں کہ ضبط ہی نہیں ہو سکتا۔ یہ سب حضرت والا کی شفقت و جذب عامّہ کے کیف کا اثر تھا۔ دریافت کرنے پر مولانا خیر محمد صاحب کی اہلیہ نے کہا کہ دل تو یوں چاہتا ہے کہ حضرت والا اب ہمیشہ کیلئے یہیں رہیں۔ جب سے حضرتِ والا روانہ ہوئے ہیں۔ کلیجا نکلا جاتا ہے۔

مولانا خیر محمد صاحب فرماتے ہیں کہ جس مکان میں حضرتِ والا نے قیام فرمایا تھا۔ بلا مبالغہ تقریباً ایک مہینے تک اُس کے در و دیوار سے انوار محسوس ہوتے رہے نیز ایک عالم حقانی نے (جو دوسرے شیخ سے ایک زمانے سے تعلیم سلوک بھی حاصل کر رہے ہیں) بیان کیا کہ حضرت کی نظرِ فیض اثر میں ایک نور اور رعب ایسا تھا کہ جب آپ کسی طرف مجلس میں نظر اٹھاتے۔ تو میرا کلیجا بیٹھنے لگتا تھا۔ اور دل میں خوف طاری ہو جاتا تھا۔ ایک اسکول ماسٹر نے بھی بعد میں کہا کہ میں حضراتِ دیوبند کے عقائد سے متنفر تھا۔ لیکن حضرتِ والا کے چہرۂ انور کی زیارت کرتے ہی تمام شکوک رفع ہو گئے۔ اور عقائد کی اصلاح ہو گئی۔ اُنھوں نے حضرتِ والا کے مواعظ کا مطالعہ شروع کر دیا ہے۔ مکاتبت بھی ہونے لگی ہے۔ اور معاصی سے توبہ کر کے داڑھی بھی رکھ لی ہے۔

یہ ہیں وہ اثرات جو خاصانِ خدا کی مقدس صحبت اُنکی بابرکت مجلس اور اُن کی زیارت سے بغیر انکے ارادے اور قصد کے ظاہر ہوتے ہیں۔ اہل طلب کے قلوب کی بیک نظر اصلاح ہو جاتی ہے اور اُنکو پہلے ہی جام میں وہ کیف حاصل ہو جاتا ہے جو برسوں کی بادہ نوشی میں بھی ممکن نہیں۔ اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے کیا سے کیا ہو جاتے ہیں سے وحسل

اول دور بزم میں آخر رنگ عیش دیکھ　　　شیشہ ہے پاش پاش سا جام ہے چور چور سا

اب گاڑی جالندھر اسٹیشن سے روانہ ہو چکی ہے۔ اور حضرت والا اپنے خادموں پُرخلوص عقیدتمندوں اور محبت رکھنے والوں کے جذبات کا اثر لیتے ہوئے اپنے ہمراہیوں سے اس کا تذکرہ فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ گاڑی لودھیانہ اسٹیشن پر پہونچی۔

مفتی محمد نعیم صاحب صدر کانگریس کمیٹی لودھیانہ کو حضرتِ والا کی تشریف آوری کی اطلاع ہو چکی تھی اُنھوں نے عام اطلاع کر دی تھی۔ اور ایسا انتظام کر دیا تھا کہ لودھیانہ اسٹیشن کا پلیٹ فارم زائرین ہی زائرین سے بھرا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ ہر شخص بیتابانہ زیارت کیلئے دوڑ رہا تھا۔ قریب پہونچنے کیلئے ایک دوسرے پر پیش قدمی کر رہا تھا۔

ان عقیدتمندون کے جذبات کا عجیب عالم تھا، جو بڑھتا جارہا تھا، حضرتِ والا اوپر تیسرے درجے کے ڈبے مین جلوہ افروز تھے، مفتی محمد نعیم صاحب دیگر منتظمین اور تمام مخلص احباب نے عرض کیا کہ حضور والا چند منٹ کے لئے گاڑی کے باہر تشریف لے آئین تا کہ زائرین اطمینان سے زیارت اور مصافحہ کرسکین، مگر حضرت والا نے اسکو منظور نہین فرمایا، خیال تھا کہ اگر باہر آئین گے تو اس ہجوم سے پیچھا چھڑانا مشکل ہوگا۔ یہان تک کہ گاڑی روانہ ہوجائے گی۔ یہ لوگ خوشامد اور روکنے کے لئے ہر امکانی کوشش کرین گے، اور تمام انتظام سفر بیکار ہو جائے گا، دریافت سے معلوم ہوا کہ اُن حضرات کا ارادہ بھی یہی تھا، غرض حضرتِ والا گاڑی ہی مین بیٹھے ہوئے لوگون کو مصافحے سے سرفراز فرماتے رہے۔ قریب آدھ گھنٹے کے گاڑی ٹھہری، اور مصافحہ کرنے والون کی تعداد ختم نہ ہوئی، تمام پلیٹ فارم بھرا ہوا تھا، نہ معلوم کسطرح اُن اہلِ محبت نے چھوڑا اور گاڑی روانہ ہوئی۔

مولوی ظہور الحسن صاحب کے امرتسر سے جانے کے بعد حضرتِ اقدس نے ایک والانامہ بھیجدیا تھا جس مین تحریر تھا کہ "یاد آتا ہے آپ نے لاہور مین رحم علی صاحب کی طرف سے دعوت کے لئے کہا تھا۔ اگر میری صحیح یاد ہے تو اُن سے دعوت کی منظوری کے لئے اطلاع کردی جائے۔ تا کہ وہ انتظام کرلین۔ مین جمعرات کے روز چار بجے دن کی گاڑی سے سہارنپور پہونچون گا۔ مولوی منفعت علی صاحب کے یہان قیام ہوگا" چنانچہ رحم علی صاحب کو مطلع کردیا گیا۔

لودھیانہ سے روانہ ہوکر گاڑی چار بجے دن کے سہارنپور اسٹیشن پر پہونچی، لاہور سے سہارنپور تشریف لانے کی خبر عام ہوچکی تھی، خدام و معتقدین واپسی کا بیچینی سے انتظار کررہے تھے، روزانہ دریافت کرتے رہتے تھے، کہ واپسی کب ہوگی؟ آخر خدا خدا کرکے وہ دن آگیا کہ حضرتِ والا خدا کے فضل سے بعافیت سہارنپور رونق افروز ہوئے۔ اسٹیشن پر استقبال کے لئے کافی مجمع موجود تھا۔ جناب ناظم صاحب، مولوی منفعت علی صاحب، مولوی ظہور الحسن صاحب، مولوی سلیمان صاحب رنگونی، مولانا فیض الحسن صاحب اور تمام احباب و خدام حاضر تھے۔

اسٹیشن سے روانہ ہوکر براہ راست مولوی منفعت علی صاحب ام، ال، اے ایڈوکیٹ سہارنپور کے مکان پر برکت افزا ہوئے، وہان کچھ دیر ٹھہر کر شربت نوش فرمایا، عصر کی نماز پڑھی، وہان سے تھوڑی دیر کیلئے نواب احمد الٰہی صاحب کی درخواست پر اُن کے مکان پر تشریف لے گئے، مابعد مدرسہ مظاہر العلوم قدیم مین

قدم رنجہ فرمایا۔ جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب (خلیفۂ حضرت اقدس مدظلہم العالی) مدرس مدرسۂ مظاہر العلوم اور مولوی اسعد اللہ صاحب کے بچوں سے مزاح فرماتے رہے۔ جناب ناظم صاحب اور دیگر حضرات سے گفتگو ہوتی رہی، یہاں تک کہ نمازِ مغرب کا وقت قریب آگیا، ارشاد ہوا کہ نماز کا وقت قریب ہے ذرا استنجاء سے فارغ ہو لوں۔ جب حضرت والا بیت الخلاء کی جانب تشریف لیچلے تو ایک طالبعلم ذوق و شوق میں مصافحے کے لئے بڑھا، اور اپنے ہاتھوں کو حضرت کے دست مبارک سے ملایا، حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ یہ وقت مصافحے کا نہیں، جناب ناظم صاحب کو اس حالت میں مصافحہ کرنا اور حضرتِ والا کو نخواہ مخواہ پریشان کرنا بیحد ناگوار ہوا، چنانچہ موصوف سے نہ رہا گیا، اُس طالبعلم کے ایک چپت رسید فرمائی، حضرتِ والا کو اُس پر بہت رحم آیا اور فرمایا ایسا نہ کیجئے بیچارہ محبت سے مجبور ہے، پھر وہیں فریضۂ مغرب ادا فرماکر مولانا فیض الحسن صاحب رئیس سہارنپور کے مکان پر کھانا تناول فرمانے تشریف لیگئے واپسی میں سہارنپور آنے کے بعد مولوی ظہور الحسن صاحب نے اطلاع کردی تھی کہ رحم علی صاحب نے دعوت کا انتظام کیا ہے، مگر مولوی منفعت علی صاحب کو افسوس ہے کہ میں اس سعادت سے محروم رہا جاتا ہوں حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا منفعت پر رحم مقدم ہے، بہرحال دعوت کرنے والوں نے آپس میں طے کرلیا۔ اور مولانا فیض الحسن صاحب کے نام قرعہ پڑا۔ اور اُنہیں کے یہاں سے کھانا تناول فرماکر سہارنپور کی چھوٹی لائن کے اسٹیشن پر تشریف لے گئے، چھوٹے اسٹیشن کے قریب والی مسجد میں نمازِ عشاء کی امامت فرمائی، تکبیر کے بعد مولوی اسعد اللہ صاحب سے فرمایا کہ اعلان کردیجئے میں مسافر ہوں صرف دو رکعتیں ادا کروں گا، مقیمین اپنی نماز پوری فرمالیں، مولوی اسعد اللہ صاحب نے اعلان فرمادیا، اور کافی جماعت کے ساتھ نماز ادا کی گئی۔

یہاں بھی ہجوم بہت زائد تھا۔ ایک بڑی جماعت نے تھانہ بھون تک ہمرکاب جانے کی سعادت حاصل کی۔ اس اسٹیشن پر بھی غالباً جناب حافظ عبداللطیف صاحب ناظم مدرسۂ مظاہر العلوم سہارنپور، جناب مولانا محمد ذکریا صاحب شیخ الحدیث مدرسۂ مظاہر العلوم، مولانا فیض الحسن صاحب رئیس سہارنپور، مولوی منفعت علی صاحب۔ ایم، ایل، اے ایڈوکیٹ سہارنپور، مدرسین وطلباء مدرسۂ مظاہر العلوم اور شہر کے عمائدین ورؤسا۔ نیز ہر طبقہ اور پیشے کے اصحاب موجود تھے۔

حضرتِ والا نے گاڑی میں بیٹھکر دست مبارک کھڑکی سے باہر نکال لئے تھے اور حاضرین انتہائے

عقیدت سے دست بوسی اور مصافحہ کا شرف حاصل کر رہے تھے۔ یہان تک کہ گاڑی روانہ ہوئی، اور گیارہ بجے شب کے بعد حضرتِ والا خدا کے فضل و کرم سے بعافیت تمام رونق افروز تھانہ بھون ہوئے، اور اس طرح یہ تیسرا اتفاقی سفر بخیر و خوبی ختم ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اس سفر مین بھی برابر ملفوظات کا سلسلہ جاری رہا۔ لیکن افسوس ہے کہ کسی نے قلمبند کرنے کا خیال نہین کیا، ورنہ خلق اللہ کے لئے ایک مفید ذخیرہ جمع ہوجاتا۔

راقم الحروف نے جناب مولانا خیر محمد صاحب جالندھری، جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری، جناب حکیم عبدالخالق صاحب امرتسری، جناب مولوی اسعد اللہ صاحب مدرس مدرسۂ مظاہر العلوم سہارنپور (خلفائے حضرت اقدس مدظلہم العالی) اور جناب مولوی ظہور الحسن صاحب مدرس مدرسۂ مظاہر العلوم سے باصرار عرض کیا کہ جو کچھ یاد آئے لکھوا دیجئے۔ یا خود تحریر کر دیجئے، اور اس کی اہمیت بیان کی، اُسوقت اُن حضرات کو بھی اس اہتمام نہ کرنے کا صدمہ ہوا، پھر بھی اپنی یاد پر بہت زور دیا، جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری اور جناب حکیم عبدالخالق صاحب امرتسری کے ذہن مین چند باتین آئین، جو روایت بالمعنیٰ کے طور پر درج ذیل کی جاتی ہین۔

جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری کا بیان ہے کہ لاہور کے قیام مین ایک روز فرمایا:۔

(۱) شیخ اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عالم سے مخالفت تھی، وجہ مخالفت یہ تھی کہ اُن عالم صاحب نے اُن کے پیر حضرت ابو مدین رحمۃ اللہ علیہ کا رد کیا تھا، شیخ اکبر کو عالم خواب مین حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تجھکو فلان عالم سے بغض ہے عرض کیا جی حضور اس واسطے کہ اُن کو میرے شیخ ابو مدین سے بُغض ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس عالم کو ہم سے محبت ہے یا نہین؟ عرض کیا ہے۔ اُس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اس مین دونون تعلق ہین تو کیا وجہ تم نے اپنے شیخ کے بُغض کے سبب سے تو اُس سے بغض رکھا، اور ہماری محبت کی وجہ سے اُس سے محبت نہ کی، اس تعلق کا کیا حق ادا کیا؟ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ بیدار ہو کر اپنی غلطی پر متنبہ ہوئے۔ اور فوراً اُن عالم صاحب کے پاس جا کر معافی طلب کی۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ ان عالم صاحب نے حضرت ابو مدین رحمۃ اللہ علیہ سے معافی طلب کی، حضرت والا نے اس واقعے کو بیان فرما کر فرمایا کہ مجھکو اس سے بید نفع ہوا، غصے اور رنج مین اعتدال ہوگیا۔

(۲) ایک روز ارشاد فرمایا۔ کہ حضرت ابو سہلؒ اور ابلیس کا ایک دفعہ باہمی مناظرہ ہوا، ابلیس نے کہا۔ تم خواہ مخواہ مجھ پر لعنت ملامت کرتے ہو، حالانکہ مین تو مرحوم ہون، اسواسطے کہ مین شے ہون اور ہر شے پر حق تعالیٰ کی رحمت محیط ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "ورحمتی وسعت کل شئی" حضرت ابو سہلؒ نے جواب دیا کہ تو مرحوم نہین، اِس لئے کہ اس کے بعد تو قید ہے۔ فساکتبھا للذین یتقون الآیۃ ابلیس بولا کہ قید تو مخلوق کے لئے ہے، حق تعالیٰ قیود سے پاک ہے، ابو سہلؒ خاموش ہوگئے، اور جواب نہین دیا اس کے بعد انھون نے اپنے متعلقین سے وصیت فرمائی کہ ابلیس سے مناظرہ ہرگز نہ کیا جائے۔

اس بیان کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ ابلیس نے اُن کے ذہن مین تصرف کر دیا تھا جس کی وجہ سے جواب کی طرف اُن کا ذہن منتقل نہ ہوسکا۔ پھر فرمایا حق تعالےٰ نے مجھ کو اس کا جواب القا فرمایا ہے رحمت کے دو رُخ ہین، ایک حق تعالیٰ کی طرف، وہ اتصاف ہے، اور دوسرا مخلوق کی طرف، وہ تعلق تصرف و ظہور ہے، اور قید ظہور کے ساتھ ہے، اول یعنی اتصاف مین اطلاق ہے، تو اس بنا پر ابلیس قابلِ لعنت ہی رہا، مرحوم نہ ہوا۔ لیکن مین وصیت وہی کرتا ہون جو حضرت ابو سہلؒ نے کی تھی، کہ ابلیس سے مناظرہ نہ کیا جائے۔

اس بیان کے وقت سامعین کی عجیب کیفیت تھی۔ یہان تک کہ دوسرے وقت خود حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا، کہ مولوی سلیمان اور مولوی داؤد تو اسقدر محو و مصروف تھے کہ اپنی خوشی کو قابو مین نہین رکھ سکتے تھے۔

(۳) لاہور مین ایک رات کو موٹر پر تفریح کیلئے تشریف لے جا رہے تھے۔ تو ہر طرف بجلی ہی بجلی کی روشنی، اُس کی کثرت اور اس کی قطار نظر آئی، اسپر فرمایا۔ کہ اُس روشنی مین ظلمات ہین، کیونکہ اس کو حق تعالےٰ سے انتساب نہین" روشنی سے گزر کر جب کھلے میدان مین اندھیرا آیا تو فرمایا کہ "اس ظلمت مین نور ہے۔

اب جناب حکیم عبدالخالق صاحب امرتسری کی روایت کے مطابق چند واقعات بغرض افادۂ عام درج کئے جاتے ہین خدا کرے مفید ثابت ہون۔

(۱) لاہور کے قیام کے زمانے مین ایک شخص کا خط آیا، اُس مین لکھا تھا، کہ نامحرم سے نظر کو روکنے میں بہت ہی تنگی اور گھٹن ہوتی ہے، گو بہت روکتا ہون، مگر نظر اُٹھ ہی جاتی ہے، اس پر تحریر فرمایا کہ اب تم یہ دیکھ لو کہ یہ آسان ہے، یا عذابِ جہنم؟ اور اسپر کہ نظر اُٹھ ہی جاتی ہے تحریر فرمایا: "کیون جھوٹ بولتے ہو۔"

(۲) امرتسر جس روز تشریف لائے، عام ملاقات کی اجازت تھی، ہر طرح کے لوگ زیارت سے مشرف ہوئے، اس مجمع عام مین حضرتِ والا یون معلوم ہوتے تھے جیسے ستارون مین چاند، اور اُسی دن یہ فرمایا، کہ لوگ مجھے کہتے ہین کہ مین بیعت مین تنگی کرتا ہون، حالانکہ بعض لوگ جب میرے پاس آتے ہین اُن کے آتے ہی پہلی درخواست پر بیعت کر لیتا ہون، اور بعض کے متعلق دل چاہتا ہے کہ یہ درخواست کرین، اور بعض سے طبیعت مدت تک رُکی رہتی ہے، اس سارے معاملہ مین دراصل دو اصول میرے مدنظر ہین، اِن کے بغیر بیعت کا سا اہم تعلق ہو ہی نہین سکتا، ایک تو مین اخلاص دیکھتا ہون، دوسرا فہم صحیح، جس شخص مین اِن دونون باتون کا پہلی ملاقات مین مجھے علم ہو جائے، مین اُس کو بیعت کرنے سے انکار نہین کرتا۔ اور جس مین مدت تک بھی یہ باتین مجھے معلوم نہ ہو سکین اُس سے انکار ہی ہوتا رہتا ہے۔

(۳) لاہور مین چونکہ حضرتِ والا کا قیام دانت بنوانے کی غرض سے تھا، اسلئے نئے لوگون سے ملاقات نہین فرماتے تھے، تاکہ ہجوم ہونے سے اصل مقصد مین رکاوٹ نہ واقع ہو، صرف اُن لوگون سے ملاقات فرماتے تھے، جن کو پہلے سے تعلق تھا، اور اس وجہ سے لوگ بہت دور دور سے بھی آکر ملاقات سے شرف یاب نہ ہو سکے، چنانچہ ایک عجیب واقعہ میرے سامنے پیش آیا، اِس سے معلوم ہوگا کہ حضور کو آنے والونکے جذبات کی کسقدر رعایت تھی۔

ہوشیار پور سے دو شخص ملنے آئے، ایک تو حضرت سے متعلق تھے اور دوسرے بالکل نئے۔ مگر تھے معتقد اور صاحب فہم، دونون نے باہر سے رقعہ لکھا، جس مین ملاقات کی درخواست تھی، اور ایک ہی کاغذ پر دونون کی علیحدہ علیحدہ درخواستین تھین، حضرتِ والا کے اصول کے مطابق اسکو اجازت ملنا چاہئے تھی جو حضرت سے متعلق تھا، دوسرے کو نہین، حضرت والا نے مولوی محمد حسن صاحب کو وہ پرچہ عنایت فرما کر ارشاد کیا کہ ایک کو اجازت ہے، مگر اس بات کو دوسرے کے سامنے نہ کہئے گا، جب دوسرا چلا جائے تب پہلے کو اجازت سے مطلع کر دیجئے گا، اور اگر دونون چلے جائین تو کچھ نہ کہین، کیونکہ اُس واقف نے اپنی درخواست کو ناواقف کی درخواست کے ساتھ کیون لکھا، چنانچہ مولوی محمد حسن صاحب بار بار دیکھنے آتے۔ اور ناواقف کو اُس کے پاس دیکھکر واپس ہو جاتے، جب ناواقف انتظار کر کے چلا گیا، تب اُسکو اس حکم سے مطلع کیا گیا۔

سبحان اللہ دوسرے شخص کی دلشکنی کی کسقدر رعایت کی گئی۔ اور اُس دوسرے شخص کو جب معلوم ہوا، کہ میرے بعد اس کو اجازت ہوگئی، اور اتنی دیر صرف میری رعایت کی وجہ سے اجازت مخفی رکھی گئی، وہ بیحد مسرور ہوا، اس اصول پر عمل کرنے کا یہ نتیجہ نکلا، کہ ایک معمولی شخص جس سے پہلے سے واقفیت ہے حضرت والا سے ملاقات کرسکتا تھا، اور ایک بڑے مقتدر شخص یا موقر عالم کو جن سے واقفیت نہ تھی، یا جن کا معاملہ حضرت والا سے صاف نہ تھا، ملاقات کی اجازت نہین ملی،

(۴) امرتسر جانے سے قبل متعدد بار فرمایا۔ کہ مجھے امرتسر کے لوگون سے محبت کی بو آتی ہے، اور لاہور مین تو بجز الحاد اور دہریت کے کچھ نظر نہین آتا، چنانچہ لاہور سے واپسی مین جب حضرت والا کی گاڑی امرتسر اسٹیشن پر پہونچی، تو لوگون کو قصداً اس کی اطلاع نہین کی گئی تھی، کیونکہ ہجوم سے حضرت والا کو تکلیف ہوتی ہے، تاہم مجمع کافی ہوگیا، گاڑی ٹھہرتے ہی بعض لوگ اُس ڈبے مین داخل ہوگئے، جسمین حضرت والا رونق افروز تھے، اور حضرت والا کے داہنے دست مبارک سے مصافحہ کرنا شروع کردیا، اور جو باہر رہے انھون نے بائین دست مبارک کو کھڑکی مین سے لیکر چومنا شروع کیا۔

جناب حکیم عبدالخالق صاحب فرماتے ہین کہ مین نے پانی پیش کیا، تو فرمایا مین کس طرح پیون، دونون ہاتھ تو رُکے ہوئے ہین، پھر باصرار داہنا دست مبارک گاڑی کے اندر سے خالی کرایا گیا، حضرت والا پانی بھی پیتے رہے اور مشتاقین سے مصافحہ بھی فرماتے رہے، کسی کو بھی منع نہین فرمایا، یہ نتیجہ تھا اصحاب امرتسر کے خلوص کا، جس کے باعث حضرت والا پر اس تکلیف کا کوئی اثر نہین ہوا، حضرت والا کے تشریف لیجانے کے بعد کئی دن تک بازارون مین لوگ تذکرہ کرتے رہے، کہ ہم تو ڈرتے تھے، مگر حضرت والا نے ایسی عام شفقت فرمائی، جس کی نظیر نہین ملتی۔

حکیم عبدالخالق صاحب نے حضرت والا کی خدمت مبارک مین لکھا، کہ "اہل امرتسر حضور کی عنایت عامہ سے بہت خوش ہین"۔ اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا۔ کہ "مین خود اُن کی محبت سے بیحد متاثر ہون"۔

اب یہان سے مین لاہور کے سفر کا تذکرہ ختم کرتا ہون، اور اُس سفر کے واقعات کو شروع کرتا ہون، جو اس تمہید کا مقصود اصلی ہین۔

لکھنؤ کا سفر

لکھنؤ کا سفر جو صرف معالجے کی غرض سے ہوا، مختلف وجوہ سے حضرت والا کے سوانح حیات مین خاص اہمیت رکھتا ہے، اولاً اس وجہ سے کہ گزشتہ پندرہ سال کے طویل عرصے مین اول تو کہین سفر ہی نہین فرمایا، اور جو تین سفر اتفاقیہ ہوئے بھی اُن مین کسی جگہ اتنا قیام نہین فرمایا، سہارنپور کے دو سفر تو ہمروزہ واپسی پر مشتمل تھے، البتہ لاہور مین کم و بیش صرف دو ہفتہ قیام ہوا تھا، یہ فخر لکھنؤ ہی کو حاصل ہے کہ وہان تقریباً ڈیڑھ ماہ تک انوار و برکات کی بارشین ہوتی رہین۔ ثانیاً اس وجہ سے کہ حضرت والا نے تمام اہل شوریٰ کی رائے کے ساتھ دوسرے مقامات کے مقابلے مین معالجے کیلئے لکھنؤ ہی کو پسند و منتخب فرمایا، اور سخت علالت کی حالت مین لکھنؤ اور اہل لکھنؤ پر اعتماد کیا گیا، ثالثاً اس وجہ سے کہ لکھنؤ کی آب و ہوا حضرتِ والا کے مزاج اقدس کے موافق آئی، لکھنؤ مین پہونچتے ہی بغیر کسی دوا کے استعمال کے طبع مبارک مین تقریباً وہ نشاط، شگفتگی اور بشاشت نمودار ہونے لگی، جو حالت صحت مین رہتی تھی، رابعاً اس وجہ سے کہ گو اس کے قبل بھی حضرت والا کے اقدام میمنت التیام نے سرزمینِ لکھنؤ کو شرف اعزاز بخشا ہے۔ لیکن خدام کے علاوہ عقیدتمند حضرات پر اُنس و محبت کی ارزانی فرمائی گئی، اس سے قبل اس کا عشر عشیر بھی اثر نہ تھا، حتی کہ کانپور جو طویل قیام کیوجہ سے یک گونہ حضرت والا کے وطن مالوف ہی کی حیثیت رکھتا ہے، اس خاص توجہ اور مورد محبت ہونے مین لکھنؤ سے کہین پیچھے رہ گیا، فکفیٰ بہٖ فخراً و افتخاراً و مباہاۃً و ابتہاجاً، اور سب سے زیادہ فخر کی بات تو یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے لکھنؤ ہی مین صحت کاملہ عطا فرمائی۔ اور اُس سخت مرض اور خطرے سے نجات بخشی۔ جس کی وجہ سے ہر شخص پریشان ہو رہا تھا، حضرتِ والا اب بارہا فرماتے ہین، کہ مین نے مجبوریون کی وجہ سے اہل لکھنؤ سے بے اعتنائی کی، ملاقات مین پابندیان عائد کردین، ظاہراً سختی کا برتاؤ کیا، مصافحے تک کی اجازت نہین دی، اس پر بھی اُن حضرات نے جس محبت اور خلوص کا برتاؤ میرے ساتھ کیا ہے، اُسکو مین کبھی نہین بھول سکتا، اور اب اکثر لکھنؤ یاد آتا ہے۔ اگر ناسازی مزاج کی حالت نہ ہوتی، اور حکما و ڈاکٹر صاحبان سخت ممانعت نہ کرتے، تو حضرت والا کا کریمانہ اخلاق کسی طرح مانع نہ ہوتا، یہ ایسے اہم امور ہین جن کی وجہ سے لکھنؤ کا سفر خاص اہمیت رکھتا ہے، اور مدت دراز تک آسانی سے بھلایا نہین جاسکتا۔

واقعہ یہ ہے کہ شنبہ۔ ۱۱ جون ۱۹۳۶ء کا دن گزرنے کے بعد ۱۲ جون ۱۹۳۶ء کی شب میں دو بجے کے وقت حضرتِ اقدس پیشاب کے لئے اٹھے، استنجا پاک کرکے کھڑے ہونے کا قصد فرمایا، کہ ایکدم سے دماغ خالی معلوم ہوا، اس کے بعد بیہوش ہوگئے، اب جب ہوش آیا، تو اپنے کو زمین پر پڑا پایا، اسلئے یہ نہ معلوم ہوسکا کہ کھڑے کھڑے گرے، یا بیٹھے بیٹھے بیہوش ہوگئے۔ گرنے کی وجہ سے داہنی پسلی پر اور کہنی میں چوٹیں آگئیں، جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ غالباً کھڑے ہونیکے بعد گر کر بیہوش ہوئے، کیونکہ چوٹیں سخت تھیں، پھر حاجت معلوم ہوئی اب ہوش آگیا تھا، لیکن نقاہت بیحد تھی، بمشکل تمام خود اٹھ کر بیت الخلاء تشریف لیگئے، ابھی تک کسی کو اطلاع نہیں، اور حضرت والا کا معمول بھی ہے کہ جب تک خود کوئی کام کرسکیں، یا انتہائی مجبوری نہ ہو اس وقت تک کسی کو مطلع نہیں فرماتے۔ دوسرے کی تکلیف کا بیحد خیال اور لحاظ رہتا ہے، اور یہی وجہ تھی جو اسوقت بھی مانع ہوئی۔ حضرتِ والا نے بیت الخلاء جانے کا قصد تو فرمایا، لیکن برابر خوف رہا کہ کہیں اندر گر نہ جاؤں، مگر خدا کا شکر ہے کہ جب تک فراغت نہ ہوگئی چکر تک محسوس نہیں ہوا۔ رفع حاجت کے بعد بیت الخلاء سے باہر قدم رکھتے ہی اسقدر ضعف محسوس ہوا کہ ایک قدم اٹھانا مشکل ہوگیا، مجبوراً وہیں زمین پر بیٹھ گئے، اور جب بیٹھا بھی نہ گیا، تو وہیں زمین پر لیٹ گئے، کچھ دیر بعد ہمت کرکے نماز کے چبوترے پر جو اُس جگہ سے قریب ہی تھا جاکر لیٹ گئے۔ اب ہوش تو تھا، مگر طاقت نہ تھی اسی حالت میں خود اپنی نبضیں دیکھیں، نبضوں کا پتا نہ چلتا تھا، تمام بدن سرد تھا، اور پسینے پر پسینا آرہا تھا، جب اِس حالت میں قدرے افاقہ ہوا۔ تو بمشکل تمام اپنے پلنگ پر پہونچے، چونکہ اس گرنے اور زمین پر لیٹنے میں تمام مٹی وغیرہ لگ گئی تھی، اور طبیعت بیحد منغض تھی اسلئے بمجبوری جناب چھوٹی پیرانی صاحبہ مدظلہا کو آواز دیکر جگایا، اللہ اللہ ایسی حالت میں بھی یہ خیال کہ کسی کو تکلیف نہ ہو، خود ہی خداداد ہمت سے کام لیتے رہے، لیکن اب چونکہ اس ناگہانی اور نامعلوم دورے کا اثر پورا ہوچکا تھا، طاقت بھی کم ہوگئی تھی، اور مٹی وغیرہ لگ جانے سے طبیعت میں ناقابل برداشت انقباض بھی تھا، اسلئے دوسروں کے جگانے کی ضرورت ہوئی، تاکہ پانی کا انتظام ہوجائے تو غسل کیا جائے اور اس خیال سے کہ گرم پانی کرنے میں اس وقت تکلیف زیادہ ہوگی۔ ٹھنڈے پانی ہی سے غسل کرنے کے لئے تیار ہوگئے، کیا ایسی نظیر ایسی ہمت کی مثال کوئی دوسری پیش ہوسکتی ہے۔ ایسی انتہائی ضعف اور ایسے سخت دورے کی حالت میں بھی یہ خیال کہ کہیں بدن پر کوئی چیز ایسی نہ لگ گئی ہو جو ناپاک ہو، ایکلمحہ کیلئے بھی گوارا نہ فرمایا کہ بدن کو پاک کرکے اطمینان نہ کرلیا جائے، خواہ غسل نقصان ہی کیوں نہ کرے، یہاں تک کہ

ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے تھے، مگر گھر مین اصرار کرکے پانی گرم کر دیا، اور اُسی وقت اور اُسی ضعف کی حالت مین غسل فرماکر لیٹ گئے۔ اس وقت ضعف نیز لاعلمی کی وجہ سے پوری کیفیت بھی ظاہر نہ فرمائی۔ اس نازک حالت، شدید ضعف اور دورے کے وقت بھی اصول و انتظام کا برابر خیال رہا۔ یہان تک کہ استنجے سے فارغ ہونے کے بعد باوجود انتہائی نقاہت کے لوٹا جہان رکھا جاتا تھا، وہین رکھا، پانی جس گھڑے سے لیا تھا اُس کو دیکھ لیا کہ چھپا ہوا ہے، یہ نہین کہ جہان استنجا کیا تھا لوٹا وہین چھوڑ کر تشریف لے آتے، یا گھڑا کھلا ہوا رہتا۔

جناب چھوٹی پیرانی صاحبہ مدظلہا نے بیحد پریشان ہو کر چاہا کہ عزیزون کو اس واقعے کی اطلاع کر دی جائے۔ مگر حضرت والا نے محض اس لئے کہ ابھی رات باقی ہے تکلیف ہو گی، کسی کو خبر نہین کرنے دی، حالانکہ پسلی سر اور کہنی مین جہان چوٹین لگی تھین کافی تکلیف تھی۔ پھر بھی چند اعزا کو خبر ہو ہی گئی اور جناب مولانا ظفر احمد صاحب، جناب مولوی شبیر علی صاحب، حافظ ناظر حسن صاحب، اور جناب پیرجی ظفر احمد صاحب (حضرت والا کے خسر صاحب) اور اُن کی اہلیہ صاحبہ نماز فجر سے پہلے پہونچ گئین۔

صبح کو بعد نماز تو سب ہی کو اطلاع ہو گئی، دیکھا تو پسلیون پر نیل پڑے ہوئے ہین کہنی پر خراش ہے، سر مین دو جگہ گومڑ پڑے ہین، چہرۂ مبارک پر ورم ہے، اور ضعف کی تو کوئی انتہا نہین۔ اُسی وقت حکیم انوار الحق صاحب کو بلایا گیا، اُنھون نے نبض وغیرہ دیکھکر تبخیر معدہ تجویز کرکے چند اجزاء ہاضم تجویز کر دئے، اور چوٹون پر مخصوص دوائین لگانے کی ہدایت کی۔

۱۲ جون ۱۹۳۳ء کو دن بھر کوئی افاقہ نہین ہوا، بلکہ تکلیفون مین زیادتی ہوتی رہی۔ حکیم انوار الحق صاحب یہ سمجھکر کہ معمولی تبخیر ہے، نہ دوا دیکر اپنی ضرورتون کی وجہ سے قصبے سے باہر چلے گئے۔ چونکہ حضرت والا کا معمول ہے کہ دو علاجون کو ملاتے نہین، اور بغیر طبیب کی رائے کے کوئی دوا استعمال نہین فرماتے، اسلئے تمام دن کوئی دوا نہین دی جا سکی اور حکیم صاحب کا برابر انتظار ہی ہوتا رہا۔

حکیم صاحب عشا کے وقت واپس آئے اُسوقت صبح سے زیادہ تکلیف تھی، یہ حالت دیکھکر حکیم صاحب کو اپنی غیر حاضری پر نہایت شرمندگی اور افسوس ہوا۔ معافی چاہی، اور دوسرا نسخہ تحریر کیا، اُسی وقت دوائین مہیا کرکے استعمال کرائی گئین، پسلی پر باندھنے کیلئے ایک پُڑی تجویز کی جس کو فوراً تیار کرکے باندھ دیا گیا، رات کو نیند کم آئی اور ضعف برابر بڑھتا گیا۔

۱۳ جون ۱۹۳۰ء کی صبح کو نقاہت کا یہ عالم تھا کہ چاہتے تھے بغیر دیکھے تلاوت کریں، الفاظ کا ادا ہونا مشکل ہو رہا تھا، اس حالت کو دیکھکر تیمار داروں کو پریشانی ہوئی، اور حضرت والا سے کسی ڈاکٹر کے بلانے کی اجازت چاہی، چونکہ حضرت والا ڈاکٹری دواؤں کے استعمال کو پسند نہیں فرماتے، اسلئے اجازت کی ضرورت ہوئی۔ مگر حضرت اقدس نے ان الفاظ کے ساتھ انکار فرمادیا، کہ اگر ڈاکٹر کو بلاکر اُن کی دوا استعمال نہ کی گئی تو اُن کی دلشکنی ہوگی، اور اگر اُنھوں نے کوئی دوا دی تو اُس میں شبہ رہے گا۔ عرض کیا گیا کہ ڈاکٹر کو صرف تشخیص کیلئے بلایا جائے گا، اور اُن سے وہیں کہدیا جائے گا کہ آپ کی دوا کا استعمال کرنا ضروری اور لازمی نہیں۔ غرض بعد اصرار کے بعد ڈاکٹر کے بلانے کی اجازت عطا ہوئی، چونکہ تھانہ بھون میں کوئی معمولی ڈاکٹر بھی نہیں، اس لئے اسی ۱۳ جون کو تین بجے دن کی گاڑی سے ڈاکٹر کے لانے کیلئے جناب مولوی شبیر علی صاحب سہارنپور تشریف لیگئے۔ اور مولوی منفعت علی صاحب کے مشورے سے ڈاکٹر برکت علی صاحب کو دوسرے روز دوپہر کی گاڑی سے لے آئے۔

ڈاکٹر صاحب نے بلڈ پریشر کا آلہ لگا کر بتایا کہ بلڈ پریشر کی زیادتی کی وجہ سے یہ حالت ہوئی اور بہت سخت تاکید کے ساتھ کسی کام یا کسی قسم کی جنبش یا کسی طرح کی فکر اور رنج و غصہ یا شدید ضرورت کے سوا زیادہ بات کرنے کی ممانعت کی، اور غذا وغیرہ میں بہت احتیاط بتائی، دوا میں دو قسم کی گولیاں تجویز کیں اور اسکا بہت زیادہ اطمینان دلایا کہ اِن میں کوئی جزو مشتبہ نہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ دوا کی اتنی ضرورت نہیں جتنی کہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

حضرت والا کو اس دورے سے قبل کثرت بول اور نیند نہ آنے کی بھی شکایت تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ تجویز کیا کہ صرف آرام کرنے ہی سے انشاء اللہ دونوں شکایتوں میں کمی ہو جائے گی۔ اعانت کے لئے یہ گولیاں بھی دئے دیتا ہوں، اور یہ بھی تیمار دار کو علیحدہ لیجا کر کہا کہ فالج کا اندیشہ ہے، اسکا خطرہ قریب ہے احتیاط بہت ضروری ہے۔

غرض گولیاں استعمال میں لائی گئیں، دو روز تک تو نیند پورے طور پر آئی اور پیشاب میں بھی کمی محسوس ہوئی، لیکن دو روز کے بعد باوجود اُن دواؤں کے استعمال کے یہ دونوں شکایتیں حسب سابق عود کر آئیں، اور ضعف بڑھ گیا، مجبوراً اُن دواؤں کو چھوڑنا پڑا، اور جناب حکیم خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی طرف جو اتفاق سے خانقاہ ہی میں مقیم تھے، رجوع کیا گیا۔ اُنھوں نے کچھ اجزا معدے کی اصلاح کیلئے

اور شل ودار المسک اور غیرہ جواہر والا کے کچھ دوائین قوت کیلئے تجویز کین ۔ اِن دواؤنکا استعمال جاری رہا اور اِن سے کچھ افاقہ بھی شروع ہوا۔

۱۰ جون ۱۹۳۵ء کو جمعہ تھا۔ چونکہ بوجہ ضعف اِس وقت تک نماز مکان ہی پر پڑھتے تھے اور باوجود قوت نہ ہونے کے ہمت کرکے کھڑے ہو کر ہی ادا کرتے تھے۔ اور برابر یہی کوشش فرماتے تھے کہ کوئی معمول بھی ناغہ نہ ہو۔ یہ معلوم کرکے کہ آج جمعہ ہے، فرمایا کہ جمعہ کی نماز مین ضرور پڑھونگا۔ خدام نے باصرار عرض کیا، کہ ڈاکٹر معمولی حرکت کو بھی منع کر گئے ہین، اور نماز جمعہ کے لئے مسجد تک جانے مین حرکت زیادہ ہوگی، نقصان کا اندیشہ ہے۔ مگر حضرت والا نے فرمایا کہ جمعہ چھوڑنے کو تو دل کسیطرح گوارا نہین کرتا۔ پیدل مسجد جانے کیلئے مستعد ہو گئے، مگر خدام کے التماس واصرار پر میانے مین تشریف لیجانا اور بجائے خانقاہ کی مسجد کے مکان کے قریب حوض والی مسجد مین جس مین ہمیشہ جمعہ ہوتا ہے، نماز جمعہ ادا کرنا منظور فرمایا، وہ بھی صرف دوسرون کی خاطر سے، باول ناخواستہ اِس طریقے سے تشریف لیجانے کو روا رکھا، اور ارشاد کیا کہ اِس مین ایک قسم کی امتیازی شان معلوم ہوتی ہے جس سے ایک قسم کی گرانی پیدا ہو جاتی ہے، غرض اسطرح نماز سے فراغت کے بعد مکان پر تشریف لے آئے۔

چونکہ ڈاکٹر صاحب نے ڈاک کے کام کو دیکھکر سختی کے ساتھ اس سے منع کر دیا تھا، اس لئے جس روز سے دورہ پڑا تھا ڈاک حضرت والا کی خدمتِ گرامی مین نہین بھیجی جاتی تھی، بلکہ جناب مولوی شبیر علی صاحب ڈاک کو دیکھکر جواب مین یہ عبارت تحریر فرما دیتے تھے، کہ "حضرت والا کو چند روز کے لئے ڈاکٹرون اور طبیبون نے مکمل آرام کرنے کا مشورہ دیا ہے، اسی لئے آج کل حضرت والا ڈاک بھی خود ملاحظہ نہین فرماتے، آپ اس خط کو دس روز بعد ارسال فرمائین۔ امید ہے کہ حضرت والا اسوقت جواب عنایت فرمائین، اور یون تو بحمد اللہ حضرت والا کی طبیعت اچھی ہے"۔

دو روز یعنی ۱۳ جون تک تو یہی انتظام رہا، لیکن جب دیکھا گیا کہ اِس سے حضرت کو سخت گرانی ہوتی ہے، اور خود بھی فرمایا کہ میرے تعلقات بعض لوگون سے ایسے ہین کہ اُن کو اگر اس طرح اطلاع ملی تو سخت پریشان ہون گے، اور مزاج پرسی کیلئے آجائین گے، ڈاکٹر نے زیادہ ملنے جلنے سے منع کیا ہے، تو اِن لوگون کے آنے پر ایک ہجوم ہو جائے گا، اور ڈاکٹر کی ہدایت پر عمل نہ ہو سکے گا، جس سے بجائے فائدے کے نقصان ہوگا، اس خیال سے جو دماغ پر اثر ہے وہ خود مُضر ہے۔ اس لئے یہ مناسب ہے کہ

ڈاک مجھکو دکھادی جایا کرے، ان مین جو خطوط ایسے لوگون کے ہونگے اُن کے جواب مین خود لکھوادیا کرونگا باقی خطوط کے جواب مین وہی اطلاعی تحریر لکھکر روانہ کردی جایا کرے، چنانچہ ۱۴ر جون ۱۹۳۶ء سے یہی معمول ہوگیا، اور جو خطوط حضرت والا چھانٹ دیتے تھے اُن کے جواب جناب مولانا ظفر احمد صاحب لکھوادیتے تھے۔ یہ معمول ۲۰ر جون ۱۹۳۶ء تک رہا۔ اس کے بعد حسب ذیل اطلاع حضرت والا نے چھپوالی جن خطوط مین ضرورت ہوتی تھی، اُن مین یہ مطبوعہ پرچہ خود رکھدیتے تھے، بقیہ خطوط کے جواب اپنے قلم سے تحریر فرمادیتے تھے وہ اطلاع یہ ہے:۔

(طریق تسہیل خدمت سالکین سبیل)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بوجوہ چند مثل زیادتِ سن وغیرہ، عرصے سے مجھ مین کام کرنے کی طاقت نہ تھی، مگر اپنی ہمت سے کام کرتا تھا، آخر کار اِس سے نقصانِ عظیم ہوا، جس سے بعض سخت خطرناک حالات پیش آئے، اس سے مین نے خود بھی محسوس کیا اور ڈاکٹرون اور طبیبون نے بھی سخت تاکید کے ساتھ مشورہ دیا کہ کام کرنا بالکل چھوڑ دیا جائے۔ اس لئے مین نے ڈاک کا لکھنا بھی چھوڑ دیا ہے۔ مگر طالبوں کی سہولت کے لئے ذیل مین اپنے چند مجازین کے نام لکھتا ہون، جنکی طرز تعلیم پر مجھے اعتماد ہے۔ اُن مین سے جن صاحب سے جی چاہے اپنی تربیت متعلق کرلین لیکن صرف دریافت خیریت وطلب اجمالی دعا، یا بعد تکمیل شرائط درخواست بیعت کیلئے دو سطرین لکھنے کی اجازت ہے والسلام۔ وہ نام یہ ہین:۔

(۱) مولوی محمد عیسیٰ صاحب موضع محی الدین پور، ڈاکخانہ مینڈارہ ضلع الہ آباد۔

(۲) مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب، شہر میرٹھ۔ محلہ کرم علی۔

(۳) مولوی ظفر احمد صاحب، تھانہ بھون ضلع مظفر نگر۔

(۴) مولوی محمد حسن صاحب، امرتسر۔ مسجد خیر الدین۔

(۵) مولوی عبد الغنی صاحب، پھولپور، ضلع اعظم گڑھ، مدرسہ روضۃ العلوم۔

(۶) مولوی خیر محمد صاحب۔ مدرسہ خیر المدارس۔ جالندھر شہر۔

(۷) مولوی وصی اللہ صاحب، فتحپور تال نرجا، ڈاکخانہ ندواسرائے ضلع اعظم گڑھ۔

(۸) حقداد خان صاحب، مہتمم، مولوی گنج لکھنؤ۔

(۹) مولوی ولی محمد صاحب، مدرس مدرسہ قادریہ حسن پور ضلع مرادآباد۔

(۱۰) مولوی مسیح اللہ صاحب، حال مدرس مدرسہ عربی جلال آباد ضلع مظفرنگر۔

(۱۱) مولوی نور بخش صاحب، انوا کمالوی، مدرسہ صوفیہ، پوسٹ بھیرواراٹ، ضلع چاٹگام

اور بھی بہت سے حضرات ہیں، جنکی فہرست اشرف السوانح حصہ سوم کے اخیر مین شائع ہوئی ہے مگر نمونہ کے طور پر بعض اُن اصحاب کے نام لکھدیئے ہین، جن سے جواب جلد ملجانے کی غالب توقع ہے، اگر ان کے علاوہ بوجہ مناسبت کے دوسرے مجازین سے رجوع کرین اجازت ہے۔ فقط

اشرف علی، تھانہ بھون

طبیعت کا نظام ابتک درست نہین ہوا تھا، کبھی مرض مین زیادتی ہوجاتی تھی، اور کبھی کمی، حکیم انوار الحق صاحب کے علاج کے بعد اولی ڈاکٹری دوا ہوئی، پھر حکیم خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی، کچھ دنون کے بعد حاجی ولدار خان صاحب رئیس وتاجر کانپور کو جو حضرت والا کے قدیم خادم اور محبت و عقیدت مین ڈوبے ہوئے ہین، ان حالات کی اطلاع دی گئی، اور لکھا گیا کہ وہ اپنے خویش ڈاکٹر حاجی عبد الصمد صاحب کو، جو کانپور کے ایک نہایت مشہور، تجربہ کار، اور کامیاب ڈاکٹر نیز صوبہ اسمبلی کے ممبر ہین، یہ تحریر دکھا کر جو انکی تشخیص، رائے اور تجویز ہو اُس سے مطلع کرین۔ ڈاکٹر عبد الصمد صاحب نے فالج کا اندیشہ ظاہر کیا، اور پھلون کے عرق کے پینے کا مشورہ دیا۔

۲۴ رجون ۱۹۳۰ء سے حضرت والا ڈولی پر خانقاہ تشریف لانے لگے، یہ ڈولی کہارون والی عام ڈولی نہ تھی، بلکہ ایک کھٹولے کو ڈولی بنالیا گیا تھا، اور حضرتِ والا کے ملازم نیاز خان صاحب اور محمد سلیمان صاحب اُسکو لے آتے اور لیجاتے تھے۔ لیکن اس خیال سے کہ خانقاہ کے پھاٹک کے سامنے زمین کچھ ڈھلوان ہے اور وہان ڈولی کو لیکر چڑھنے مین اُٹھانے والون کو تکلیف ہوگی، حضرتِ والا سڑک ہی پر سے اُتر کر پیدل اندر تشریف لاتے تھے۔ مگر ضعف کا یہ عالم تھا کہ قدم قدم پر ڈگمگا جاتے تھے، ظہر سے عصر تک اور اگر ضعف زیادہ محسوس ہوا، تو عصر سے پہلے ہی اُسی ڈولی مین مکان واپس تشریف لیجاتے تھے۔

۲۶ رجون ۱۹۳۰ء سے ڈاکٹر عبد الصمد صاحب کی ہدایت کے موافق پھلون کا عرق استعمال کرنا شروع فرمایا، جس سے بجلد فرحت ہوئی، غذا چونکہ کچھ نہین ہوتی تھی، اسلئے ان پھلون کے عرق کی وجہ سے

کچھ قوت محسوس ہونے لگی۔

۱۰ر جولائی ۱۹۳۰ء سے پھر کچھ دورے کے آثار شروع ہوئے، جس کی ابتدا اسہال سے ہوئی، لہذا حکیم انوار الحق صاحب کے مشورے سے بیلون کا عرق بند کر دیا گیا۔ اور دوائیں اسہال کے روکنے کی دی گئیں، جن سے اسہال میں کمی تو ہوئی، مگر بالکل بند نہیں ہوئے، اور پیشاب کی مقدار بہت کم ہو گئی۔

۱۲ر جولائی ۱۹۳۰ء کی شب میں کچھ ہلکا سا چکر محسوس ہوا، اور صبح تک چہرے پر ورم بہت زیادہ نمایاں ہو گیا، ۱۱ بجے دن کو دماغ پر بیحد اثر پڑا، یہاں تک کہ گھر والوں کو نہیں پہچانتے تھے، صرف ہلکی آواز میں اتنا پوچھ لیتے تھے کہ یہ کون ہیں؟ یہ حالت دیکھکر ہر ایک پریشان ہو گیا۔ ۸ بجے ڈنکی گاڑی سے ایک صاحب کو میرٹھ روانہ کیا، تا کہ جناب حکیم محمد مصطفےٰ صاحب (جو حضرت اقدس کے نہایت قدیم خادم اور صاحب اجازت ہیں) کے بھائی کو علاج کے لئے فوراً میرٹھ سے لے آئیں۔ چونکہ حکیم محمد مصطفےٰ صاحب دس ماہ سے کولے کی ہڈی ٹوٹ جانیکی وجہ سے سفر نہیں کر سکتے تھے۔ اسلئے حکیم صاحب کے بھائی کو بلانے کی تجویز ہوئی، میرٹھ پہونچکر معلوم ہوا کہ حکیم صاحب کے بھائی حکیم محمد الیاس صاحب شاہجہانپور گئے ہوئے ہیں۔ لیکن خود جناب حکیم محمد مصطفےٰ صاحب اب اس قابل ہو گئے ہیں کہ کچھ چل پھر سکیں، اور ہڈی بھی جڑ گئی ہے، اسلئے وہ خود بیتاب و بیقرار ہو کر باوجود معذوری کے ۲۳ر جولائی ۱۹۳۰ء کو ساڑھے تین بجے دن کی گاڑی سے تھانہ بھون پہونچ گئے۔

۲۴ر جولائی ۱۹۳۰ء سے جناب حکیم محمد مصطفےٰ صاحب کا علاج شروع ہوا، حکیم صاحب نے معدہ، جگر اور گردے کی خرابی بتائی، اور فرمایا کہ میرے نزدیک صرف انہیں چیزوں کی خرابی کی وجہ سے یہ مرض ہو گیا ہے، اور کوئی خرابی نہیں، بلڈ پریشر کے متعلق مجھے کچھ تحقیق نہیں، اس لئے اس کا علاج میں نہیں کر سکتا، جو میری تشخیص ہے اُس کا علاج کر سکتا ہوں۔ غرض جناب حکیم صاحب موصوف نے علاج شروع کر دیا، جس کا اثر یہ ہوا کہ قارورے میں جو نہایت خراب ہو گیا تھا، مکدر تھا، مقدار کم تھی، رنگ ٹھیک نہیں تھا، بہت فرق ہو گیا۔ اجابت بھی معمول کے موافق قریب قریب بستہ ہونے لگی۔ اسہال بند ہو گئے اور جگر پر لیپ کرنے سے ورم جگر میں بھی بہت کمی ہو گئی، نیز ضعف میں بھی خدا کے فضل سے یک گونہ کمی محسوس ہونے لگی۔ باوجود اس کے حکیم صاحب برابر یہی فرماتے رہے کہ بلڈ پریشر کے متعلق مجھکو کوئی تحقیق نہیں اس کی بابت کچھ نہیں کہہ سکتا، غرض جناب حکیم صاحب کا علاج جاری رہا۔

اِدہر دُور و نزدیک ہر طرف حضرت اقدس کے خدام اور عقیدتمند اصحاب کو بھی تھوڑی بہت اسکی اطلاع ہونے لگی، اور بعض حضرات تو بیتاب و بیقرار ہو کر اُفتاں و خیزاں حاضر بھی ہو گئے۔ جناب ڈپٹی علی سجاد صاحب اور جناب مولوی عبدالباری صاحب ندوی مقیم لکھنؤ فوراً پہونچ گئے۔

اِس خادم کو بھی حضرتِ والا کی ناسازیٔ مزاج کی اطلاع ہوئی، مگر معمولی طور پر۔ تفصیلی حالات نہ معلوم ہو سکے، پھر بھی پریشانی ہوئی، فوراً جناب مولانا ظفر احمد صاحب کی خدمت مین عریضہ لکھا، اور دریافتِ حال کیا، جناب ممدوح نے مختصر حالات لکھکر تحریر فرمایا کہ اب سکون ہے، اور خانقاہ مین بھی تشریف لاتے ہین۔ لیکن مجھے مکرمی مولوی منفعت علی صاحب ایم، ال، اے ایڈوکیٹ سہارنپور کا کرمنامہ ملا، جس مین تحریر تھا "سُنا ہے کہ حضرتِ والا جھنجھانہ تشریف لیگئے، اور مزاج زیادہ ناساز ہے" اس خبر نے جو حالت کی وہ بیان سے باہر ہے، فوراً مولوی محمد حسن صاحب مالک انوار بک ڈپو لکھنؤ کے پاس گیا، یہ خط دکھایا، اور دریافت کیا کہ اگر کوئی خبر ملی ہو تو مطلع کریں۔ اُن کو بھی بیحد پریشانی تھی۔ مگر اُن کے پاس کوئی اطلاع نہین آئی تھی، اس لئے ہم دونوں نے یہ طے کرلیا کہ ہر حال مین وہان ہملوگون کا جلد سے جلد حاضر ہونا ضروری ہے، مولوی عبدالحمید صاحب پنشنر تحصیلدار بھی اُس وقت موجود تھے، انھون نے بھی چلنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ چنانچہ ہم تینون شخص ۲ اگست ۱۹۳۶ء کو ۹ بجے دن کے وقت پنجاب اکسپرس سے سہارنپور روانہ ہو گئے، جس حالت مین روانگی ہوئی ہے، وہ خدا ہی جانتا ہے، حواس مختل، طبیعت پریشان، دل مضطرب، بہرحال کسیطرح ریل چلی، راستے مین ہردوئی اسٹیشن پر جناب مولوی محمود الحق صاحب حقی ایڈوکیٹ سے ملاقات ہوئی، انھون نے اپنے صاحبزادے عزیزی حافظ مولوی ابرار الحق سلمہ متعلم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کا خط دکھایا، جو اُنھون نے تھانہ بھون سے لکھا تھا، اور جس سے جناب مولانا ظفر احمد صاحب کی تحریر کی تائید ہوتی تھی، غرض کسی نہ کسی طرح شب کو سہارنپور پہونچے۔ راستے مین گاڑی لیٹ ہو گئی تھی، اور تھانہ بھون کی گاڑی کا وقت نکل چکا تھا۔ اسلئے مجبوراً سہارنپور کے بڑے اسٹیشن پر رات بسر کرنا پڑی۔ وہان سے دوسرے دن ۸ بجے صبح کے بعد چھوٹی لائن کے اسٹیشن پر آئے، دیکھا تو جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری بھی سراسیمہ جا رہے ہین، اور انٹر کلاس مین شیخ محمد فاروق احمد صاحب (متوطن لندن) بھی موجود ہین۔ شیخ فاروق احمد صاحب نے بیان کیا کہ مین کئی روز سے سہارنپور مین تھا۔ کل مجھے حامد علی صاحب سے جو حضرت کے بھتیجے ہین معلوم ہوا کہ بنصیب اعدا حضرتِ والا کا مزاج زیادہ ناساز ہے، اسلئے مین پریشان ہو کر جا رہا ہون۔ خیر ہملوگ ۳ اگست ۱۹۳۶ء کو ۲ بجے دن کے قریب

تھانہ بھون پہونچے۔ لیکن کسطرح؟ مضطرب، بے چین، پریشان حال اور بد حواس۔ خدا کا شکر ہے کہ خانقاہ شریف پہونچکر معلوم ہوا کہ حضرت والا کا مزاج اقدس اب بحمد اللہ رو بصحت ہے۔ حضرت والا ظہر کے وقت خانقاہ تشریف لاتے ہیں، مگر ڈولی پر، اور اپنے خدام کو زیارت سے مشرف فرماتے ہیں۔ اس سے ذرا سا سکون ہوا۔

ظہر کے وقت حضرت اقدس مدظلہم العالی اپنے معمول کے مطابق صرف اپنے مشتاقین اور خدام کو مطمئن فرمانے کیلئے باوجود انتہائی ضعف و نقاہت کے تشریف لے آئے، اور ہمیشہ کی طرح مجلس کو اپنے فیوض و برکات سے مالامال فرمایا۔ ہاں اتنا ضرور تھا کہ ضعف زیادہ معلوم ہو رہا تھا، چہرۂ انور پر اضمحلال کے آثار نمایاں تھے، دیر تک یا زیادہ بات کرنے میں تکلیف محسوس ہوتی تھی، مگر پھر بھی ضرورت کے وقت کلام و خطاب ہوتا تھا۔ ملفوظات کا سلسلہ جاری تھا، خطوط کا مختصر جواب خود تحریر فرماتے تھے، ہر نئے آنے والے سے مصافحہ ہوتا تھا، خیریت بھی دریافت فرماتے جاتے تھے، دریافت کرنے پر اپنے مزاج کی حالت بھی اختصار کے ساتھ بیان فرما دیتے تھے، ہر کام معمول کے مطابق ہو رہا تھا، کسی معمول میں ذرا سا بھی فرق نہ تھا، اس ہمت اور اس کیفیت کو دیکھکر اہل مجلس پر عجیب اثر تھا، بیساختہ صحت و عافیت و افزونیٔ حیات کی دل سے دعائیں نکلتی تھیں، اور ہر ایک اپنی حالت میں محو تھا۔ اسی دن یعنی ۱۳ اگست ۱۹۴۳ء کو تین بجے دن کی گاڑی سے جناب مولوی محمد عیسیٰ صاحب بی اے پنشنر پروفیسر الہ آباد یونیورسٹی اور جناب خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری بی اے مجذوب انسپکٹر مدارس الہ آباد، خلفائے حضرت اقدس مدظلہم العالی تھانہ بھون آکر حاضر خانقاہ ہوئے۔ غرض آج کے آنیوالوں اور پہلے سے آئے ہوئے اصحاب کیوجہ سے خانقاہ شریف میں ایک اچھا خاصہ مجمع ہو گیا۔

اس وقت تک جناب حکیم محمد مصطفےٰ صاحب میرٹھی کا علاج ہو رہا تھا، اور جناب حکیم صاحب بڑے خلوص و محبت سے مصروف علاج تھے، لیکن جسقدر فائدہ حکیم صاحب کے علاج سے ہو چکا تھا، اس کے آگے نہیں بڑھتا تھا، حکیم صاحب برابر کوشاں تھے، مگر صحت میں کافی ترقی نہیں پاتے تھے، بلڈ پریشر کو نہیں جانتے تھے، اور نہ اسکے علاج سے واقف تھے، پہلے ہی سے حضرت والا کے اعزہ کا خیال تھا کہ تھانہ بھون سے کسی دوسری جگہ لیجا کر تشخیص اور علاج ہونا چاہئے، کوئی سہارنپور لیجانے کی رائے دیتا تھا، اور حکیم صاحب نیز بہت سے لوگ میرٹھ لیجانے کیلئے عرض کر رہے تھے، حضرت والا کی طبیعت کا رجحان بھی میرٹھ کی طرف تھا، مگر خدام نے جب کل حالات معلوم کر لئے اور میرٹھ یا سہارنپور لیجانے کے ارادے سے واقف بھی ہو گئے، تو سب نے یکجا ہو کر

ہر پہلو پر نظر کر کے تبادلۂ خیال کیا، بالاتفاق یہ طے ہوا کہ میرٹھ یا سہارنپور لیجانا مناسب نہین ہے، وہان نہ کوئی معروف و مشہور ڈاکٹر ہے، نہ خاص صاحب کمال طبیب، اُسکے بعد دوسرے مقامات کے نام لئے گئے آخر متفقہ طور پر یہ طے پایا کہ لکھنؤ لیجانا چاہئے، وہان میڈیکل کالج بھی ہے، ہر طرح کے ماہر اور کامل فن ڈاکٹر موجود ہین، ہر قسم کے آلات دستیاب ہوسکتے ہین۔ اطباء کا لکھنؤ مخزن ہے، نہایت نامور حاذق اور استاد فن اطباء وہان ہین، وہ لوگ بلڈ پریشر اور اُس کے علاج سے بھی واقف ہین۔ اس کے علاوہ وہان ایسے جان نثار خدام بھی موجود ہین جنکی وجہ سے کسی قسم کی تکلیف حضرت والا کو ہو ہی نہین سکتی۔ اِس باہمی تجویز کے بعد سب اہلِ شورہ حضرت اقدس کی خدمت عالی مین حاضر ہوئے، جنمین جناب مولوی شبیر علی صاحب، جناب مولوی محمد عیسیٰ صاحب، جناب خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب، جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری، جناب مولوی عبد الباری صاحب ندوی، مولوی عبد الحمید صاحب تحصیلدار پنشنر، مولوی محمد حسن صاحب مالک انوار بک ڈپو لکھنؤ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہین۔ اِن حضرات کے ساتھ یہ خادم وصل بھی شریک تھا۔ غرض حضرت والا سے اِس مشورے اور رائے کا اظہار نہایت ادب کے ساتھ کیا گیا، حضرتِ والا نے کمال شفقت سے ان امور پر غور فرماتے ہوئے کہ لکھنؤ مین میڈیکل کالج اور طبیہ کالج موجود ہین، ڈاکٹری اور یونانی دونون علاج آسانی سے ہوسکتے ہین، اور اپنے خدام لکھنؤ کی وجہ سے ہر قسم کی آسانی وہان ممکن ہے۔ منظور فرمایا۔ اور ارشاد کیا کہ میرے ساتھ دونون گھر مین اور دوسرے متعلقین بھی ہونگے، تاکہ کافی آرام مل سکے، چنانچہ اس متفقہ مشورے اور منظوری کے بعد طے پایا کہ مولوی محمد حسن صاحب مالک انوار بک ڈپو لکھنؤ۔ نیز یہ خادم دونون لکھنؤ جائین ڈاکٹرون اور طبیبون سے مشورہ کرین، بالخصوص اطباء سے دریافت کر کے مطلع کرین کہ وہ بلڈ پریشر سے واقف ہین یا نہین اور اسکا علاج بھی کرسکتے ہین یا نہین ؟

قیام کیلئے دو اصحاب نے اپنی درخواستین پیش کین۔ کہ میرے غریب خانے کو یہ شرف عطا فرمایا جائے اُن مین ایک مولوی عبد الباری صاحب ندوی، دوسرے مولوی محمد حسن صاحب مالک انوار بک ڈپو لکھنؤ تھے۔

حضرتِ والا نے مناسب یہی سمجھا کہ شہر مین قیام کیا جائے، اور اس کے لئے مولوی محمد حسن صاحب کا مکان موزون تھا، مولوی عبد الباری صاحب کا مکان شہر سے باہر اور دُور تھا، اور علاج کیلئے وہ تمام آسانیان جو شہر مین حاصل ہوسکتی تھین۔ شہر کے باہر ممکن نہین۔

اِن امور کے طے ہو جانے کے بعد مولوی محمد حسن صاحب اور یہ راقم الحروف ۵ اگست ۱۹۳۸ء کو بروز جمعہ

تین بجے دن کی گاڑی سے لکھنؤ جانے کیلئے سہارنپور روانہ ہوگئے۔ مولوی عبدالحمید صاحب پنشنر تحصیلدار بھی ہملوگون کے ساتھ ہی واپس ہوئے، ۸ر اگست ۱۹۳۶ء کی صبح کو ہملوگ لکھنؤ پہونچے، اور اپنے اپنے مکانون پر اسباب رکھکر مین اور مولوی محمد حسن صاحب سب سے پہلے جھوائی ٹولہ جناب شفاء الملک حکیم عبدالحمید صاحب سے مشورہ کرنے گئے، حکیم صاحب موصوف بالطبع بیحد خلیق، نیک مزاج، نہایت ہمدرد، ذی مروت، اور ہر ایک کی خدمت کرنے پر ہر وقت آمادہ رہنے والی ہستیون مین سے ہین، اور حضرت والا سے تو اُن کو ہمیشہ سے خاص محبت وعقیدت ہے، یہان تک کہ حضرت کی خدمت بابرکت مین تھانہ بھون بھی حاضر ہوئے ہین۔ ہملوگ جس وقت مطب مین پہونچے ہین، حکیم صاحب تشریف نہین رکھتے تھے، تھوڑی دیر انتظار کیا، حکیم صاحب تشریف لے آئے۔ مفصل حال بیان کیا، اور رائے پوچھی، جناب حکیم صاحب نے انتہائی مسرت کیساتھ فرمایا کہ بھلا میری قسمت کہان، کہ مین ایسی بزرگ ترین ہستی کی خدمت کرسکون، ایسی خدمت میرے لئے باعث افتخار وسعادت ہے۔ حضرتِ والا کی خدمتِ اقدس مین لکھدیا جائے کہ تشریف لے آئین، مین ہر طرح خدمت کیلئے حاضر ہون، لکھنؤ مین جس طبیب یا جس ڈاکٹر کیلئے رائے ہوگی مین خود اُس کو لاکر دکھانے کا ذمہ وار ہون رہگیا۔ بلڈ پریشر کا معاملہ، ہملوگون کو اس سے بہت سابقہ رہتا ہے، اُسکا علاج کرتے ہین۔ یہانتک کہ ایسے مریض ڈاکٹرون کے علاج سے مایوس ہوکر خدا کے فضل سے ہملوگون کے علاج سے صحتیاب ہوتے ہین، آپ لوگ فوراً حضرتِ والا کو اطلاع دیدین اور میری خدمات کی طرف سے مطمئن کردین۔

اس گفتگو کے بعد ہملوگ واپس آئے، اور مسلم دیسی اسٹور مین بیٹھکر جہان مولوی محمد حسن صاحب منتظر ہین، مین نے حکیم صاحب سے جو گفتگو ہوئی تھی وہ جناب مولوی شبیر علی صاحب کو لکھکر بھیجدی۔ جناب موصوف نے حضرتِ والا سے استمزاج کے بعد تحریر فرمایا کہ ہملوگ ۱۱ اگست ۱۹۳۶ء کو شام کی گاڑی سے لکھنؤ پہونچین گے، قیام وغیرہ کا انتظام درست رہنا چاہیے۔

جناب مولوی محمد حسن صاحب نے اپنے مکان کو جو مولوی گنج مین واقع ہے، حضرتِ والا کے آرام اور مستورات کی آسائش کے لحاظ سے درست کرادیا۔ اس طرح پر کہ باہر کے دروازے سے جب اندر داخل ہوتے ہین تو مختصر سا صحن اور اُسکے بعد ایک بڑا ہال ہے، ہال مین فرش، اور مسہری وغیرہ بچھاکر اُسکو خاص حضرتِ والا کے آرام کے لئے مخصوص کردیا تھا۔ وہ بھی اس طرح کہ جب چاہین اُس کو مردانہ رکھین اور جب چاہین، پردہ ہوجائے اور مستورات آجائین۔ ہال کے دکن کی طرف اس کا برآمدہ جو بہت وسیع تھا

حضرتِ والا کے متعلقین کے لئے خالی کر دیا تھا، باہر والے دروازے کے اندر مختصر سے صحن میں خاص حضرتِ والا کے لئے ٹٹیاں لگا کر استنجا خانہ بنوا دیا تھا، اور صحن کو صاف و ہموار کرا دیا تھا تاکہ حضرت والا اگر چاہیں تو یہاں بھی شب کو آرام فرما سکتے ہیں۔ مکان کے دوسرے کمروں اور صحن کو مولوی محمد حسن صاحب نے اپنے اہل و عیال وغیرہ کے واسطے اسطرح تجویز کر لیا تھا کہ ضرورت میں حضرت والا کے یہاں کی مستورات بھی استعمال کر سکیں۔ ہال کے بالاخانے پر جناب مولوی شبیر علی صاحب مولوی جمیل احمد صاحب اور بھائی نصیر احمد صاحب کیلئے انتظام تھا۔

غرض مکان جس حالت میں بھی تھا حضرتِ والا کی آرام کے مطابق درست کرا دیا گیا تھا۔ اور اس کا لحاظ رکھا گیا تھا کہ حضرتِ والا کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے پائے۔

یہاں سے اطلاع پاتے پر تھانہ بھون میں لکھنؤ روانہ ہونے کی تیاری ہو گئی، ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۰ اگست ۱۹۳۳ء کو ۳ بجے دن کی گاڑی سے روانگی اور شام کو سہارنپور پہونچنا ہوا، حضرتِ والا کے ہمراہ جناب مولوی شبیر علی صاحب، دونوں پیرانی صاحبہ مدظلہما، مولوی جمیل احمد صاحب، انکی اہلیہ، انکی دونوں صاحبزادیاں تھیں۔ اور اندر کی خدمت کیلئے ایک لڑکا ملازم عبدالمجید بھی تھا، بھائی نصیر احمد صاحب اور قاری شاہ محمد صاحب بھی ساتھ میں تھے۔ ان دس افراد کے علاوہ جناب پیرجی ظفر احمد صاحب، ڈپٹی علی سجاد صاحب، اور مولوی عبدالباری صاحب ندوی بھی مع اپنے اہل و عیال کے رفیق سفر تھے۔

سہارنپور میں چھوٹی لائن کے اسٹیشن پر مولوی فیض الحسن صاحب رئیس سہارنپور، حامد علی صاحب، محمود علی صاحب، احمد علی صاحب اور بہت سے اصحاب موجود تھے۔ شاہ زاہد حسین صاحب کے موٹر پر حضرتِ والا مع متعلقین کے سوار ہوئے اور لاری پر دیگر اصحاب اور اسباب، حضرتِ والا کے لئے موٹر پلیٹ فارم پر ڈبے کے پاس لگا دیا گیا تھا۔ حضرتِ اقدس اپنے بھتیجے محمود علی صاحب کے یہاں تشریف لیگئے اور وہیں قیام فرمایا۔ اور دیگر اصحاب نے شاہ زاہد حسین صاحب رئیس بھٹ کی کوٹھی پر۔

تھانہ بھون میں جناب مولوی محمود الحق صاحب حقی بی اے ایڈوکیٹ کے صاحبزادے حافظ مولوی بزار الحق سلمہ بھی حاضر تھے، وہ بھی حضرتِ والا سے اجازت لیکر ہمراہیوں میں شامل ہو گئے۔

۱۱ اگست ۱۹۳۳ء کو لکھنؤ کی روانگی تھی، اس وقت بھی موٹر وں کا انتظام تھا، حضرتِ والا کیلئے موٹر پلیٹ فارم پر ڈبہ کے قریب لگا دیا گیا تھا، ۹ بجکر ۱۰ منٹ پر طوفان اکسپرس سے روانگی ہوئی، خدام نے عرض کیا کہ سکنڈ یا انٹر کلاس کا

ٹکٹ لے لیا جائے۔ دن بھر کا سفر ہے۔ تیسرے درجہ مین تکلیف ہوگی، لیکن حضرت والا نے ناسازیِ مزاج، ضعف اور تکان کے باوجود کسی طرح منظور نہین فرمایا، بلکہ حسبِ معمول تیسرے درجہ کو پسند فرمایا، گو حضرتِ والا کے آرام کیلئے جگہ بنائی گئی تھی، مگر درجہ مین مسافرون کی کثرت تھی، راستے بھر حضرتِ والا اپنے ملفوظات سے لوگون کو مستفیض فرماتے رہے، ایک ٹکٹ کلکٹر صاحب نے بغیر اس لحاظ کے کہ حضرتِ والا کا مزاج ناساز ہے، کمزوری ہے، تکان ہے، نہ معلوم کتنے سوال کر ڈالے۔ اور حضرتِ والا اپنے اخلاق وکرم سے برابر جواب دیتے رہے، جس کی وجہ سے دماغ پر بہت اثر ہوا، تکان مین زیادتی ہوگئی، ریل پر ظہر اور عصر کی نمازین اپنے اپنے وقت پر جماعت سے ہوئین، اور راستہ بڑے لطف اور خیر وخوبی سے طے ہوگیا۔

لکھنؤ اسٹیشن پر گاڑی ½ ۵ بجے شام کو پہونچی، سید منظم علی صاحب بیرسٹر خلف خان بہادر حاجی سید اعجاز علی صاحب ریٹائرڈ کلکٹر وحال وزیر ریاست خیرپور میر (سندھ) اپنا موٹر لئے موجود تھے، یہ خادم بھی جناب منشی سید اعزاز رسول صاحب۔ ام، ال، اے تعلقدار سندیلہ ضلع ہردوئی کا موٹر لئے حاضر تھا، مولوی محمد حسن صاحب اُن کے بھائی اور صاحبزادگان، جناب حاجی حقداد خان صاحب (خلیفہ حضرت والا) اُنکے صاحبزادے حکیم سمیع اللہ خان صاحب، مولوی عبد الحمید صاحب پنشنر تحصیلدار اُن کے صاحبزادگان حبیب الرحمن صاحب و محبوب الرحمن صاحب نیز حسن احمد صاحب اور بہت سے لوگ حاضر تھے۔ اسکا لحاظ رکھا گیا تھا کہ مجمع نہ ہونے پائے، مگر تھوڑا بہت مجمع باوجود اخفا رکے ہو ہی گیا، خود جناب شفاء الملک حکیم عبد الحمید صاحب اپنی غایت محبت وعقیدت سے پلیٹ فارم پر ہمہ تن چشم انتظار تھے۔ حضرتِ والا کے لئے پالکی اور مستورات کے لئے ڈولیان پلیٹ فارم پر موجود تھین۔ مغرب کا وقت بالکل قریب تھا کہ گاڑی پلیٹ فارم پر آگئی، حضرت والا مع اپنے ہمراہیون کے گاڑی سے پلیٹ فارم پر تشریف لائے، ضعف بہت تھا، زائرین کو مصافحے سے روک دیا گیا تھا، مگر جناب شفاء الملک صاحب نے بڑھ کر مصافحہ کر ہی لیا، حضرت والا نے پہچانا نہین، تعارف کرایا گیا۔ حضرتِ اقدس کو بیحد مسرت ہوئی۔ اور اُن کے اسٹیشن تک آنے اور اسقدر تکلیف کرنے کی وجہ سے بیحد متاثر ہوئے۔ مستورات کو جناب مولوی شبیر علی صاحب نے اُتارا، اور ڈولیون مین بٹھا کر سید منظم علی صاحب کے موٹر پر سوار کیا، حضرتِ والا پلیٹ فارم کے باہر پالکی پر تشریف لائے، اور سید اعزاز رسول صاحب کے موٹر پر قدم رنجہ فرمایا، مولوی محمد حسن صاحب وغیرہ بھی ساتھ مین بیٹھ گئے، پہلے حضرتِ والا کا موٹر روانہ ہوا، بعد کو مستورات کا، جن کے ہمراہ بھائی نعیم احمد صاحب تھے۔ تانگون پر اسباب اور جناب مولوی شبیر علی صاحب

تھے۔ اور یہ خادم۔ غرض مولوی گنج مولوی محمد حسن صاحب کے مکان پر پہونچکر نمازِ مغرب ادا کی۔ شب کے کھانے کا انتظام مولوی محمد حسن صاحب نے کیا تھا۔ عشار کی نماز پڑھکر کھانا کھایا گیا۔ اسکے بعد پلنگ پر تشریف لیگئے اور وہ شب آرام سے گزر گئی۔

ڈپٹی علی سجاد صاحب مع متعلقین اور جناب پیر جی ظفر احمد صاحب کے اپنے بھائی کے یہاں اور مولوی عبد الباری صاحب مع متعلقین اسٹیشن ہی سے براہ راست اپنی کوٹھی پر ڈالی گنج تشریف لیگئے۔ نیز عزیزی حافظ مولوی ابرار الحق سلمہ میری قیام گاہ پر ۹ قیصر باغ لکھنؤ آگئے۔

دوسرے روز یعنی ۱۲ اگست ۱۹۳۸ء کی صبح کو بھی کھانا مولوی محمد حسن صاحب کے یہاں تناول فرمایا مگر شام سے حضرتِ والا نے اپنے کھانے کا خود انتظام فرمایا، اور باوجود مولوی محمد حسن صاحب کے مخلصانہ اصرار کے اُن پر بار ڈالنا یا اُن کو اسقدر تکلیف دینا منظور نہیں فرمایا۔

حضرتِ والا کی تشریف آوری کی خبر رات ہی بھر مین عام ہوگئی، اور صبح ہی سے عقیدتمندون اور مخلصین کا مجمع شروع ہوگیا، لیکن حضرتِ والا ناسازیٔ مزاج کی وجہ سے نہ مل سکے، آٹھ اور نو بجے کے درمیان جناب شفار الملک حکیم عبد الحمید صاحب مع جناب حکیم عبد المعید صاحب اور جناب حکیم کمال الدین صاحب کے تشریف لائے۔ ہر ایک نے نہایت محبت اور عقیدتمندانہ طریقے سے دیکھا۔ اور قارورے کی جانچ اور ڈاکٹر کی رائے حاصل کرنے تک اظہارِ تشخیص اور علاج کو موقوف رکھا۔

ڈاکٹر عبد الحمید صاحب پروفیسر میڈیکل کالج لکھنؤ کو اس خادم نے تھانہ بھون سے آتے ہی حضرتِ والا کی تشریف آوری در سبب وغایت کی اطلاع کردی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کو زمانہ دراز سے حضرت سے خصوصیت حاصل ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے والد ماجد شیخ محمد عالم صاحب مرحوم وکیل ورئیس قنوج حضرت والا سے قدیم بیعت کرنیوالون مین سے تھے۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنی حاضری اور خدمت کو موجب برکت وسعادت خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ جب حضرتِ والا تشریف لائین مجھے مطلع کردیا جائے۔ مین ہر طرح ہر خدمت کو حاضر ہون۔

چنانچہ ۱۲ اگست ہی کو اس خادم نے خود جاکر ڈاکٹر صاحب کو اطلاع کردی۔ اور وہ فوراً حضرتِ والا کی خدمتِ اقدس مین آگئے۔ ہر حیثیت سے معائنہ اور امتحان کیا، بلڈ پریشر کا آلہ لگایا۔ بلڈ پریشر صرف ۸۰ تھا بیان کیا کہ بلڈ پریشر اتنا ہے کہ گویا بالکل ہی نہیں۔ اور دوسرے روز پھر تشریف لانے اور انگلی سے خون لینے کو کہا

اُسی روز پیشاب جانچ کیلئے بھیجا گیا۔ ڈاکٹر پاشا صاحب نے (جو ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد صاحب ممبر وائسرائے اسمبلی و سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے خویش ہین اور نہایت ہی ہمدرد و مخلص) خصوصیت و توجہ کے ساتھ جانچ کی۔ یہ دن جمعہ کا تھا حضرت والا نے مسجد ہین ڈولی ہین جاکر نماز جمعہ ادا کی۔

۱۳ اگست کو شنبہ کے روز دوبارہ پیشاب کی جانچ ہوئی اور ڈاکٹر پاشا صاحب نے کامل اطمینان کرنے پر نتیجہ کا پرچہ دیدیا۔

۱۴ اگست کو یکشنبہ کے دن جناب ڈاکٹر عبدالحمید صاحب نے آکر انگشت شہادت سے خون لیا۔ اور قارورہ بھی خود جانچنے کے لئے اپنے ہمراہ لیگئے۔ شام تک جانچ کا نتیجہ بھیجدیا۔ پیشاب یا خون مین کوئی خرابی نہین پائی دوشنبہ ۱۵ اگست ۱۹۳۸ء کو حکیم صاحبان نے یکجا ہوکر خرابی معدہ۔ ضعف اعصاب و کمزوری دماغ تشخیص کیا۔ اور جناب شفاء الملک صاحب نے نسخہ تحریر فرمایا۔

ڈاکٹر عبدالحمید صاحب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ دانتون مین پائریا کا مادہ موجود ہے۔ بہتر ہے نکلوا دئے جائین اور اسکے لئے خان بہادر ڈاکٹر ظہور احمد علی شاہ صاحب جو لکھنؤ کے مشہور تجربہ کار اور قابل دندان ساز ہین بہت موزون ہین اُن کو دکھایا جائے۔ اور بھی اطمینان ہوجائے گا۔ ڈاکٹر شاہ صاحب اس خادم کے قدیم کرمفرما ہین اور نہایت پکے مسلمان۔ کمال خلیق اور ہمدرد۔ مین ان کی خدمت مین گیا۔ اُنھون نے حضرت والا کی خدمت کو سعادت دارین خیال کیا۔ اور خود آکر دانتون کی جانچ کی۔ پائریا بتایا اور دانت نکالنے اور بنانے کی خدمت کیلئے اپنے کو پیش کیا۔ لیکن حکیم صاحبان، ڈاکٹر عبدالعلی صاحب اور دیگر اہل شوریٰ نے دانت نکلوانے سے اختلاف کیا، اسلئے ڈاکٹر شاہ صاحب سے معذرت کردی گئی۔ اس کے بعد اُنھون نے ڈاک کے ذریعے سے خط بھیجکر دوبارہ یاددہانی کی۔ مگر حضرت والا نے اُن کی ہمدردی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اُسکو ملتوی فرمادیا۔ اور جناب شفاء الملک صاحب کے پیش کردہ منجن کا استعمال تجویز ہوا۔

اول ہی روز سے دوا کا کُل اہتمام حکیم سمیع اللہ خان صاحب ابن جناب حاجی حمد اللہ خان صاحب کے ہاتھ مین رہا۔ جو حضرت والا کے لکھنؤ کے قیام تک بروقت تیار کرکے پیش کرتے رہے۔ اور اس تکلف اور نفاست کے ساتھ کہ اُس کو دیکھتے ہی طبیعت مین اُس کے استعمال کرنے کی رغبت پیدا ہونے لگتی تھی۔ چنانچہ حضرت والا نے متعدد بار فرمایا کہ اس نفاست کو دیکھکر بغیر ضرورت بھی دوا کے استعمال کرنے کو بھی جی چاہتا ہے۔

ہمیشہ سے حضرت والا کے معمولات میں ہے کہ جس طبیب کا علاج شروع فرماتے ہیں اور جبتک اُسکا علاج جاری رہتا ہے، نہ دوسرے سے مشورہ لیتے ہیں اور نہ کسی اور کا نسخہ استعمال میں آتا ہے، اُسی کی ہدایت کی پابندی کی جاتی ہے اور اُسی کی تجویز پر عمل ہوتا ہے۔ نہ کبھی خود ذرا دخل دیتے ہیں نہ کوئی اور دخل دے سکتا ہے۔ چنانچہ جب جناب شفاء الملک صاحب نے نسخہ تحریر فرمایا اُسوقت میرے سامنے جناب شفاء الملک صاحب نے حضرت والا کے حضور میں نسخہ پیش کر کے عرض کیا، کہ جناب بھی اسکو ملاحظہ فرمالیں۔ حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا، کہ میں کبھی معالج کی رائے میں دخل نہیں دیتا۔ اور نہ کسی اور کو دخل دینے دیتا ہوں۔ ہاں اگر ایسے ہی آپکا حکم ہے تو میں آنکھ بند کر کے نسخہ دیکھ لیتا ہوں۔ غرض جناب شفاء الملک صاحب کی ہر ہدایت پر نہایت سختی کے ساتھ برابر عمل ہوتا رہا۔ اور اس وقت تک جاری ہے۔ جو دوا تجویز کی گئی اور جو دوا بتائی گئی وہی استعمال میں رہی اور آج تک ہے۔ کبھی جناب شفاء الملک صاحب کی رائے کے بغیر اپنی یا کسی اور کی رائے سے کبھی کوئی رد و بدل نہیں فرمایا۔ یہاں تک کہ جناب حکیم محمد مصطفےٰ صاحب میرٹھی سلمہ جو ہمیشہ سے حضرت والا کے معالج رہے ہیں، اور لکھنؤ آنے سے پہلے انھیں کا علاج رہا، حکیم سمیع اللہ خان صاحب کو لکھنؤ خط لکھا کہ جناب شفاء الملک صاحب کی تشخیص و تجویز مجھے لکھکر بھیجدیجئے۔ وہ خط حضرت والا کے ملاحظے سے گزرا، حضرت والا نہایت ناراض ہوئے اور حکیم سمیع اللہ خان صاحب سے فرمایا کہ اُنکو لکھدیجئے کہ یہ امر میرے مزاج کے بالکل خلاف ہے، آپکا پوچھنا گویا میرا ہی پوچھنا ہے۔ اسپر جناب حکیم محمد مصطفےٰ صاحب نے بہت معافی مانگی اسکے بعد ابھی رمضان المبارک سے پہلے حضرت والا کی لکھنؤ سے واپسی کے بعد جناب حکیم صاحب میرٹھ سے تھانہ بھون حاضر ہوئے تو کئی روز تک نبض و قارورہ دیکھتے رہے اور لکھنؤ کی تشخیص و تجویز کو معلوم کرنا چاہا۔ حضرت والا اپنے کمال اخلاق اور اُن کے اخلاص و محبت و ہمدردی کی وجہ سے برابر نبض دکھاتے۔ قارورہ دکھاتے اور مزاج کی کیفیت بیان فرماتے رہے، لیکن جب حکیم صاحب موصوف نے اپنی تشخیص اور رائے کا اظہار کرنا چاہا اُسوقت حضرت والا کو بیحد ناگوار ہوا اور نہایت نرم اور محبت آمیز لہجے میں ممانعت فرمائی اس کا اثر حضرت والا پر کئی روز رہا۔ حالانکہ جناب حکیم صاحب نے جو کچھ بھی کہا وہ اپنی ہمدردی، خلوص اور نیک نیتی سے، لیکن دوسرے کے علاج کی حالت میں اتنا دخل بھی حضرت والا نے پسند نہیں فرمایا۔

غرض دوشنبہ ۱۵ اگست ۱۹۴۲ء سے جناب شفاء الملک حکیم عبدالحمید صاحب کا باقاعدہ علاج شروع ہوا، خدا کے فضل سے صحت میں روز بروز ترقی ہوتی گئی۔ حکیم صاحب موصوف کی ہدایت کے

موافق روزانہ علی الصباح موٹر پر تشریف لیجاتے تھے اور کسی میدان میں موٹر کو رکوا کر ایک گھنٹہ مشی فرماتے تھے۔ موٹر میں حضرت والا کے ساتھ حکیم سمیع اللہ خان صاحب، مولوی محمد حسن صاحب اور مولوی جمیل احمد صاحب ہوتے تھے۔ جناب شفاء الملک صاحب نے اپنی خاص محبت سے موٹر کا بھی انتظام کر دیا تھا اور جناب چودھری خلیق الزمان صاحب بی اے ال ال بی۔ ایم ایل اے۔ ایڈووکیٹ وچیرمین میونسپل بورڈ لکھنؤ کا موٹر روزانہ صبح کو آتا تھا اور حضرتِ والا مختلف میدانوں میں تشریف لیجا کر کم و بیش ایک گھنٹہ مشی فرماتے تھے۔

حضرتِ والا کی تشریف آوری کی خبر سنکر پہلے ہی روز سے مجمع کی کثرت ہونے لگی، حضرتِ والا کی طبیعِ مبارک اسکی متحمل نہیں تھی، اور جناب شفاء الملک صاحب نیز دیگر اطباء نے ملاقات کی ممانعت کر دی تھی، لیکن حضرتِ والا نے انکی اجازت سے اتنی ترمیم فرما دی تھی کہ جن سے بے تکلفی ہے وہ اپنی اطلاع کر دیں، اگر میری طبیعت چاہے گی، بلاؤں گا۔ ورنہ معذرت کر دوں گا، چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا، مگر مجمع نے اسقدر پریشان کیا کہ مجبور ہو کر حضرتِ والا کو حسب ذیل اعلان نکالنا پڑا:۔

اعلانِ ضروری

بخدمت ناظرینِ اعلان۔ السلام علیکم

میرا یہ سفر، علالت کے سبب، معالجہ و راحت کی غرض سے ہوا ہے، میری موجودہ حالتِ ضعف میں اطباء اور ڈاکٹروں نے باتفاق زیادہ ملاقات کرنے اور زیادہ بات چیت کرنے سے بتاکید منع کیا ہے۔ اور میں خود بھی طبیعت میں اسکا تحمل نہیں پاتا۔ البتہ قلیل کی اجازت دی ہے۔ اور اس قلیل و کثیر کی تفریق اپنی طبیعت کے رنگ سے میں خود ہی کر سکتا ہوں۔ سو میں نے یہ تجویز کی ہے کہ جن صاحبوں کے ساتھ پہلے سے تعلقات کے خصوصیات ہیں، اُن سے ملاقات اور بات چیت کروں گا۔ بقیہ حضرات سے عذر کر دوں گا۔ اسلئے میں نے عام ملاقات بالکل بند کر دی ہے۔ اور سب حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ جن حضرات سے ملاقات سے عذر کر دیا جائے وہ بار بار درخواست کر کے دروازے پر کھڑے رہکر میری مجلس کو پریشان نہ کریں۔ کہ اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ اور یہ امر محبت کے خلاف ہے۔ اس اعلان کے ذریعے سے اسکی اطلاع کرتا ہوں۔

اشرف علی تھانوی بقلم خود

یہ اعلان عالی پنجشنبہ ، ۱۱ اگست ۱۹۳۰ء کو چسپاں کیا گیا تھا۔ اس علان کے بعد بھی دروازے پر مشتاقین اور زائرین کا مجمع برابر بڑھتا رہا ، لوگ اعلان پڑھتے تھے ، کچھ بگڑتے تھے ، کچھ خفا ہوتے تھے اور کچھ صبر سے کام لیتے تھے اور مایوس ہو کر چلے جاتے تھے۔

حضرتِ والا نے مخصوصین کو اجازت دیدی تھی ، لیکن وقت کی کوئی تعیین نہین تھی ، ایسا مجمع قیام گاہ کے باہر صبح نو بجے سے گیارہ بجے تک اور پھر پانچ بجے سہ پہر سے گھنٹہ بھر برابر رہتا۔ ان اوقات مین جب حضرت والا کے مزاج اقدس مین آتا ، بلا لیتے ، ورنہ سب نہایت خاموشی کے ساتھ حضرتِ والا کی مرضیِ عالی کو مقدم سمجھکر واپس چلے جاتے۔ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ دن بھر مین تین بار مجلس ہوتی ، کبھی دو بار اور کبھی ایک بار۔ اور کسیدن ایسا بھی ہوا کہ کسی وقت بھی مجلس نہین ہوئی۔

حضرتِ والا کے تشریف لانے کے بعد دو تین دن تک تو جناب مولوی شبیر علی صاحب اور بھائی نصیر احمد صاحب اُسی مکان کے بالاخانے پر مقیم رہے۔ لیکن جب دیکھا گیا کہ لوگون کا ہجوم بڑھ گیا ہے ، ہر شخص چاہتا ہے کوئی ایسا ہو جس سے کچھ پوچھ سکون۔ نیز باہر سے آنے والے خدام کے قیام کی کوئی جگہ نہ تھی۔ لہذا مولوی محمد حسن صاحب نے دوسرا بالاخانہ اُس مکان سے قریب لب سڑک کرایہ پر لیلیا اور جناب مولوی شبیر علی صاحب اور بھائی نصیر احمد صاحب اُس مین منتقل ہو گئے۔ حضرتِ والا کے ساتھ صرف مولوی جمیل احمد صاحب رہ گئے۔ اور پہلا بالاخانہ تھا مولوی جمیل احمد صاحب کے قبضے مین آگیا۔ جب حضرتِ والا کے مزاج کی حالت قابل اطمینان ہو گئی تو جناب مولوی شبیر علی صاحب مع بھائی نصیر احمد صاحب کے ۲۳ اگست ۱۹۳۰ء کو تھانہ بھون واپس تشریف لیگئے۔

حضرتِ والا اپنے ملازمین کو مکانون کی نگرانی کے لئے تھانہ بھون ہی مین چھوڑ آئے تھے۔ اور حاجی عبدالستار صاحب متوطن موضع بکھرا ضلع اعظم گڑھ کو جو اکثر حضرتِ والا کی ضرورت کے وقت نہایت خلوص محبت اور تندہی سے خدمت کیا کرتے ہین بلا لیا تھا ، جو حضرتِ والا کے لکھنؤ کے زمانہ قیام تک برابر مصروف خدمت رہے۔

اس سفر اور قیام لکھنؤ مین باستثنائے بعض ایام جن مین طبیعت بیحد ضعیف تھی ، حضرتِ والا کے کسی معمول مین فرق نہین آیا ، بجز اسکے کہ ہر نماز مسجد مین باجماعت ادا نہ ہو سکی مگر جمعہ اور کچھ دن کے بعد عصر و مغرب کی نماز برابر مسجد خواص مین ادا فرماتے رہے۔

جناب حکیم شفاءالملک صاحب روزانہ آٹھ اور نو بجے صبح کے درمیان تشریف لاتے تھے اور مزاجِ اقدس کی کیفیت دریافت کرکے جو ضروری ہدایت دینا ہوتی تھی دیکر تشریف لیجاتے تھے۔

جب حضرتِ والا کو کچھ قوت آگئی تو یہ معمول فرمایا کہ مسجدِ خواص مین عصر کی نماز کے وقت جاتے اور نمازِ مغرب پڑھکر واپس تشریف لاتے تھے۔ پہلے دن حضرتِ والا مسجدِ خواص مین جب تشریف لیگئے ہین اُسوقت مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی، حاضرین سے عرض کر دیا گیا تھا کہ مصافحے کی زحمت نہ فرمائین۔ کیونکہ اس سے بجائے راحت کے تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن مغرب کے بعد جب حضرتِ والا قیام گاہ پر تشریف لانے لگے تو لوگ چارون طرف کھڑے ہوگئے۔ حضرتِ والا کو بہت تکلیف ہوئی، اور فرمایا کہ اگر آپ حضرات کا یہی حال ہے تو کل سے مین نہین آؤن گا۔ لیکن الحمد للہ یہ مجمع اہلِ محبت اور اصحابِ فہم کا تھا دوسرے دن بجے حضرتِ والا کی خواہشِ گرامی کے مطابق تمام حضرات نے عمل کیا۔ نہ مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھائے۔ نہ واپسی کیوقت چارون طرف کھڑے ہوکر مجمع کیا نہ کسی قسم کا تکلف کیا اور نہ کسی قسم کی تکلیف دی۔ حضرتِ والا کے قلبِ مبارک پر اصحابِ لکھنؤ کی محبت، اُن کے خلوص اور اُن کی فہم و فراست کا خاص اثر ہوا۔ اور متعدد بار اس کا اظہار فرمایا۔

حضرتِ والا مسجد خواص مین نمازِ عصر پڑھکر اُس کے حجرے کے آگے جو پورب جانب تھوڑا سا صحن ہے رونق افروز ہوتے تھے۔ فرش کا انتظام تھا۔ وہین ڈاک آجاتی تھی، کوشش فرماتے تھے کہ مغرب تک ختم ہوجائے۔ اُسوقت مسجد بھری ہوتی تھی۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ مین کم از کم زیارت تو کرلون۔ ہر ایک کی کوشش تھی کہ نماز کے بعد فوراً حضرتِ والا کی نشست کے قریب کی جگہ لیلون تاکہ کچھ سنائی دے سکے۔ بعض تو دعا سے پہلے ہی وہان پہونچ جاتے تھے، اُسی وقت حضرتِ والا کے لئے حکیم سمیع اللہ خان صاحب بڑے اہتمام، تکلف اور بڑی نفاست کے ساتھ دوا لاتے تھے۔ اور حضرتِ والا استعمال فرماتے تھے۔ مغرب تک فیوض و برکات کا دریا موجزن اور ملفوظات کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا۔ سننے والے محو و بیخود ہوجاتے تھے اور اہلِ مجلس مست و سرشار۔

لکھنؤ مین حضرتِ والا کے قیام کے زمانے مین ہر طرف حضورِ والا کی تشریف آوری کے چرچے تھے ہر شخص کی تمنا تھی کہ کسی طرح مجلسِ اقدس میں باریابی ہو، حضور کی زیارت ہوتی رہے اور ملفوظاتِ عالیہ سے بہرہ اندوز ہونیکا موقع مل سکے مسجدِ خواص مین عام طور سے جمعہ کی نماز مین بھی اتنا مجمع نہین ہوتا تھا جتنا حضرتِ والا

کی تشریف آوری کی وجہ سے عصر و مغرب کی نماز کے وقت اور عصر کی نماز کے بعد سے مغرب کی نماز کے بعد تک ہوتا رہا۔ بلکہ مین نے دیکھا ہے کہ جگہ اور گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے لوگ آآکر واپس چلے جاتے تھے۔

حضرتِ والا نے گو لکھنؤ تشریف لانے کا اعلان نہیں ہونے دیا لیکن اسپر بھی دُور دُور اسکی اطلاع ہو گئی۔ بہت سے لوگون نے خطوط کے ذریعے سے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی جنکو منع کر دیا گیا۔ لیکن قریب کے مقامات سے بہت سے اصحاب سے نہ رہا گیا اور حاضر ہو ہی گئے۔ ان مین سے چند اصحاب کے نام جو یاد آ گئے درج ذیل ہین :۔

(۱) جناب مولانا محمد سلیمان ندوی عدمِ علم سفر کی وجہ سے حضرتِ والا سے ملنے کیلئے تھانہ بھون تشریف لیگئے اور جب علم ہوا کہ حضرت والا لکھنؤ مین تشریف فرما ہین۔ لکھنؤ تشریف لائے اور اپنی تمنا کو پورا کیا (۲) جناب مولوی عبد الماجد صاحب دریا آبادی کو حضرت والا سے جو حُسنِ عقیدت ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہین۔ مولوی صاحب ممدوح کئی بار آئے اور مستفید و مستفیض ہوئے۔ (۳) جناب مولوی محمد میانصاحب خلف جناب مولانا شاہ محمد حسین صاحب الٰہ آبادی رحمتہ اللہ علیہ (۴) جناب خان بہادر خواجہ عزیز الحسن غوری صاحب مجذوب بی اے انسپکٹر مدارس۔ الٰہ آباد۔ مجازِ بیعتِ حضرتِ اقدس مدظلہم العالی (۵) جناب مولوی عبد الغنی صاحب مہتمم مدرسہ روضتہ العلوم پھولپور، ضلع اعظم گڑھ مجازِ بیعتِ حضرتِ اقدس مدظلہم العالی (۶) جناب مولوی افضل علی صاحب متوطن تہلواڑہ ضلع بارہ بنکی۔ مجازِ بیعتِ حضرتِ اقدس مدظلہم العالی (۷) جناب حکیم کرم حسین صاحب سیتاپوری مجازِ بیعتِ حضرتِ اقدس مدظلہم العالی (۸) جناب مولوی رفیع الدین صاحب الٰہ آبادی مجازِ بیعتِ حضرتِ اقدس مدظلہم العالی (۹) جناب ماسٹر قبول احمد صاحب۔ سیتاپور۔ مجازِ بیعتِ حضرتِ اقدس مدظلہم العالی (۱۰) جناب ماسٹر ضامن علی صاحب سندیلوی مجازِ بیعتِ حضرتِ اقدس مدظلہم العالی (۱۱) جناب عبد الحی صاحب بی اے ال ال بی وکیل۔ حال ہومیوپیتھک ڈاکٹر جونپور مجازِ بیعتِ حضرتِ اقدس مدظلہم العالی (۱۲) حافظ محمد عمر صاحب کشوری مجازِ بیعت حضرت اقدس مدظلہم العالی (۱۳) حاجی عبد الغفور صاحب ٹانڈہ (۱۴) امداد اللہ صاحب کانپور (۱۵) مولوی ادریس صاحب اعظم گڑھی (۱۶) مولوی حکیم بہاؤ الدین صاحب ہردوئی (۱۷) شعیب احمد صاحب برادرِ جناب حافظ عبد الولی صاحب بہرائچ (۱۸) عبد الحفی صاحب خلف جناب حافظ عبد الولی صاحب بہرائچ (۱۹) محمد صفی صاحب خلف جناب حافظ عبد الولی صاحب بہرائچ (۲۰) جناب بشیر احمد صاحب پنشنر

سب رجسٹرار بنارس - اور حضرت والا کے مجازین صحبت - (۲۱) جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب ایم اے ال ال بی، وکیل پٹنہ (۲۲) جناب مولوی سید محمود الحق صاحب حقی بی اے ال ال بی ایڈووکیٹ ہردوئی (۲۳) جناب حافظ عبدالولی صاحب اسسٹنٹ منیجر ریاست کپورتھلہ بہرائچ (مع اہلیہ خادمہ) (۲۴) جناب مولوی انوار الحسن صاحب خلف حضرت محسن کاکوروی (۲۵) جناب منشی علی شاکر صاحب قانونگو (۲۶) جناب محمد نجم احسن صاحب وکیل پرتاب گڑھ (۲۷) جناب حافظ محمد طٰہٰ صاحب کورٹ انسپکٹر بلیا (۲۸) جناب مولوی عبدالصمد صاحب بنارسی مدرس کانپور (۲۹) جناب قاضی محمد مصطفیٰ صاحب پنشنر ڈپٹی کلکٹر بہدوئی بنارس

خاص لکھنؤ کے حضرات، یا وہ حضرات جو لکھنؤ میں کسی ضرورت سے آئے اور حضرت والا کی رونق افروزی کا حال سنکر حضرت اقدس سے آکر ملے، اُن کی تعداد بھی بہت کافی ہے، یہاں چند قابل ذکر اصحاب کے نام نامی جو اسوقت ذہن میں ہیں لکھے جاتے ہیں :-

(۱) جناب مولانا ابو السلم محمد اسلم صاحب فرنگی محلی (۲) جناب مولانا عنایت اللہ صاحب فرنگی محلی (۳) جناب مولانا صبغۃ اللہ صاحب فرنگی محلی (۴) جناب مولانا عبدالقادر صاحب فرنگی محلی (۵) جناب مولوی(ع) جمال میاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ خلف جناب مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ (۶) جناب مولانا عبدالشکور صاحب (۷) جناب مولوی عبدالرحیم صاحب برادر جناب مولانا عبدالشکور صاحب (۸) جناب مولوی محمد سعید صاحب خلف جناب مولوی فتح محمد صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (۹) جناب مولوی سید علی صاحب زینبی پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی (۱۰) جناب حاجی مولوی کرم علی صاحب ملیح آبادی (۱۱) جناب مولوی حاجی حافظ محمد واثق الیقین صاحب خلف جناب مولانا صادق الیقین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کرسی ضلع بارہ بنکی (۱۲) جناب مولوی محمد احمد صاحب کرسوی (۱۳) جناب مولوی سید محمد صاحب بلگرامی خلف جناب سید شاہ محمد زاہد صاحب بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ (۱۴) جناب بھولے میاں صاحب خلف جناب شاہ وارث حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ع ممدوح جس خلوص و محبت سے ملے ہیں اُسکا اثر حضرت اقدس کے قلب مبارک پر ہوا اور وہ بھی کافی اثر لئے بغیر نہیں رہ سکے۔ یہانتک کہ میں نے اپنے ایک دوست سے سنا اور اس کی تصدیق خود جناب مولوی جمال میاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سے ہوئی کہ جناب راجہ صاحب بہادر محمود آباد دام اقبالہ کی صحبت میں موصوف نے اس اثر اور بہت کچھ حضرت اقدس کی خوبیوں کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار کیا ۱۲ - منہ

(۱۵) جناب نواب حافظ سر احمد سعید خان صاحب بالقابہ (چھتاری) (۱۶) جناب نواب جمشید علیخاں صاحب (باغپت) جناب راجہ سید محمد مہدی صاحب (پیرپور) (۱۷) جناب راجہ سر اعجاز رسول خان صاحب بالقابہ جہانگیر آباد (۱۸) جناب سید اعزاز رسول صاحب ام ال لے سندیلہ (۱۹) جناب نواب محمد اسمٰعیل خان صاحب ام ال لے بیرسٹرایٹ لا میرٹھ - (۲۰) جناب سید حسن ریاض صاحب (۲۱) جناب عبدالوحید خان صاحب بی لے مولف کتاب آزادی کی جنگ (۲۲) جناب سید محمود حسن صاحب بی لے ال ال بی وکیل بہرائچ (۲۳) جناب مولوی محمد فاروق صاحب، ام لے، ام ال لے گورکھپور (۲۴) جناب مولوی محمد نسیم صاحب بی لے ایڈووکیٹ لکھنؤ (۲۵) جناب حاجی محمد اصطفےٰ خان صاحب مالک کارخانہ عطر اصغر علی محمد علی لکھنؤ (۲۶) جناب مولوی محمد اسحاق صاحب مینیجر کارخانہ عطر اصغر علی محمد علی لکھنؤ (۲۷) جناب چودھری نسیم اللہ صاحب برادر جناب چودھری نعمت اللہ صاحب پنشنر جج ہائی کورٹ الہ آباد - (۲۸) جناب شیخ احسان الرحمٰن صاحب قدوائی بیرسٹرایٹ لا لکھنؤ (۲۹) جناب شرافت اللہ خان صاحب شاہجہانپوری ڈپٹی کلکٹر (۳۰) جناب خان بہادر سید اعجاز علی صاحب - پنشنر کلکٹر و حال وزیر اعظم ریاست خیرپور (سندھ) (۳۱) جناب مولوی ستار بخش صاحب قادری رئیس بدایون - (۳۲) جناب خان بہادر رحمٰن بخش صاحب قادری پرسنل اسسٹنٹ ڈپٹی کمشنر لکھنؤ (۳۳) جناب چودھری حکیم بشیر احمد صاحب (۳۴) جناب سید احمد علی صاحب برادر سید حامد علی صاحب ڈپٹی کلکٹر اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ اپوائنٹمنٹ ڈپارٹمنٹ سکریٹریٹ لکھنؤ (۳۵) جناب حکیم ناصر الدین صاحب محلہ دوگوان لکھنؤ (۳۶) جناب محمد حبیب صاحب الہ آبادی عہدہ دار گورنمنٹ پریس لکھنؤ (۳۷) جناب مولوی ظفر الملک صاحب کاکوروی (۳۸) جناب مولوی حاجی محمد شفیع صاحب بجنوری (۳۹) جناب مولوی محمد ایوب صاحب نبیرۂ جناب مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ (۴۰) جناب مولوی عبدالقوی صاحب فانی پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی (۴۱) جناب مولوی عبدالباقی صاحب برادر جناب فانی ابنائے جناب مولوی عبدالعلی صاحب آسی مدراسی مرحوم (۴۲) محمد یوسف صاحب بجنوری ملازم دفتر پوسٹ ماسٹر جنرل لکھنؤ (۴۳) محمد یونس صاحب بجنوری ملازم محکمہ نہر لکھنؤ (۴۴) جناب مولوی امام الدین صاحب امام مسجد سبزی منڈی آگرہ (۴۵) جناب حاجی حکیم خواجہ شمس الدین صاحب (۴۶) جناب قاری عبدالمالک صاحب - اور اس کثرت سے حضرات تشریف لائے جن کے اسمائے گرامی کا یاد آنا بھی مشکل ہے - (۴۷) میرا چھوٹا بھائی سید مرتضیٰ حسین سلمہٗ اللہ کہ مقبول لطائف کو نذر دوبارہ ملی تھی جو حضرت اقدس کے خادموں میں داخل ہے حاضر ہو گیا تھا۔

جناب حکیم حافظ عبد المجید صاحب خلف جناب حکیم عبد الحفیظ صاحب مرحوم (جھوائی ٹولہ لکھنؤ) پر حضرتِ والا کی مجلسِ اقدس کی مختصر شرکت، حضرتِ والا کی گفتگو، حضرتِ والا کی تقریر، ملفوظات انہیں علمی، عارفانہ اور صوفیانہ نکات کا جسقدر اثر ہوا اُس کا جناب حکیم صاحب ممدوح نے متعدد بار ذکر فرمایا۔

بعض حضرات ایسے تھے کہ اگر وہ روزانہ شریکِ مجلس نہ ہوتے تو اُن کو صدمہ ہوتا، وہ کوشش کرتے تھے کہ جس طرح ممکن ہو روزانہ شریک ہون، گو عدیم الفرصتی سے مجبور رہوتے مگر پھر بھی وقت نکالکر برابر شرکت کرتے، انہین جناب مولوی عبد الباری صاحب ندوی اور جناب حکیم ڈاکٹر عبد العلی صاحب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ سب سے زیادہ متعدد پائے جاتے تھے، انکی بیتابی، ان کا شوق، انکی محبت، انکی عقیدت دیکھنے کے قابل تھی۔ مولوی محمد حسن صاحب مالک انوار المطابع کے یہان قیام ہی تھا اُن کا ہر بچہ، اُنکا ہر عزیز ہر وقت خدمت کے لئے موجود رہتا، مولوی مصطفےٰ حسن صاحب پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی برادر مولوی محمد حسن صاحب باوجود حضرتِ والا کی قیام گاہ سے دُور رہنے اور فرائضِ منصبی کے باعث عدیم الفرصت ہونے کے، جتنا وقت اُن کو مل سکتا یہین صرف کرتے، مولوی عبد الحمید صاحب پنشنر تحصیلدار مجازِ صحبت حضرت اقدس مدظلہم العالی کا مکان بھی یہاں سے ذرا فاصلے پر تھا لیکن وہ بیتابانہ وقت پر حاضری دیتے، اور میکدۂ عرفان سے خُم کے خُم پیکر واپس جاتے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ محبی سید محمود حسن صاحب بی اے ال ال بی ایڈووکیٹ بہرائچ جو نہایت خوش عقیدہ مسلمان، مسلمانون کے ہمدرد اور مسلم لیگ کے ایک سرگرم رکن ہین مدت سے متمنیِ زیارت تھے۔ اتفاق سے لکھنؤ آ گئے حضرتِ اقدس کی تشریف آوری کا حال سنا۔ مسجد خواص مین آکر شرفِ زیارت حاصل کیا۔ اُنکا حضرتِ والا سے تعارف بھی کرایا گیا جب وہ مجلس سے رخصت ہوئے ہین تو عجیب کیف و بیخودی ان پر طاری تھی مولانا رومؒ کا یہ شعر اُن کی زبان پر تھا ؎

یک زمانے صحبتے با اولیا — بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

یہ وہ اثرات ہین جو بیان مین نہین آسکتے۔

اس عرصے مین خدا کے فضل سے حضرتِ والا کی طبیعت بہت سنبھل گئی تھی، طاقت بھی آنے لگی تھی اور جو شکایتیں تھین اُن مین معتدبہ فائدہ ہو چلا تھا۔

جناب حاجی دلدار خانصاحب رئیس و تاجر کانپور جن کا ذکر اوپر آچکا ہے حضرتِ اقدس سے بہت

قدیم خادم ہین کئی بار کانپور سے لکھنؤ آئے اور مشرف بزیارت ہوئے اُن کا شروع ہی سے اصرار تھا کہ حضرتِ والا کانپور مین قیام فرمائین، وہین علاج ہو، یا علاج بدستور جاری ہے، اگر قیام کانپور مین ہو۔ لیکن جب یہ رائے قابلِ عمل نہ معلوم ہوئی۔ تو جناب خان صاحب نے حضرتِ والا سے درخواست کی کہ حضور چند دنون ہی کے لئے کانپور تشریف لیچلین، اور پندرہ برس کے بعد مشتاقین زیارت کو کامیاب بنائین۔ حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ اگر حکیم صاحب خوشی سے اجازت دین تو مین دو تین دن کے لئے چل سکتا ہون۔ لیکن مین خود اُن سے کوئی خواہش نہین کرون گا۔ آپ خود کہین، اور خود ہی اجازت لائین۔ جب اجازت آجائیگی تب دن، تاریخ مقرر ہو کر وہان چلا جائیگا۔

جناب حاجی دلدار خان صاحب اپنی دُھن کے پکّے، حضرتِ اقدس کے دالہ وشیدا، جھوائی ٹولہ جناب شفاء الملک صاحب کی خدمت مین گئے، اور کسی نہ کسی طرح سے اُن کو راضی کر کے اجازت لے آئے۔ چنانچہ طے پایا کہ حضرت والا شنبہ ۱۰ ستمبر ۱۹۳۸ء کو مع متعلقین کے کانپور تشریف لیجائین گے، یہ حال سنکر ہمارے محترم جناب خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؔ نے بہاپکے صاحب کی جانب سے جو اناؤ مین افسر خزانہ ہین مع انکی اہلیہ کے جو خواجہ صاحب کے بڑے بھائی صاحب مرحوم کی صاحبزادی ہین اور خواجہ صاحب کے خویش اور انکی صاحبزادی کے جو اسوقت اناؤ مین تھے درخواست پیش کی گئی کہ حضور والا کانپور جاتے وقت راستے مین تھوڑی دیر کیلئے اناؤ تشریف لاکر غریب کدے کو بھی اپنے قدم مبارک سے عزت بخشین، خدام کی بڑی خوش قسمتی ہوگی۔ حضرتِ والا نے بغایتِ شفقت منظور فرمالیا۔

چنانچہ حضرتِ اقدس شنبہ ۱۴ رجب المرجب ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۳۸ء کی صبح کو بسواری موٹر کانپور روانہ ہو گئے۔ جناب حاجی دلدار خان صاحب نے رات ہی سے دو موٹر کانپور سے بھیج دئے تھے، اور اُن کے خویش جناب مولوی عبد الحلیم صاحب خود اس خدمت کی بجا آوری کے لئے حاضر تھے۔ نماز فجر کے بعد ہی موٹر پر روانہ ہو گئے۔ اور ۸ بجے اناؤ پہونچے۔ وہان کے مشتاقون کو جن مین خواجہ وحید اللہ صاحب بھی تھے شرفِ زیارت عطا فرمایا اور جناب خواجہ صاحب کی برادر زادی کے یہان جاکر اُن کے اور افسر خزانہ صاحب کے اصرار پر چائے نوش فرمائی۔ اور جلد وہان سے کانپور روانہ ہو گئے۔ اور نو بجے صبح ہی کو دونون موٹر کانپور پہونچ گئے۔

لکھنؤ سے کانپور روانہ ہونے کے ایک روز پہلے اس خادم نے بھی عرض کیا تھا کہ اگر اجازت

ہو تو یہ خادم بھی کانپور چلے، اپنے خرچ سے جائیگا، اپنے ایک دوست کے یہاں ٹھرے گا، کوئی بار جناب حاجی دلدار خانصاحب پر نہ پڑیگا، اگر مجلس ہوگی تو شرکت کی برکت حاصل کرے گا۔ حضرتِ والا نے کمال شفقت سے منظور فرمایا، اور یہ خادم نیز جناب قاری شاہ محمد صاحب دونوں ریل سے کانپور حضرت والا کے پہونچنے سے کچھ قبل پہونچے۔ حاجی نظام الدین صاحب تاجرِ کانپور نے جو حضرتِ اقدس کے خادم ہیں اپنے صاحبزادہ کو اسٹیشن بھیج دیا تھا، وہ مجھے اپنے مکان پر لے گئے۔ وہاں سے میں اپنے قدیم شفیق ابو محمد صاحب ثاقب (خانقاہ شاہ غلام رسول رحمتہ اللہ علیہ بیگم گنج کانپور) کے یہاں چلا گیا۔ دوپہر کا کھانا وہیں کھایا۔ نمازِ ظہر کے بعد جناب حاجی دلدار خانصاحب کے یہاں حاضر ہوا۔ جناب مولوی عبدالحلیم صاحب نے فرمایا کہ یہاں اٹھ آیئے، میں نے حضرتِ والا سے اجازت لے لی ہے، اور بہت اصرار کیا، میں نے عرض کیا کہ جبتک حضرتِ اقدس سے نہ دریافت کرلوں گا تعمیلِ حکم سے مجبور ہوں۔ چنانچہ مولوی جمیل احمد صاحب کے ذریعے سے دریافت کیا، حضرتِ والا نے کہلا بھیجا کہ میں اجازت دے چکا ہوں۔ یہاں آجانا چاہئے میں نے بمشکل ثاقب صاحب سے اجازت لی اور یہاں حاضر ہوگیا۔ دوسرے روز ثاقب صاحب نے دعوت کی اور مجھے جناب حاجی دلدار خانصاحب اور جناب مولوی عبدالحلیم صاحب سے معذرت کیساتھ اجازت حاصل کرنا پڑی۔

غرض اُسی روز یعنی ۱۰ر ستمبر ۱۹۳۰ء کو جیسے ہی حضرتِ والا کانپور پہونچے ہیں، ایک عام خبر ہوگئی۔ وہ کانپور جہاں حضرتِ والا کا ابتدائی زمانہ گزرا۔ اور ایک عرصہ دراز تک وہیں قیام فرمایا، اُسوقت کانپور میں حضور والا کا قیام کیا تھا بادشاہت تھی، جسے دیکھئے حلقہ بگوش ہو رہا تھا، ایک حقیقت تھی جو عقیدت کی کڑیوں میں جکڑی جا رہی تھی ایسی جگہ ایک مدتِ مدید کے بعد حضرتِ والا کا تشریف لانا، عقیدتمندوں اور خادموں کے لئے نعمتِ غیر مترقبہ تھی، ظہر کے بعد ہی سے جناب حاجی دلدار خانصاحب کا مکان ہر طرف سے بھر گیا۔ یہانتک کہ سڑک تک ہجوم ہی ہجوم نظر آتا تھا۔ ہجوم کرنے والوں سے کہا گیا، کہ بعدِ عصر شاید زیارت ہو۔ ابھی سے آپلوگ کیوں پریشان ہو رہے ہیں۔ بہت کہنے سننے اور سمجھانے کے بعد مجمع کم ہوا۔ لیکن بعدِ عصر جب حضرتِ والا کسی طرح آرام گاہ سے تشریف لاکر باہر رونق افروز ہوئے ہیں اُسوقت لوگوں کے شوق اور بیتابی کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی، عقیدت و محبت کا اظہار نہیں ہو سکتا۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ میں حضرتِ والا کے قریب پہونچ جاؤں، مصافحہ کروں، اور دولتِ دیدار لوٹوں۔ مگر مجمع کی کثرت سے قریب تک پہونچنا کیسا، ہر ایک کی نظر بھی چہرۂ انور پر نہیں پڑ سکتی تھی۔ حضرتِ والا کو انتہائی مسرت تھی، جسکا اظہار کبھی تبسم سے ہوتا تھا، کبھی نظروں سے کبھی لفظوں کے ذریعے سے۔ اُسوقت حضرتِ والا کو تکان بہت تھا، مگر پھر بھی فیض و برکات کا چشمہ اُبل رہا تھا یہانتک کہ مغرب کا وقت آگیا اور حضرتِ والا آرام گاہ میں تشریف لیگئے۔ مجمع با دلِ ناخواستہ ہٹا۔

دوسرے روز یعنی ۱۱ ستمبر ۱۹۳۳ء کو حضرت والا کا مزاج کچھ ناساز ہوگیا، چند اجابتیں ہوگئیں اور کمزوری بڑھ گئی مجمع کل سے زیادہ تھا۔ اور بہت پہلے سے آگیا تھا۔ حضرت والا نے دن بھر کوئی غذا استعمال نہیں فرمائی تھی۔ کچہری تیاری کے قریب تھی۔ کہ مجمع کی بیتابی کی اطلاع ہوئی۔ حضرت والا اُسی حالت میں مجلس میں تشریف لے آئے اور دروازے کے قریب ہی ایک قالین جو سامنے موجود تھا بچھوا کر رونق افروز ہوگئے۔ مجمع کسی طرح نہیں رکتا تھا۔ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ میں آگے ہو جاؤں۔ خیر کسی نہ کسی طرح زیارت ہوگئی اور حضرت والا تھوڑی سی دیر بیٹھکر تشریف لیگئے۔ تیسرے دن بھی یہی کیفیت رہی

۱۱۔ اور ۱۲ ستمبر ۱۹۳۳ء کو دونوں دن لکھنؤ کے معمول کے مطابق صبح کو یہاں بھی موٹر پر تشریف لیجاتے تھے اور کسی پر فضا جگہ پر موٹر رکوا کر چہل قدمی فرماتے تھے۔ پہلے دن جناب حاجی دلدار خانصاحب کے صاحبزادے موٹر چلاتے تھے۔ مولوی عبدالحلیم صاحب اور مولوی جمیل احمد صاحب ہمراہیوں میں تھے۔ نیز اس خادم کو بھی ساتھ چلنے کی اجازت مل گئی تھی۔ اُس روز حضرت والا نے ایک گھنٹہ چہل قدمی کی۔ اور جناب حاجی دلدار خانصاحب کی نئی ٹینری کا ملاحظہ فرمایا۔ دوسرے دن شوفر چلا رہا تھا۔ مولوی عبدالحلیم صاحب۔ مولوی جمیل احمد صاحب ڈاکٹر عبدالحمید صاحب پروفیسر میڈیکل کالج لکھنؤ کے بھائی شیخ محمد حامد صاحب ایم اے ایل ایل بی وکیل ہمراہی میں تھے نیز یہ خادم بھی تھا۔

تیسرا دن تھا، حضرت والا کی طبیعت پورے طور سے صاف نہیں تھی اور عجیب بات یہ تھی کہ کانپور آکر مولوی جمیل احمد صاحب حاجی عبدالستار صاحب اور اس خادم کی بھی طبیعت خراب ہوگئی اور برابر خراب رہی۔ حضرت والا باوجود ناسازی مزاج کے جناب حافظ عبدالرحمن خانصاحب مرحوم کے یہاں اُنکے صاحبزادے اور اعزہ کی درخواست پر ٹپکاپور تشریف لیگئے۔ اور تھوڑی دیر ٹھہر کر واپس تشریف لے آئے اور اس طرح اپنے قدیم عقیدتمندوں کو شرف زیارت فرمایا۔ یہاں بہت سے لوگ باہر سے بھی شرف زیارت حاصل کرنے کیلئے حاضر ہوگئے تھے۔ جناب مولوی محمد عیسیٰ صاحب بی اے مجاز طریقت حضرت اقدس مدظلہم العالی مع اپنے صاحبزادے محمد لقمان سلمہ کے بھی الہ آباد سے حاضر ہو کر فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے رہے۔

انھیں دنوں میں کانپور میں مومن کانفرنس ہو رہی تھی اور ان حضرات اور دوسرے مسلمانوں میں زیادہ کشیدگی پیدا ہوگئی تھی یہاں تک کہ مومن صاحبان میں سے ایک شخص مار بھی ڈالا گیا تھا۔ اُسوقت کانپور کی فضا بالخصوص مسلمانوں کے درمیان بہت مکدر تھی۔ جناب حاجی دلدار خانصاحب کے خویش جناب ڈاکٹر عبدالصمد صاحب نے عرض کیا کہ اگر حضرت والا ایک ایسی تحریر عطا فرما دیں جس سے دونوں فریقوں میں مصالحت ہو جائے اور یہ مناقشہ دور ہو جائے اور دونوں فریق اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوں۔ اصل مقصود تو ڈاکٹر صاحب کا یہی تھا لیکن ضمن تقریر میں یہ بھی منکشف ہوتا تھا کہ ان صاحبوں کو یہ بھی شکایت ہے کہ ہمکو بعض لوگ حقیر سمجھتے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ہم

معاملہ کے متعلق تو میں ناواقف ہوں۔ مولوی عبدالحلیم صاحب مضمون لکھ لائیں اگر میں مناسب سمجھوں گا تو دستخط کردونگا
ہاں تفاضل اقوام کے متعلق علمی تحقیق کے طور پر میں خود ایک مضمون لکھے دیتا ہوں۔ جو مضمون آپ مناسب سمجھیں
شائع فرمادیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ مولوی عبدالحلیم صاحب کے تحریر کردہ مضمون کو ملاحظہ فرماکر حضرت والا نے دستخط
فرمادئے اور جو خود مضمون تحریر فرمایا وہ جناب ڈاکٹر صاحب موصوف کے حوالہ کردیا گیا۔ اول الذکر مضمون فوراً
چھپواکر شائع کردیا گیا۔ دوسرا مضمون رسالہ الادب کانپور میں شائع ہوچکا ہے، چونکہ یہ مضمون ایک نہایت محققانہ
ہے اسلئے میں چاہتا ہوں کہ یہاں اُسکو درج کردوں تاکہ اس مضمون کے پڑھنے والے بھی اس سے فائدہ اُٹھائیں۔ وہو ہذا:۔

الانتساب عہ للاعتراف عہ

بعد الحمد والصلوٰۃ

مجھ سے مختلف مسلمان قوموں کے متعلق جنمیں بعض قومیں دوسری قوموں کی تنقیص و تحقیر کرتی ہیں اور بعض قومیں اپنے کو بلا دلیل دوسری قوموں میں داخل کرتی ہیں پوچھا گیا کہ یہ دونوں فعل شرعی قاعدے سے کیسے ہیں؟ اسکا جواب عرض کرتا ہوں۔

کہ یہ دونوں فعل شرعاً قبیح ہیں، پہلا تفریط ہے اور دوسرا افراط تفصیل اس کی یہ ہے کہ نصوص شرعیہ اس باب میں ظاہراً دو قسم کے ہیں ایک مثبت مساوات و تماثل، ایک مثبت تفاوت و تفاضل، چنانچہ حدیث جاننے والوں کو معلوم ہے، اور ظاہر ہے کہ نصوص میں تعارض نہیں ہوسکتا، لہذا دونوں کیلئے جدا جدا محل قرار دیا جائیگا۔ پس نصوص مساوات تو احکام متعلقہ آخرت کے باب میں ہیں، یعنی آخرت کی نجات کیلئے ایمان و اعمال صالحہ کے مدار ہونے میں سب برابر ہیں اسی طرح اسلامی حقوق میں اور دینی کمال حاصل کرنیکے بعد تقدم میں سب برابر ہیں۔ مثلاً سلام و تشمیت عاطس و عیادت و شہود جنازہ میں کہ حقوق اسلامیہ ہیں، یا تحصیل اوصاف استحقاق امامت کے بعد یا تحصیل علوم دینیہ کے بعد، یا تحصیل کمالات باطنیہ کے بعد امام یا استاد یا شیخ بنانے کے استحقاق میں سب برابر ہیں چنانچہ عیاناً [illegible] بھی سب قوموں کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، اُن سے علوم حاصل کرتے ہیں، اُن سے بیعت ہوتے ہیں، اُن کو بطور خلافت طریق بیعت و تلقین کی اجازت دیتے ہیں۔ چنانچہ خود احقر ایسے حضرات کا شاگرد بھی ہے، اور بعضے میری طرف سے مجاز طریقت بھی ہیں پس نصوص مساوات کا تو یہ محل ہے اور نصوص تفاوت احکام راجع الی المصالح الدنیویہ کے باب میں ہیں۔ جیسے شرف نسب یا نکاح میں کفاءت

عہ ای فی الانساب ماخوذ من قولہ تعالیٰ۔ جعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا۔ الآیہ ۱۲

عہ یعنی شناختن۔ کذا فی الصراح ۱۲

حتی کہ جو اقوام عرفاً اعلیٰ طبقے کی مشہور ہیں خود اُنہیں بھی باہم اس تفاوت کا شرعاً اعتبار کیا گیا ہے۔ قریش میں بنی ہاشم کا شرف نسبی بقیہ قریش پر نص میں وارد ہے۔ کفاءت میں قریش کا شرف غیر قریش پر گو وہ بھی عربی ہوں دلائل شرعیہ سے ثابت ہے۔ اب نصوص میں کوئی تعارض نہیں۔ پس اس تفاضل کے یہ معنی نہیں کہ کوئی قوم اپنے کو بڑا سمجھکر دوسرے کو حقیر سمجھے بلکہ صرف بعض احکام میں جنکا بیان اوپر گزر چکا اس تفاضل پر عمل کی اجازت ہے۔ پس جو لوگ اپنے کو بڑا اور دوسروں کو اعتقاداً یا عملاً حقیر سمجھتے ہیں یا بلا دلیل شرعی بڑی قوم میں داخل ہونیکی کوشش کرتے ہیں یہ دونوں افراط و تفریط میں مبتلا ہیں۔ پہلی جماعت کا تکبر تو کھلا ہوا ہے کہ دوسروں کو بلا وجہ حقیر سمجھا۔ مگر دوسری جماعت والے بھی عند التامل تکبر کا ارتکاب کرتے ہیں کیونکہ جب ایک قوم سے نکلکر بلا دلیل شرعی دوسری قوم میں داخل ہونیکی کوشش کی تو جس قوم سے نکلنا چاہا ہے اُسکو حقیر سمجھا، ورنہ اس سے نکلنے کی کوشش کیوں کرتے اور علاوہ تکبر کے نسب بدلنے کے گناہ کا بھی ارتکاب کرتے ہیں جسپر حدیث میں سخت وعید وارد ہے۔ بہرحال ان احکام کے علم کے بعد دونوں جماعتوں پر واجب ہے کہ افراط و تفریط سے توبہ کرکے اتباع نصوص کے تحت میں حدود شرعیہ کے اندر رہیں اور باہم ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ رکھیں۔ اور کمالات دینیہ حاصل کریں۔ کہ اصلی شرف یہی ہے۔ ورنہ دوسرے اسباب شرف آخرت میں نافع نہ ہونگے۔ جو کہ مسلمان کا اصل مقصود ہے۔ واللہ الموفق۔ اور یہ مضمون مع لوازمہ کے آیت یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی الی قولہ تعالیٰ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم میں مذکور ہے۔ احکام آخرت میں مساوات تو صراحۃً فی قولہ تعالیٰ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ پس تقوے کے مدار اکرمیت ہونے میں سب برابر ہیں اور احکام دنیویہ میں تفاوت قریب بصراحۃ فی قولہ تعالیٰ وجعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا تو تفریع دلالت ہے کہ اختلاف شعوب و قبائل کی غایت تعارف و تمایز کو فرمایا۔ اور ظاہر ہے کہ تعارف و تمایز احکام دنیویہ میں سے ہے۔ اور خود مقصود بالذات نہیں۔ بلکہ ان حقوق خاصہ کیلئے مقصود ہے اور جو حقوق تعارف و تمایز پر متفرع ہوتے ہیں وہ سب احکام متعلقہ بالمصالح الدنیویہ ہیں۔ پس اس طرح پر دلالت حاصل ہوگئی۔ والحمد للہ علی اعلام و ہدانا الی الطریق الاقوم فقط ۱۰ رجب ۱۳۵۷ھ

کتبہ بقلمہ اشرف علی عفی عنہ فی کانپور یوم القدوم من انعقاد مومن کانفرنس ۱۶ رجب ۱۳۵۷ھ

کانپور میں بھی برابر ہی دعائیں جو لکھنؤ میں استعمال ہوتی تھیں استعمال ہوتی رہیں۔ اسکا اہتمام مولوی جمیل احمد صاحب اور انکی اہلیہ کے ذمہ تھا۔ یہاں دونوں پیرانی صاحبہ مدظلہما کے تشریف لانیکی وجہ سے مستورات کا اسقدر ہجوم تھا جو بیان سے باہر ہے۔ شرکت کیلئے تانگے کم تھے، مسافروں کو چلنے کی دقت ہوتی تھی ڈولیوں پر ڈولیاں آتی تھیں۔

سہ شنبہ ۱۷ رجب ۱۳۵۷ھ کو نماز فجر کے بعد ہی واپسی ہوئی، ایک چھوٹے موٹر پر مستورات تھیں اور اسی موٹر کے اگلے حصے میں مولوی جمیل احمد صاحب بھی تھے۔ اور بڑے موٹر پر حضرت اقدس مع جناب حاجی دلدار خانصاحب و مولوی عبدالحلیم صاحب کے رونق افروز تھے اور اس خادم کو بھی اُسی موٹر پر ساتھ چلنے کی اجازت جناب دلدار خانصاحب کی خواہش پر مل گئی تھی۔ جناب بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا بغرض علاج کانپور میں رہ گئیں جو حضرت والا کے تھانہ بھون پہونچنے کے بعد واپس تھانہ بھون ہوئیں۔

آج پیدل اشی نہیں کی گئی۔ اور نہ کہیں راستے میں ذرا دیر کیلئے موٹر ٹھہرایا گیا۔ براہِ راست لکھنؤ روانگی ہو گئی تقریباً پونے آٹھ بجے صبح کے موٹر لکھنؤ پہونچ گئے۔ لکھنؤ پہونچتے ہی حضرتِ والا کے مزاجِ اقدس میں جو اضمحلال پیدا ہو گیا تھا وہ بحمد اللہ رفع ہو گیا۔ اور دیکھا تو خدا کے فضل سے کانپور روانہ ہونے سے پہلے طبیعت میں جو شگفتگی اور انبساط تھا وہ موجود ہے۔ اُسی دن مولوی جمیل احمد صاحب جناب حکیم شفاء الملک کے مسلم انکے دولت کدے پر ملے اور تاریخ روانگی مقرر فرما دینے کی خواہش ظاہر کی۔ جناب حکیم صاحب نے ۲۴ رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۳۶ء مقرر فرما دی۔

اہل لکھنؤ کو علم ہو گیا کہ حضرتِ والا کا قیام اب ایک ہفتہ سے زیادہ نہیں رہ سکتا، بہت بے چین ہو گئے۔ وہ اس خیال میں تھے کہ صحت کے بعد حضرتِ اقدس ابھی تھوڑے دن لکھنؤ میں قیام فرمائیں گے، وہ لوگ جو ابھی تک حضرتِ والا کی زیارت کیلئے باوجود شوق کے اس وجہ سے نہیں آ سکتے تھے کہ صحت کے بعد جب اطمینان سے قیام ہوگا، اور عام ملاقات کی اجازت ہو گی زیارت کریں گے اُس خبر کو سنکر بیتاب ہو گئے۔ اور وہ حضرات بھی جنکو زیارت سے آسودگی نہیں ہوئی تھی یا اُنکو حضرتِ والا کی کوئی تقریر سننے یا قریب حاضر ہونے کا موقع نہیں ملا تھا یہ معلوم کر کے کہ اب حضرتِ والا کے واپس تشریف لیجانے میں صرف ایک ہفتہ باقی ہے مسجدِ خواص میں روزانہ حاضر ہوتے اور قریب پہونچنے کی کوشش کرنے لگے۔ ان اصحاب کے ذوق و شوق کا عجیب عالم تھا، اب مسجدِ خواص میں پہلے سے زیادہ مجلسِ عام کا منظر قابلِ دید تھا، عصر کے بعد سے مغرب تک تل رکھنے کی جگہ نہیں ملتی تھی۔ عصر سے بہت پہلے لوگ آ جاتے تھے اور حجرے کے قریب جہاں حضرتِ والا رونق افروز ہوتے جگہ گھیر کر بیٹھ جاتے تھے۔ یہانتک کہ نماز میں صفوں کا سیدھا ہونا یا صف میں شامل ہونا مشکل ہو جاتا تھا۔ حضرتِ والا کے قلبِ مبارک پر بھی انکے ذوق و شوق، انکی محبت و عقیدت اور انکے جذبات کا پورا اثر تھا۔ اور اب مجلس کا رنگ بھی جدا تھا۔ انوار کا ہجوم تھا۔ فیوض و برکات کی کثرت تھی۔ حقیقت و معرفت کا میخانہ کھُلا ہوا تھا اور مجمع بقدرِ ذوق سیراب ہو رہا تھا۔

خدام اور مخلصین کو جب معلوم ہوا کہ حضرتِ والا لکھنؤ میں زیادہ قیام نہیں فرما سکتے، تو اُنھوں نے حضرتِ والا کی خدمت میں درخواست کی کہ ایک ایک وقت ماحضر پیش کرنے کی اجازت عطا ہو۔ کانپور جانے سے پہلے جناب حاجی حقداد خاں صاحب اور مولوی عبد المجید صاحب پیشکار تحصیل اور نیز محمد حبیب صاحب الہ آبادی نے منظوری حاصل کرنے کے بعد کھانا پکوا کر قیام گاہ پر بھیجا تھا۔ اس سے پہلے ایک مرتبہ جناب حاجی حقداد خاں صاحب نے تمام خدام اور مخلصین کی جنکو کچھ بھی حضرتِ والا سے تعلق تھا دعوت کی تھی اور بہت کچھ بریانی وغیرہ تھیں۔ آخر میں اس خادم نے بھی اس سعادت حاصل کرنیکی درخواست پیش کی اور یہ عرض کیا کہ حضورِ والا اس کی بھی منظوری عطا فرمائیں کہ گھر میں جو چیزیں پسند اور منتخب فرمائیں اور جو مقدار مقرر کریں اُسی کے مطابق کُل سامان حاضر کر دیا جائے، خود ہی انتظام کریں، خود ہی پکوانے کی تکلیف گوارا فرمائیں اور خود ہی جسطرح چاہیں استعمال میں لائیں۔ حضرتِ والا کو

اس تجویز سے بیحد مسرت ہوئی اور نہایت خوشی سے اس تجویز کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا۔ غرض اس خادم نے اندر کی منتخب کردہ فہرست کے مطابق کل سامان مہیا کر دیا اور اس طرح یہ حقیر و ناچیز دعوت بھی ہو گئی، دوسرے روز حضرت والا نے کمال مسرت و پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور اس کمترین خدام کو اپنے لطف و کرم سے نوازا۔ مولوی محمد حسن صاحب کے یہاں تو حضرت کا قیام ہی تھا اسپر بھی انکی اہلیہ نے کئی بار خصوصیت سے دعوت کی۔ قاضی حکیم بشیر الدین صاحب مرحوم ساکن محلہ دوگوان لکھنؤ جنکا تھانہ بھون سے خاص تعلق تھا حضرتِ والا کے ساتھ خاص عقیدت و محبت رکھتے تھے اور حضرتِ والا جب لکھنؤ تشریف لاتے تھے اکثر انھیں کے یہاں قیام فرماتے تھے۔ انکی بیوہ انکی لڑکی اور داماد کی درخواست پر صبح کو تفریح سے واپس ہوتے ہوئے تھوڑی دیر کیلئے وہاں تشریف لیگئے، انکو تسکین دی اور دعائے خیر و برکت فرمائی۔ حضرتِ والا کے ایک عزیز قریب احمد علی صاحب لکھنؤ سکریٹریٹ میں ملازم ہیں جناب مولوی شبیر علی صاحب نے انکو تلاش کیا۔ ملاقات کے بعد جب انکو علم ہوا کہ حضرت والا بھی تشریف لائے ہیں، مزاج ناساز ہے اور مولوی گنج میں مقیم ہیں اپنے عدم علم پر بہت افسوس کرنے لگے، حضرتِ والا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنے یہاں لیجانے اور قیام کرنے کیلئے اصرار کیا۔ حضرتِ والا نے انکے مکان پر تھوڑی دیر کیلئے قدم رنجہ فرمایا اور مولوی محمد حسن صاحب کی دلشکنی کی وجہ سے مکان تبدیل فرمانے کیلئے عذر فرما دیا۔

لکھنؤ سے روانہ ہونیسے دو دن پہلے یعنی ۱۵ ستمبر ۱۹۳۸ء کو بغیر درخواست کے حضرتِ والا نے خود اپنی خاص محبت و عنایت سے جناب ڈاکٹر حکیم عبد العلی صاحب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے فرمایا کہ میں اپنی خواہش کے مطابق نماز مغرب سے فارغ ہونیکے بعد مسجد ہی سے آپکے مکان پر چند منٹ کیلئے جانا چاہتا ہوں۔ یہ روح افزا مژدہ سنکر جناب ڈاکٹر صاحب کو بیحد مسرت حاصل ہوئی اور حضرت والا بعد نماز مغرب مسجد سے براہ راست جناب ڈاکٹر صاحب کے مکان پر تشریف لیگئے۔ ساتھ ساتھ ایک ہجوم تھا جو واپسی تک برابر بڑھتا ہی گیا۔ اور جبتک حضور واپس آکر مکان کے اندر تشریف نہیں لیگئے ختم نہیں ہوا۔ حضرتِ والا تھوڑی دیر وہاں قدم رنجہ فرماکر واپس تشریف لائے اسی درمیان میں جناب مولوی عبد الباری صاحب ندوی نے غایتِ شوق سے درخواست کی کہ ایک شب کیلئے حضور والا مع مستورات کے میرے غریب خانہ کو بھی تشریف آوری سے رونق و عزت عطا فرمائیں۔ حضرت والا نے ان کے خلوص کو دیکھکر منظور فرما لیا، چنانچہ ۱۷ ستمبر ۱۹۳۸ء کو نماز عصر سے کچھ دیر پہلے حضرتِ والا مع سواریوں کے وہاں تشریف لیگئے۔ مولوی جمیل احمد صاحب بھی ہمراہ تھے۔ حاجی عبد الستار اور عبد المجید حضرت کے خدمت کرنے والے بھی حاضر تھے اس خادم نے بھی حاضر ہونیکی اجازت لے لی تھی۔ چنانچہ یہ خادم اور عزیزی مولوی حافظ ابرار الحق سلمہ مغرب سے پہلے وہاں حاضر ہو گئے۔ ناسازیِ مزاج کے بعد سے آج یہ دولت نصیب ہوئی کہ فریضۂ مغرب حضرتِ والا کی امامت میں نصیب ہوا۔ میں نے اور مولوی ابرار الحق سلمہ نے واپسی کی اجازت کی درخواست کرنا چاہی مگر مولوی عبد الباری صاحب نے غایت محبت سے روک لیا اور حضرتِ والا نے بھی اسکو پسند فرمایا۔ کہ ہم دونوں خادم بھی رات یہیں

بسر کرین۔ نمازِ عشا بھی حضرتِ والا نے پڑھائی اور کھانے سے فارغ ہونیکے بعد سب اپنی اپنی جگہ پر گئے تاکہ سو رہین۔

اُسی زمانے مین جناب مولوی فضل علی صاحب متوطن تھلوارہ ضلع بارہ بنکی جو حضرتِ والا کے مجازِ طریقت بھی ہین مع اہل و عیال کے مولوی عبد الباری صاحب کے یہان مقیم تھے۔ اُنکو دو تین روز سے کچھ دماغی شکایت پیدا ہوگئی۔ جو اس سے پہلے اور بھی کئی بار ہو چکی تھی۔ لیکن آج اس دورے مین زیادتی تھی۔ اس رات کو جناب مولوی عبد الباری صاحب کی کوٹھی پر مولوی فضل علی صاحب کے دورے کی وجہ سے کوئی اطمینان سے سو نہ سکا۔ مستورات پر اس کا بہت اثر تھا۔ اور اُنکی وجہ سے حضرتِ والا بھی بہت متاثر تھے۔ غرض وہ رات عجیب بےچینی اور اضطراب مین بسر ہوئی۔ نمازِ فجر مین مولوی فضل علی صاحب شریکِ جماعت تھے۔ اُس وقت بھی حضرتِ والا ہی نے نماز پڑھائی۔ بعد فراغتِ نماز حضرتِ والا نے مولوی افضل علی صاحب سے فرمایا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کچھ روز کیلئے مکان چلے جائین۔ لکھنؤ کی آب و ہوا آپکے موافق نہین ہے۔ اُنھون نے اُسی حالت مین اسکو منظور کر لیا چنانچہ حضرتِ والا نے خود اُنکی قیام گاہ پر تشریف لیجا کر اُس موٹر پر جس پر حضرتِ والا تفریح کیلئے جایا کرتے تھے اور اُس وقت حضور ہی کیلئے وہ موٹر یہان آیا تھا مولوی فضل علی صاحب اُنکی اہلیہ اور اُن کے خویش کو اسٹیشن بھیجدیا۔ وہ دن تانگے اور اکون کی ہڑتال کا تھا۔ کوئی سواری نہین ملتی تھی۔ اور یہان دیر ہو گئی تھی حضرتِ والا نے فرمایا کہ مین ٹہلتا اور تفریح کرتا ہوا چلا جاؤنگا۔ آج مشی نہین کی ہے۔ مشی بھی ہو جائیگی موٹر جو وقت آئے پہلے مستورات کو بھیجدیا جائے اوسکے بعد اگر وقت ہو تو راستے مین مجھے موٹر لیجائے۔ اسطرح حضرتِ والا پیدل یہان سے روانہ ہوگئے۔ حضرتِ والا کے ہمراہ یہ خادم اور مولوی ابرار الحق تھے۔ مولوی عبد الباری صاحب کی کوٹھی ڈالی گنج مین بالکل شیعہ کالج سے ملی ہوئی واقع ہے۔ ایک تانگہ والیکو دیکھا کہ کسی کو شیعہ کالج پہونچا کر واپس آرہا ہے۔ وہ بیچارہ حضرتِ والا کو پیدل چلتا ہوا دیکھکر خود ہی رُکا کہ شاید تانگہ کی ضرورت ہو۔ مینے اُس سے ضرورت کا اظہار کیا اور وہ باوجود ہڑتال کے پیر جلیلو نکے محلے کے قریب تک پہونچانے کیلئے تیار ہو گیا۔ خداوند کریم نے غیب سے حضرتِ والا کیلئے راحت کا سامان فرمایا۔ اور حضرتِ والا نہایت آرام سے محلۂ مذکور تک پہونچ گئے۔ وہان سے مولوی گنج زیادہ دُور نہین تھا۔ تھوڑی ہی دُور پیدل چلے ہونگے کہ چودھری خلیق الزمان صاحب کا موٹر جو مولوی افضل علی صاحب کو پہونچانے گیا تھا اور مستورات کو بھی پہونچا کر واپس آگیا تھا ڈھونڈتا ہوا یہان پہونچ گیا اور حضرتِ والا اطمینان و آرام سے قیام گاہ پہونچ گئے۔

اُسی روز اس خادم نے بھی درخواست کی کہ تفریح کے بعد کل تھوڑی دیر کیلئے حضور والا اس خادم کے قیام گاہ پر تشریف فرما ہو کر اس جگہ کو اپنے اقدامِ میمنت التیام سے منور و مشرف فرمائین اور اگر مناسب ہو تو چاے بھی نوش فرمالین۔ نیز دیگر احباب کے شریک کرنیکی اجازت بھی عطا فرمادین حضرتِ والا نے اپنی خاص نوازش و عنایت کرم سے یہ ارشاد فرماتے ہوئے کہ گو مین چاے نہین پیتا مگر مین وہان پی لونگا۔ ذرا سی چاے کیا نقصان کریگی منظوری درخواست عطا فرمائی اُن الفاظ

اثر جو مجھ پر ہوا وہ بیان مین نہین آسکتا۔ غرض ۱۹ ستمبر ۱۹۳۰ء کی صبح ہوئی اور میرے کمرے مین برکتون اور رحمتون کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔ جناب سید اعزاز رسول صاحب ایم ایل اے، تعلقدار سندیلہ ضلع ہردوئی (جنکی عمارت ۹ واقع قیصر باغ لکھنؤ مین میرا قیام ہے)، جناب حکیم ڈاکٹر عبدالعلی صاحب، جناب مولوی عبدالباری صاحب ندوی، جناب شیخ ہاشم علی صاحب رئیس جگور، جناب مولوی عبدالحی صاحب پنشنر تحصیلدار، جناب حکیم کرم حسین صاحب سیتاپوری، جناب مولوی عبدالغنی صاحب پھولپوری، جناب حاجی حقداد خانصاحب، جناب محمد حبیب صاحب الہ آباد۔ اور کئی حضرات تشریف لائے۔ کافی مجمع ہو گیا تھا۔ دو کمرے بھرے ہوئے تھے۔

حضرتِ اقدس تفریح سے واپسی پر جسطرح رونق افروز ہوئے ہین اُسکی کیفیت میرے دل سے پوچھیئے معلوم ہوتا تھا کہ آج تمام انوار، برکات و فیوض اور کل رحمتین یہان جمع ہو گئی ہین ؎

برزمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود　　　سالہا سجدۂ صاحب نظران خواہد بود

حضرتِ والا کے ہمراہ مولوی جمیل احمد صاحب، حکیم مسیح اللہ خانصاحب، مولوی محمد حسن صاحب (مولوی جمیل احمد صاحب کی دونون بچیان مولوی محمد حسن صاحب کی بچی) یہ سب تھے۔ اِسوقت تک اور حضرات تو آچکے تھے صرف حکیم صاحبان جھوائی ٹولہ کا انتظار تھا۔ ٹیلیفون سے معلوم ہوا کہ جناب شفاء الملک صاحب کا موٹر بگڑ گیا ہے اب دوسرے موٹر پر تشریف لا رہے ہین۔ اس انتظار مین حضرتِ والا کو زیادہ قیام فرمانا پڑا۔ خدا خدا کر کے جناب شفاء الملک حکیم عبدالحمید صاحب، جناب حکیم حافظ عبدالمجید صاحب اور جناب حکیم عبدالمعید صاحب تشریف لائے۔ اور ناشتہ چائے مین شرکت فرماکر احقر کو ممنون کرم بنایا۔ حضرتِ والا نے یہ بھی گوارا نہیں فرمایا۔ کہ موٹر مقررہ وقت سے زیادہ روکا جائے چنانچہ وہ موٹر حکیم صاحب کے تشریف لانے سے پہلے واپس کر دیا گیا۔ اور حضرتِ والا وہان سے ناشتہ وغیرہ سے فراغت کے بعد سید اعزاز رسول صاحب کے موٹر پر مولوی گنج تشریف لیگئے اسطرح حضورِ والا کافی دیر تک رونق افروز رہے اور اس خادم کو ہر طرح سے شرف اعزاز عطا فرمایا۔ یہ لمحات برکت آیات میرے لئے سرمایۂ حیات اور باعث حصولِ حسنات تھے۔ اِس پر جسقدر فخر کیا جائے کم ہے۔ یہان بھی ملفوظات کا چشمہ جاری تھا۔ مختلف انداز سے بارشِ نوازش ہو رہی تھی، ساقی تھا اور وہ بادۂ عرفان، رند تھے اور گردش مین ساغر پر ساغر، اور تمام بزم محو و بیخود تھی۔ ہر شخص پر وہ کیف طاری تھا جو کبھی نہ دیکھنے و سننے مین آیا۔ یہ مبارک ساعتین یہ بابرکت لمحے، یہ پُر کیف گھڑیان پھر کہان مل سکتی ہین۔

اسکے دوسرے دن یعنی ۲۰ ستمبر ۱۹۳۰ء کو لکھنؤ سے روانگی کا دن تھا۔ اور آج یعنی ۱۹ ستمبر ۱۹۳۰ء کو جناب شفاء الملک حکیم عبدالحمید صاحب نے بعد مغرب حضرتِ والا کو اپنے یہان مدعو کیا تھا اور اس خادم کیلئے بھی رقعہ بھیجکر حضرتِ اقدس سے اجازت حاصل کر لی تھی۔ چنانچہ مسجد خواص مین نماز مغرب سے فارغ ہونے کے بعد حضرتِ والا قیام گاہ پر تشریف لیگئے تاکہ تیار ہو کر جلد جھوائی ٹولہ روانہ ہون۔ جناب شفاء الملک صاحب نے غایتِ محبت سے دو موٹر بھی بھیجدئے تھے تاکہ سب لوگ باآرام پہونچ جائین۔ حضرتِ والا کو کسی خاص وجہ سے اندر سے آنے مین دیر ہو گئی۔ اور جب حضرتِ والا باہر تشریف لائے ہین تو جناب مولوی

عنایت اللہ صاحب اور جناب مولوی عبدالقادر صاحب فرنگی محلی کو موٹر کے قریب موجود پایا۔ حضرت والا کو ان حضرات کے خلافِ اوقات تشریف لانے سے بیحد تعجب ہوا اور فرمایا کہ آپ حضرات نے کیسے تکلیف فرمائی۔ میں یوں ہی آپ حضرات کی محبت اور عنایت کا ممنون ہوں۔ آپ حضرات بار بار مجھ پر عنایت کر کے محجوب فرماتے ہیں۔ ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ ہم لوگوں کو ابھی معلوم ہوا کہ کل صبح جناب واپس تشریف لیجائیں گے۔ ہم لوگوں کا ارادہ تھا کہ کئی بار حاضر ہو کر کچھ استفادہ حاصل کریں۔ مگر جناب کی ناسازیِ مزاج اور تکلیف کے خیال سے نہ آسکے۔ لیکن یہ علم نہیں تھا کہ اتنی جلد جناب تشریف لیجائیں گے۔ حضرتِ والا نے فرمایا کہ مجھے بھی آپ حضرات سے بہت اُنس ہو گیا ہے۔ میرا خود قصد تھا کہ فرنگی محل آکر آپ حضرات سے ملوں۔ مگر طبیعت کے اضمحلال نے آنے نہ دیا جس کا مجھے افسوس ہے۔

غرض جناب مولوی عنایت اللہ صاحب اور جناب مولوی عبدالقادر صاحب بہت متاثر ہو کر حضرتِ والا سے رخصت ہوئے اور حضرت والا موٹر پر سوار ہو کر جھوائی ٹولہ روانہ ہو گئے۔ حضرتِ والا کے موٹر پر۔ جناب حاجی حقدار خاں صاحب اور مولوی جمیل احمد صاحب تھے اور دوسرے موٹر پر حکیم مسیح اللہ خاں صاحب، مولوی محمد حسن صاحب اور یہ خادم تھا۔

جناب حکیم شفاء الملک صاحب ہمہ تن چشم انتظار بنے ہوئے تھے۔ دیر ہو جانے کی وجہ سے خیال کر رہے تھے کہ کہیں موٹر تو نہیں خراب ہو گیا ہے۔ لیکن جب حضرتِ والا تشریف لے آئے اور حضرات فرنگی محل کا تشریف لانا اور تاخیر کا باعث معلوم ہوا تو اطمینان ہو گیا۔ جناب شفاء الملک صاحب نے دریافت کیا کہ پہلے نماز پڑھ لی جائے یا کھانا منگایا جائے۔ حضرتِ والا نے فرمایا، مناسب ہے کہ پہلے نمازِ عشاء سے فراغت حاصل کر لی جائے تاکہ اشتہا بھی کافی ہو جائے اور اطمینان سے کھانا بھی کھایا جائے چنانچہ حضرتِ والا نے امامت فرمائی اور وہیں جناب شفاء الملک صاحب کے مکان پر نمازِ عشاء ادا کی گئی۔ اسکے بعد کھانا منگایا گیا۔ جناب حکیم صاحب نے فرمایا کہ میں نے کوئی تکلف نہیں کیا ہے بہت سادہ کھانا ہے۔ لیکن جس وقت کھانا آیا اور دسترخوان پر چنا گیا تو معلوم ہوا کہ سادہ اور بغیر تکلف کے ایسا کھانا ہوتا ہے۔ اور اگر تکلف یا انتظام کیا جاتا اور سادگی نہ ہوتی تو شاید دسترخوان پر کھانا رکھنے کی جگہ ہی نہ ملتی۔ خیر وہ کھانے بے تکلفی اور سادگی کے ہوں یا یوں ہی مگر محبت، خلوص اور لطف کے ضرور تھے اور متعدد تھے کئی قسم کا گوشت۔ کئی قسم کے کباب۔ کوفتے، مچھلی، مرغ مسلم، مرغ پلاؤ۔ باقرخانی، فیرینی، شاہی ٹکڑے اور کیا عرض کروں کتنی نعمتیں دسترخوان پر موجود تھیں۔ دو ایک چیزوں کی نسبت جناب حکیم صاحب نے فرمایا کہ یہ خاص طور پر یہاں کی ایجاد ہیں۔ ہر کھانا لذیذ اور خوش ذائقہ تھا جیسا قدیم رؤسا اور شرفاء کے گھروں میں پکایا جاتا ہے۔ جناب حکیم صاحب بڑی محبت سے اصرار پر اصرار کر کے حضرتِ والا کو کچھ کھلاتے جاتے تھے۔ حضرتِ والا فرما رہے تھے کہ آپ ہی نے پرہیز بتایا تھا اور اچھا ہوا آپ ہی پرہیز تڑوا رہے ہیں۔ انشاء اللہ کوئی نقصان نہ ہوگا۔ حکیم کے یہاں کا کھانا ہے۔ حکیم صاحب بیحد مسرور تھے اور اُنکی مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ شرکا میں صرف حکیم عبدالمجید صاحب

اور حکیم حافظ عبدالمجید صاحب اور حضرت والا کے ہمراہیوں کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا۔ غرض یہ دعوت بڑے لطف و کیف کیساتھ ختم ہوئی اور دس بجے شب کے قریب واپسی ہوئی۔

صبح کو ۲۰ ستمبر تھی، منگل کا دن اور چوبیسویں تاریخ جب ایکدن پہلے ہی سے روانگی کے سب انتظامات کرتے گئے تھے اسباب باندھ کر ایک جگہ رکھ دیا گیا تھا۔ اور جب صبح ہوئی اور بعد نماز فجر خادم حاضر ہوا تو دیکھا سب سامان تیار ہے اور دروازے پر مشتاقین کا ایک بہت بڑا مجمع موجود ہے۔

مین نے قبل سے ایک شکرم اسباب لیجانے کیلئے کرایہ پر کرلی تھی، جو وقت پر آگئی اور کل اسباب اُسپر رکھا گیا اور حاجی عبدالستار صاحب مع عبدالمجید اوسپر سوار ہوکر اسٹیشن روانہ ہوگئے۔ اسباب کے تُلوانے، محصول ادا کرنے اور پلیٹ فارم پر اُسکو لیجانے کے لئے ایک مخلص خاص کو شکرم کے ساتھ روانہ کردیا تھا۔ انھون نے اسٹیشن پہونچکر اسباب تُلوایا۔ خدا کے فضل سے اسباب اُس سے زیادہ نہین نکلا جسقدر ٹکٹون کے حساب سے ہونا چاہئے تھا۔

مین نے ہمراہی مین تھانہ بھون چلنے کیلئے ایک روز قبل سے اجازت حاصل کرلی تھی، اور کل ٹکٹ بھی ایک روز پہلے سے امین الدولہ پارک لکھنؤ کے ٹکٹ گھر سے لئے تھے۔

ناشتے کیلئے دو درخواستین تھین، ایک مولوی محمد حسن صاحب تھانوی کی، اور ایک اس خادم کی۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا، ایک وقت کیلئے مولوی محمد حسن صاحب ساتھ کردین اور ایک وقت کیلئے مجھے اجازت عطا ہوئی، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

گاڑی چھٹنے سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل جناب سید عزاز رسول صاحب تعلقدار رسید پور کا موٹر لیکر خادم حاضر ہوگیا تھا، پہلے کل مستورات اور مولوی جمیل احمد صاحب اسٹیشن روانہ ہوگئے۔ اُس وقت حضرت والا سے عرض کیا گیا کہ ایک مجمع کا مجمع دروازے پر مشتاقِ زیارت ہے ایسا نہو کہ جب حضور باہر تشریف لائین تو مجمع کو دیکھکر طبیعت عالی پر کچھ گرانی ہو۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ نہین۔ بلکہ سب کو اندر بلا دیجئے مکان خالی ہے۔ جس کو جہان جگہ ملے بیٹھ جائے۔ غرض اُس وقت کا عالم اور زائرین کی مسرت دیکھنے کے قابل تھی جس ذوق و شوق مین، بیتاب ہوکر زائرین مکان مین پہونچے ہین وہ کیفیت تحریر مین نہین آسکتی۔ اُس وقت عام اجازت تھی۔ ہر شخص حاضر ہوسکتا تھا۔ اسی حالت مین اُس مکان کا مالک جس مین حضرت والا کا قیام تھا حاضر ہوا اور حضرت والا نے مسرت کا اظہار فرمایا۔ اتنے مین مستورات کو پہونچا کر موٹر واپس آگیا۔ اور حضرت والا موٹر پر سوار ہوگئے۔ موٹر مین حضرت والا کے ہمراہ جناب مولوی عبدالباری صاحب ندوی تھے اور یہ خادم۔

مین نہین عرض کرسکتا کہ جو وقت حضرت والا قیام گاہ سے روانہ ہوئے ہین تو وہان جہان اتنے انوار و برکات کا ہر طرف ہجوم تھا کسقدر حسرت برس رہی تھی۔ اور جس وقت مولوی گنج امین الدولہ پارک در امین آباد ہوتے ہوئے حضرت والا اسٹیشن روانہ ہوچکے ہین

لکھنؤ کس حسرت و یاس سے دیکھ دیکھ کر نہ معلوم زبان حال سے کیا کچھ کہہ رہا تھا۔

اسٹیشن پر پہونچنے کے بعد معلوم ہوا کہ ابھی گاڑی آنیکے وقت میں دیر ہے اور کافی لیٹ بھی ہے، چنانچہ وہیں پلیٹ فارم پر فرش بچھادیا گیا اور حضرتِ والا وہیں رونق افروز ہوئے۔ وہاں بھی ایک اچھا خاصہ مجمع ہوگیا تھا جناب حکیم شفاء الملک صاحب بھی پہونچ گئے تھے۔ اور حضرتِ والا کے خدام اور متوسلین کے علاوہ دیگر حضرات بھی شرف دست بوسی حاصل کرنے کیلئے حاضر تھے۔ اُس وقت حضرتِ والا پر ایک خاص کیفیت کا اثر تھا، جذبات موجزن تھے اور اُس وقت کی تقریر، ملفوظات، بیانات ایسے تھے جنکا کیف آج بھی صاحبان عقیدت کے حال کے دلو نیز باقی ہے! اتنے میں ریل سامنے سے نظر آئی ایک منٹ چطر صاحب نے دوڑ کر گارڈ کے قریب ڈبے میں جو براہ راست سہارنپور جاتا تھا حضرتِ والا کیلئے کافی جگہ کرالی اور حضرتِ والا نہایت آسایش و آرام سے بیٹھ گئے۔ اسباب بھی باقاعدہ رکھ دیا گیا اور ہر طرح کا اطمینان ہوگیا۔ لیکن زنانے درجے میں اسقدر ہجوم تھا کہ بیٹھنا دشوار تھا۔ سہارنپور تک اُس درجے کی یہی حالت رہی۔ اور کسی طرح مستورات کو آرام نہ مل سکا۔ قریب ۳ بجے دن کے گاڑی لکھنؤ اسٹیشن سے روانہ ہوئی اور اصحاب لکھنؤ اس شعر کو بزبان حال کہتے ہوئے واپس ہوئے ؎

ہرکہ در محفلِ تو آمدہ خنداں آمد — ہرکہ از بزم تو برخاست گریاں برخواست

ہمراہیوں میں عزیزی مولوی بزرالحق سلمہ کے علاوہ حافظ محمد طٰہٰ صاحب کورٹ انسپکٹر بلیا اور مولوی علی ظفر بیگ صاحب مرادآبادی کا اور اضافہ ہوا۔ حضرتِ والا لکھنؤ کے انس و اہل لکھنؤ کی محبت و خلوص کا تذکرہ فرماتے جاتے تھے کہ ڈیڑھ گھنٹے کے بعد ہردوئی اسٹیشن آیا۔ حضرت والا کے مجازِ صحبت اور مخلص خادم مولوی محمود الحق صاحب حقی ایڈووکیٹ ہردوئی کو پہلے سے اطلاع تھی کہ حضرتِ اقدس اس گاڑی میں تشریف لارہے ہیں، چنانچہ وہ اسٹیشن پر موجود تھے اور انکے ساتھ مسلمانان اور عمائدین ہردوئی کا ایک خاصہ مجمع تھا جسمیں وکلاء بھی تھے، افسران بھی، تاجر بھی تھے اور روساء بھی۔ سب نے درجے میں آکر شرف دست بوسی حاصل کیا۔ اور حضرتِ والا مصافحے کے ساتھ ساتھ ہر ایک کا مزاج پوچھتے رہے۔ مولوی حکیم بہاؤالدین صاحب اور دوسرے اصحاب سے تعارف بھی کرایا گیا۔ جناب مولانا حافظ انوار احمد صاحب امبیٹھوی بھی باوجود پیرانہ سالی کے تشریف لائے تھے۔ اُنکو جو خاندانی تعلق حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ اور جو عقیدتمندانہ محبت حضرتِ اقدس سے ہے وہ اُنکو اسٹیشن پر لے آئی اور یہی محبت لکھنؤ بھی لے گئی تھی۔ یہاں کئی منٹ گاڑی ٹھہری۔ جناب مولوی محمود الحق صاحب نے ناشتہ پیش کیا اور گاڑی روانہ ہوگئی۔

ہردوئی سے گاڑی روانہ ہونیکے بعد حضرتِ والا نے کھانا تناول فرمایا۔ مگر اسطرح، کچھ مولوی محمد حسن صاحب کے ناشتے میں سے کچھ مولوی محمود الحق صاحب کے ناشتے میں سے اور کچھ اس خادم کے ناشتہ میں سے۔ مستورات کیلئے جنتری ہی سے کچھ کھانا بھیجدیا گیا تھا۔

حضرتِ والا نے اسکی احتیاط کردی تھی کہ کسی کو آج کی روانگی کی اطلاع نہ ہو ورنہ اسٹیشنوں پر مجمع ہوجائے گا اور بڑی زحمت اُٹھانا پڑے گی۔ مگر نہ معلوم کس نے خبر کردی اور اتنی جلد کیونکر خبر پہونچ گئی۔ شاہجہانپور اسٹیشن پر گاڑی پہونچی، تو کچھ لوگ حضرتِ والا کو ڈھونڈتے ہوئے پہونچے اور مصافحہ کرکے ریل کے چھوٹنے تک حاضر رہے۔ اب تھوڑی دیر کیلئے حضرت والا نے استراحت فرمائی تھی کہ بریلی کا اسٹیشن آگیا۔ وہاں بھی دیکھا کہ بہت سے لوگ

زیارت کیلئے حاضر ہین۔ یہ دیکھکر بہت تعجب ہوا۔ آخر حضرت والا نے مصلحے سے ان مشتاقین کو مشرف فرمایا۔ اسکے بعد وضو کیا گیا اور بجماعت نماز باجماعت ادا ہوئی۔ امامت حضرت والا نے فرمائی۔ گرمی کی شدت تھی۔ نیند بھی نہین آئی تھی۔ کہ رامپور کا اسٹیشن آ گیا۔ دو چار خادم یہان بھی حاضر ہوئے اور مراد آباد تک جانے کیلئے درجے مین بیٹھ گئے۔ لیکن جسوقت مراد آباد کا اسٹیشن آیا۔ اور پلیٹ فارم کے قریب گاڑی پہونچی، تو عجیب حیرت انگیز منظر سامنے آ گیا، پورے پلیٹ فارم پر بجز مسلمانون کے اور کوئی نظر نہ آتا تھا۔ گاڑی کے ٹھہرتے ہی اللہ اکبر کے نعروں سے پلیٹ فارم گونج گیا۔ نعرۂ تکبیر نے جو نکادیا۔ دیکھا تو سب حضرت والا ہی کی زیارت کیلئے حاضر ہوئے ہین۔ مجمع کا اندازہ ڈھائی تین ہزار کا تھا۔ آخر کھڑکی کھولکر لوگون نے درجے مین آنا اور مصافحہ کرنا شروع کر دیا۔ ایک پر ایک گرا پڑتا تھا۔ کسی طرح مصافحے کی گنجائش نہین تھی۔ آخر درجے مین کے دو چار صاحبون نے مجمع کو مخاطب کرکے کہا کہ ایک کھڑکی سے آؤ اور دوسری کھڑکی سے ڈبے کے باہر چلے جاؤ، ورنہ کوئی بھی مصافحہ نہ کر سکے گا اور سب محروم رہ جائینگے۔ ان لوگون سے اور مجمع سے سخت بات چیت بھی ہو گئی مگر اُن لوگون نے ہمت سے کام لیکر مجمع کو تھوڑا بہت قابو مین رکھا لیکن مصافحے کرنے مین پیش قدمی کرنے سے کوئی بھی باز نہ رہا۔ اُنکے جذبات، اُنکی عقیدت، اُنکے شوق اور اُن کے جوش کا عجیب حال تھا۔ حضرت والا کے ہمراہیون نے چاہا بھی کہ روکین۔ مگر حضرت والا نے منع فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ ذرا دیر کا معاملہ ہے اُنکے جذبات کو نہ روکنا چاہئے۔ یہ اپنی حسرت پوری کر لین۔ یہانتک کہ مصافحہ کرتے کرتے حضرت والا کو بیحد تکان ہو گیا۔ مجبوراً حضرت اقدس نے ہاتھون کو رانوں پر رکھ لیا۔ اُسپر بھی مشتاقین سے نہین رہا گیا اور باہر کھڑکی سے اپنے ہاتھ کو بڑھا کر حضرت والا کے دست مبارک کو کھینچ لیتے تھے اور ممکن ہوتا تھا تو چوم لیتے تھے، یا اپنے ہاتھ کو حضرت کے دست مبارک سے مس کرکے اپنے ہاتھ کو بوسہ دے لیتے تھے۔ ہم خدام حضرت والا کے چارون طرف حلقہ کئے ہوئے تھے مگر زائرین تھے کہ کسی طرح نہین مانتے تھے۔ اور اپنے شوق کے پورا کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور بار بار نعرۂ تکبیر لگاتے جاتے تھے۔ اسٹیشن پر زائرین کے مجمع کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اسٹیشن کے مسلمان ملازم ٹکٹ بابو وغیرہ گاڑی مین آ آ کر مصافحہ کر رہے تھے۔ یہ پتا نہین چلتا تھا کہ اسٹیشن کے کرے کہان ہین۔ اور مسافر اُتر کر کہان گئے یا مسافر کسطرح آکر سوار ہوئے۔ گارڈ نے کئی کئی بار سیٹی دی، زائرین نے بڑی مشکل سے گاڑی کو چھوڑا اور اس حالت، اس عالم اور اس طوفان مین یہ طوفان میل روانہ ہوا۔ چلتی ہوئی گاڑی سے دیکھا تو پلیٹ فارم پورا ابھرا ہوا تھا بلکہ دور تک یہ سلسلہ چلا گیا تھا۔ جب گاڑی روانہ ہو گئی۔ تو دیکھا کہ حضرت والا پر تکان کے کافی آثار موجود تھے۔ پنکھا جھلا گیا۔ اور چند منٹ کیلئے حضرت والا بنچ پر لیٹ گئے۔ اُسی درجے مین چند ہندو صاحبان سوار تھے۔ یہ حالت دیکھکر خدمت اقدس مین حاضر ہوئے اور قدمون کو چھونا شروع کیا۔ حضرت والا نے منع فرمایا اور بخندہ پیشانی اُنکو عرض کرنے کا موقع دیا۔ اُنھون نے چاہا کہ کچھ استفسارات کرین گر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ مین نے ابھی بیماری سے نجات پائی ہے، بہت کمزور ہون۔ ڈاکٹرون اور اطبا نے زیادہ گفتگو اور دماغی کامون سے منع کر رکھا ہے اور ابھی اس مجمع کی وجہ سے کافی تکان ہو گیا ہے اسلئے مین معذور ہون۔ اتنی گفتگو اور شرف قدمبوسی بھی اُن صاحبون کو غنیمت معلوم ہوا۔

اسکے بعد سلیو بارہ اسٹیشن آگیا۔ وہاں بھی دیکھا۔ زائرین کی کافی تعداد موجود تھی۔ مگر نہ اتنی جتنی مرادآباد اسٹیشن پر یہاں بھی دیر تک مصافحہ کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اور چند ہی منٹ گزرے ہونگے کہ گاڑی روانہ ہوگئی اور عصر کی نماز باجماعت ادا کی گئی۔ اب لکسر اسٹیشن پر گاڑی پہونچی، گاڑی لیٹ تھی، خیال تھا کہ تھانہ بھون والی گاڑی نہیں ملیگی۔ ہم لوگ دعا کر رہے تھے کہ مل جائے یہانتک کہ رڑکی کا اسٹیشن آیا گاڑی رکی۔ دیکھا تو جناب مولوی محمد طاہر صاحب قاسمی، جناب مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی مجاز طریقت حضرت قدس سرہ مولوی ظہور الحسن صاحب اور کئی خدام موجود ہیں۔ ہر ایک نے بیتابانہ دوڑ کر مصافحے کا شرف حاصل کیا۔ اور سب حضرات سہارنپور تک حضرت کی ہمراہی میں روانہ ہوگئے۔ رڑکی تک گاڑی لیٹ تھی اور امید تھی کہ اب تھانہ بھون والی گاڑی نہیں ملے گی۔ مگر جسوقت سہارنپور اسٹیشن پر گاڑی پہونچی ہے اور گاڑی کھڑی دیکھی گئی تو وقت مقررہ میں پانچ باقی تھے سہارنپور اسٹیشن پر بھی زائرین کا اچھا خاصہ مجمع تھا۔ اور جناب مولوی ظفر احمد صاحب و جناب مولوی شبیر علی صاحب تھانہ بھون سے آکر سہارنپور اسٹیشن پر موجود تھے۔ مجمع سے مولوی منفعت علی صاحب ایم ایل اے ایڈوکیٹ سہارنپور نے آگے بڑھکر عرض کیا کہ لاری اور موٹر کا انتظام مکمل ہے حضور والا باہر تشریف لے چلیں۔ اسباب زیادہ تھا۔ لیکن ہاتھوں ہاتھ اُتار کر پلیٹ فارم پر رکھا گیا اور قلیوں نے جلد سے جلد باہر پہونچا کر لاری پر رکھدیا۔ حضرت والا مع متعلقین کے موٹر پر رونق افروز ہوئے اور باقی لوگ لاری پر سوار ہوئے۔ چونکہ گھنٹے ٹکٹ تھانہ بھون تک کیلئے لیے گئے تھے اسلئے اور بھی آسانی ہوگئی جب چھوٹی لائن کے اسٹیشن پر موٹر اور لاری پہونچگئی تو گاڑی کے چھوٹنے میں کئی منٹ باقی تھے۔

جناب مولوی شبیر علی صاحب نے مستورات کو زنانے درجے میں بٹھادیا اور جناب مولوی ظفر احمد صاحب بھی زنانے درجے کے قریب والے درجہ میں بیٹھ گئے اسباب سب دیکھکر رکھ دیا گیا اور حضرت والا آدم سے ایک درجے میں رونق افروز ہوئے۔ اتنے میں جناب مولوی محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور اور کئی اصحاب پہونچ گئے۔ اور حضرت والا سے مصافحہ کیا۔ جناب شیخ الحدیث نے جناب مولوی حافظ عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپوری کی طرف سے سلام کے بعد خیریت سے واپسی پر پیغام مسرت پہونچایا۔ اور بوجہ علالت اُنکی جانب سے عدم حاضری کی معذرت پیش کی۔

غرض حضرت والا بارہ بجے شب کے قریب خدا کے فضل و کرم سے صحت و عافیت کیساتھ رونق افروز تھانہ بھون ہوئے۔ اور اسطرح یہ سفر خدا کے فضل و کرم سے نہایت خیر و خوبی، خیریت و عافیت، لطف و انبساط اور گوناگون فیوض و برکات کیساتھ ختم ہوا۔

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین سیدنا و مولانا محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین۔

احقر وصل بلگرامی غفرلہ

پنجشنبہ غرہ شوال ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۴ نومبر ۱۹۳۸ء خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

قطعۂ تاریخِ صحتیابیِ مرشدی و مولائی حضرتِ حکیم الامت مدظلہم العالی

از خاکسار وصل بلگرامی

رسید مژدہ بشہر و دیار و کوہ و دشت
کہ دورِ خرمی آمد، زمانِ رنج گزشت

بہارِ عیش بہ نزہتگہِ چمن برسید ۱۲
ہجومِ یاس بامید ہا بدل گشت

بنفشہ کرد بشاخ بنفشہ ہمہ وشی
بسانِ عاشق و معشوق گشت گشتِ بہ کشت

ہوائے تازہ بگلزارِ علم و فضل آمد
نسیمِ صبح بصد نازمی کند گلگشت

حکیم امت و شیخ زمانہ ہادیِ دین
فیوضِ ذاتِ گرامی ہمہ جہان انگشت

جنابِ مرشدی اشرف علی مدظلہم العالی مجددِ وقت
کہ پایۂ ملکوتش ز آسمان بگزشت

رفیع منزلتے کآسمان بیا در دہ
پئے نثار گہر ہائے انجم اندر طشت

بعمرہا ز خلوصِ دل و زبانِ سلیم
ثنا و حمدِ الٰہی بکعبۂ جان لشت

بہ ذرہ ذرہ رسیداست فیضِ انعامش
زلال ہر کہ نمی یافت دُردِ دوائے گشت

زفیضِ او شدہ توثیقِ مذہبِ اسلام
ز ہمتِ او صنم و بتکدہ ہمہ شد تشت

ہر آنکہ گشت مطیعش شدہ جہانش مطیع
وز آنکہ گشت نگاہش، جہان از و برگشت

محبِ داور و غوثِ یگانہ، افخرِ سلف
گزشتہ خاص پئے ذاتِ او صفاتِ ہشت

نجات از مرضِ سخت یافتہ، صد شکر
ز دردِ صعب بفضلِ الٰہ صحت گشت

دوبارہ داد میخوارگان مئے عرفان
دوبارہ میکدہ از فیضِ سرخوشش آغشت

دوبارہ غنچۂ پژمردہ از طرب بشگفت
دوبارہ ہر گلِ افسردہ شاد و خندان گشت

سزد کہ زہرہ ازین مژدہ نغمہ ریز شود
سزد کہ دورِ زمانہ کند بہ وشتن وشت

بشنو ز وصل کہ ہجری و عیسوی تاریخ
زشعرِ ذیل چو خورشید و مہ درخشان گشت

زلطفِ ربِّ حکیم و جلیل یافت شفا ۱۳۵۷ھ
رسیدہ بود بلائے زبون بخیر گزشت ۱۹۳۸ء

۱؎ گشت بہ کشت: گیاہیست مانند ریسمان باریک، ہم پیچیدہ در برگردیدہ است زیراکہ بیکدگر پیچیدہ است، و اوراق آن مانندِ قنابرِ عقارب برگردیدہ - ۱۲ ۲؎ انگشت: - دالست ۱۲ ۳؎ لشت: - ملاحظہ گردید سبز و لفریح شدہ ۱۲ للہ تشت: شراب دست و ضائع و زبون - ۱۲ ۵؎ ہشت صفات (۱) معرفت اللہ (۲) علم و شکر در ہمہ حال (۳) رضا بقسمت ازل (۴) صبر بر بلا (۵) قلتِ رزق (۶) تعظیم لامر اللہ (۷) شفقت علی خلق اللہ (۸) عفت و عصمت - ۱۲ ۶؎ وشت: - خوب و خوش، رقص و بہجت و نیز شادی و دوشتن بمعنی جستن و رقص کردن شاہ قاسم انوار گفتہ ؎ یارم در آمد از در و دستن گنید و شتن - این خانہ را ز وشتن گلشن کنید گلشن
۷؎ کسی مشہور شاعر کا اصل مصرعہ یہ تھا رسیدہ بود بلائے، و لے بخیر گزشت تاریخ کی وجہ سے اس میں و لے کا لفظ نکال کر زبون کا لفظ شامل کر دیا گیا - ۱۲ وصل

جمیل الکلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چارشنبہ ۲۴ رجب ۱۳۵۷ھ بعد عصر مسجد خواص مین

(۱) فرمایا آجکل حریت کا غلبہ ہے مگر حریت وہ مطلوب ہے جس مین راحت ہو اور شرعی حدود کے اندر ہو نہ کہ جس سے حدود مین خلل پڑے مجھے تو یہانتک آزادی کی قدر ہے کہ ایک دفعہ ریل مین ایک ڈپٹی کلکٹر صاحب کا ساتھ ہوگیا۔ خواجہ صاحب نے تعارف کرایا۔ اتنے مین مغرب کا وقت آگیا ہم سب نے نماز کا اہتمام کیا مگر وہ بیٹھے رہے اُن کا نام عزیز الدین تھا خواجہ صاحب نے مجھسے کہا کہ تم ان سے نماز کو کہو تو اثر ہوگا مین نے کہا کہ جنت مین تو جائین عزیز الدین اور احسان ہو اشرف علی پر۔ مین بلا ضرورت زیادہ روک ٹوک نہین کیا کرتا کہ دوسرے کے مقصود آزادی کے خلاف ہے البتہ ضرورت شرعیہ مستثنیٰ ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ شاید نماز کے بعد یہ منہ سے بھی نہ بولے مگر مین اُنسے ویسے ہی انبساط کی ساتھ ملا اور باتین کرتا رہا۔ معلوم ہوا کہ وہ کہتے تھے کہ اس نے تو مجھے ذبح ہی کر دیا۔ اگر نماز کیلئے مجھسے کہتا تو مغرب تو پڑھ لیتا مگر اُسکے بعد پھر کچھ نہین اور اب مغرب تو قضا ہوئی مگر اور سب نمازین قائم ہوگئین پھر ایک عرصہ کے بعد وہ ہمارے ضلع مین سپرنٹنڈنٹ پولیس ہوکر آئے اور میرے پاس ملنے آئے تو اُنکے اردلی سے معلوم ہوا کہ اب نماز کے بہت پابند ہوگئے ہین حتیٰ کہ اجلاس بھی وضو کرکے کرتے ہین۔ تو حریت کے حدود یہ ہین اور اگر حریت ایسے ہی عام ہے تو مین کہتا ہون کہ پھر حریت علی الاطلاق مطلوب ہی نہین بلکہ بعض اسیری بہتر ہے ایسی آزادی سے۔ قال السعدی رح ؎

اسیرش نہ خواہد رہائی ز بند — شکارش نہ جوید خلاص از کمند

قال الرومی ؎ گر دو صد زنجیر آری بگسلم — غیر زلف آن نگار مقبلم

(۲) فرمایا میرے اس سفر مین جو خط ملنیکی اجازت مانگتا ہے تو مین لکھ دیتا ہون کہ کچھ معلوم نہین کہ جب آؤ تو مین یہان ہون یا نہ ہون اور اس وقت مصلحت یا فرصت ملنے کی ہو یا نہ ہو۔ بعض ذہین ہشیار آدمی

اسکے جواب مین لکھتے ہین کہ اگر تم نہ ہوئے یا ہمین اجازت ملنے کی نہ ہوئی تو ہمکو رنج نہ ہوگا مگر ایک مخلص نے لکھا ہے کہ مین حالت موجودہ مین اسلیئے نہین آتا کہ اگر مین آیا اور تم نہ ہوئے اور پھر تمکو معلوم ہوا تو تمکو اس کا رنج ہوگا کہ فلان شخص آیا تھا مگر مین نہین ملا۔ تو تمہارا یہ واقعی رنج مجھکو گوارا نہین اسلیئے نہ ملنے کو ملنے پر ترجیح دی کسی ایسے ہی عاشق کا شعر ہے ؎

اریدُ وصالہ ویرید ھجری　　　　فاترک ما ارید لما یرید

عارف شیرازی نے گویا اس کا ترجمہ کیا ہے۔

میل من سوئے وصال و میل او سوئے فراق　　　　ترک کام خود گرفتم تا برآید کام دوست

(۳) فرمایا ایک صاحب نے لکھا ہے کہ مجھے تو محبت مین رونا آتا ہے دعا کیجئے کہ یہ محبت قائم رہے۔ مین نے جواب دیا کہ مین تو ھنسنے کی محبت کی دعا کرتا ہون نہ کہ روتے کی محبت کی البتہ باطنی حالت ایسی ہونا چاہئے جیسے کہا گیا ہے

تو اے افسردہ دل زاہد یکے در بزم رندان شو　　　　کہ بینی خندہ بر لبہا و آتش پارہ در دلہا

(۴) فرمایا ہمارے حضرت (قدس سرہ) فرماتے تھے کہ بعض درویشون نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ امراء کی قصداً تحقیر کرتے ہین فرمایا کہ یہ تو کبر ہے ہان لپٹنا نہ چاہئے لیکن اُسکی رعایت کرنا چاہئے نہ کہ امیر ہونیکی بنا پر بلکہ نعم الامیر ہونیکی بنا پر جیسا کہا گیا ہے نعم الامیر علی باب الفقیر وہ جب ہمارے دروازہ پر آگیا اور امارت کو رخصت کر دیا تو امیر کہان رہا اب اُسکے نعم ہونیکی رعایت ہوگی۔

(۵) فرمایا حضرت مصر کے پیر بہت بوڑھے تھے جب حج کیواسطے مکہ آئے تو ہمارے حضرت سے ملنے کیلیئے پیدل آئے شریف مکہ نے سواری کا انتظام کرنا چاہا تو کہا کہ شیخ کے یہان سوار ہوکر جانا سوء ادب ہے۔ حضرت نے انکی شان کے موافق خوب سامان کیا چاء وغیرہ کا تو ایک صاحب نے کہا حضرت کو اسکی کیا ضرورت تھی فرمایا نزلوا الناس منازلھم وہ حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ میری طرف توجہ فرمایئے حضرت نے چاء پیش فرمائی انہون نے عرض کیا کہ چاء کی کیا ضرورت ہے بس توجہ فرما دیجئے فرمایا وہ بھی ہو جائیگا چاء سے فارغ ہوکر گردن جھکا کے بیٹھ گئے حضرت بھی متوجہ ہوگئے۔ پھر سر اٹھا کر بولے کہ الحمد للہ جیسا سنا تھا اس سے بدرجہا زیادہ پایا حضرت نے فرمایا کہ نہین مین کیا چیز ہون تو بگڑ گئے اور کہا تو کیا مین اندھا ہون۔

(۶) فرمایا بعض علوی خود کو سید سمجھتے ہین یہ غلطی ہے خدا جانے کہان سے کہتے ہین۔ سید تو عرف مین صرف بنی فاطمہ ہین ہان کوئی اصطلاح ہی بدلدے تو دوسری بات ہے

(۷) ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایک شخص نے خلیفۃ اللہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور نظام دکن کو اپنے خلیفۃ اللہ ہونیکا اشتہار بھی بھیجا ہے فرمایا ایک معنے سے تو صحیح ہے (کہ آدم و اولاد آدم انی جاعل فی الارض خلیفہ کے مصداق ہین) مگر اس مین تو عموم ہے اور اُس شخص کی مُراد خاص ہے جسکی کوئی دلیل نہین۔

(۸) فرمایا میرے ماموں صاحب مقیم حیدرآباد خود اپنے متعلق کہتے تھے کہ انکو مولوی محمد شاہ صاحب نے فرمایا تھا کہ پیرجی صاحب حدیث تو شروع کردی ہے مگر اسے اپنے تصوف مین نہ ڈہال لیجے اور اُن ہی مولوی صاحب کا یہ مقولہ بھی نقل فرمایا کہ مین نے اس سے بڑا کافر کوئی نہین دیکھا جو ایک کفر بکتا ہے اور پھر اس پر کہتا ہے قال اللہ تعالےٰ و قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۹) فرمایا کہ بارش ہوئی تو ایک صاحب بھاگے دوسرے صاحب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بھاگتے ہو تو خوب جواب دیا کہ اسلئے بھاگتا ہون کہ پیرون مین نہ آئے۔

(۱۰) فرمایا ایک صاحب نے قل یاایھا الکفرون سے وحدۃ الوجود کو ثابت کیا ہے اسطرح کہ لا اعبد ما تعبدون مین لا زاید ہے یعنی مین بھی اُسیکی عبادت کرتا ہون جسکی تم کرتے ہو کہ ان سب مین بھی وہی ہے لیکن لا کے زائد ہونے پر دلیل کچھ نہین۔ دلیل دی تو یہ کہ جب شراب حلال تھی تو حضرت علیؓ نے نماز مین قل یا پڑھی اور لا چھوڑ گئے۔ اس مین لا کے زائد ہونیکو ظاہر فرمادیا اُس وقت تک لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ نازل نہ ہوا تھا۔ کسی نے کہا کہ یہ تو نشہ کا قصہ ہے اس مین دلیل کیسے ہوسکتی ہے کہنے لگے کہ ملانون کے ڈر کیوجہ سے تہوڑی سی پی لی تھی تاکہ نشہ سے معذور سمجھین ورنہ لا قصداً چھوڑا ہے اور نشہ ہوتا تو ساری نماز کیسے پڑہتے یہ حال ہے آجکل کے استدلال کا جسکا فساد اظہر من الشمس ہے اگر نشہ مین نماز ممکن نہ ہوتی تو لا تقربوا الصلوٰۃ کے نزول ہی کی کیا ضرورت تھی۔

(۱۱) فرمایا اب تو تصوف مین اتنا توسع ہوگیا کہ قرآن حدیث تو کیا استدلال مین عربیت کی بھی ضرورت نہین رہی ایک شخص کہا کرتے تھے واللیل اذا سجی اے نفس تیری ہی سجا۔ لے شاید ترجمہ ہو واو کا اور نفس لیل کا بمناسبت ظلمت کے اور ہی اذا کا کیونکہ اس مین ذا بھی ہے جو اسم اشارہ ہے۔ سجا سجا ہی ہے (یعنی سزا) اور اس پر بھی جو سمجھ مین نہ آئے وہ رمز ہے۔

(۱۲) فرمایا چھوٹے ماموں صاحب کہتے تھے کہ ان سے ایک فقیر ملا اور ان سے پوچھا کہ بتاؤ رزق بڑا ہے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انہون نے کہا کہ نہ اس عنوان سے شریعت مین تعلیم ہوئی ہے اور نہ اسکی ضرورت۔ ہان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اشرف المخلوقات ہین اور رزق ایک مخلوق ہے اسلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی اشرف ہین۔ بولا معلوم ہوا بے بیرے ہو پھر اپنا ختکہ اُٹھا کر سر پر گھما کر کہا کہ دیکھو اشھد ان محمد رسول اللہ پہلے آن ہے پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آن ہندی مین رزق کو کہتے ہین اگر آن اشرف نہ ہوتا تو پہلے کیون ہوتا۔

(۱۳) فرمایا دارا شکوہ ایک درویش سے ملنے گئے جو واہی تباہی بکتا تھا وزیر بھی ساتھ تھے دارا شکوہ نے پوچھا کہ عمر شریف۔ بولے کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تمہارے دادا اکبر سے لڑائی ہوئی تھی تو ہم تمہارے دادا کی طرف تھے وزیر نے کہا کہ حضور کی تاریخ دانی بھی معلوم ہو گئی اور ایمان بھی۔ تو دارا شکوہ نے ڈانٹ دیا کہ بزرگون پر اعتراض نہین کرتے۔ کوئی کیا جانے کیا رمز ہے۔

(۱۴) فرمایا لوگ تصوف کے مضامین کے اشارات کو تفسیر سمجھ لیتے ہین حالانکہ نہ وہ اشارات یقینی ہین نہ اُن سے تفسیر مقصود ہے یہ تو علم اعتبار کہلاتا ہے۔

(۱۵) فرمایا مین نے التقصیر فی التفسیر مین ایسے استنباطات کا درجہ لکھدیا ہے کہ یہ فقہی قیاس سے بھی کم درجہ کے ہین۔ خلاصہ یہ ہے کہ فقہی قیاس مین تو غیر منصوص کو منصوص کیساتھ لاحق کر کے اُس پر حکم کرتے ہین اور وہ بھی جہان دلیل مستقل نہ ہو تو یہ غیر منصوص بھی علۃ کے واسطہ سے نص کا مدلول ہوتا ہے اور قیاس محض مُظہر ہے اور صوفیہ کے قیاسات اگر اور دلیل سے ثابت نہ ہو تو ان نصوص سے ثابت ہی نہین ہوتے یہ اعتبار محض ایک تشبیہ کا درجہ ہے جس مین وجہ تشبیہ موثر فی الحکم نہین ہوتی جیسے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

فدا گنگ و جمن بر ہر دو چشم اشکبار من | نمی آئی چرا از بہر اشنان در کنار من

یا جیسے ناسخ کا شعر ہے ؎

تین تربینی ہین دو آنکھین مری | اب الہ آباد بھی پنجاب ہے

بس ان کا یہ درجہ ہے۔

(۱۶) فرمایا آجکل بعض لوگون نے قرآن شریف کی آیتون سے نئی سیاست کو مستنبط کرنا شروع کر دیا ہے یہ ایک قسم کی تحریف ہے۔ ایک صاحب نے اس مضمون کو کہ کافر کی حکومت مسلمانون پر جائز نہین آیت ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا سے مستنبط کیا ہے کہ جب ایک مسلمہ کا کافر کے تحت مین رہنا جائز نہین تو بہت سے مسلمانون کا کسی کافر کے ماتحت رہنا کیسے جائز ہوگا لیکن اس مضمون کا اس آیت سے کوئی تعلق نہین البتہ دوسری دلیلون سے ثابت ہے اور اگر اسی دلالت کی بنا و پر یہ کہا جائے کہ دوسری آیت مین ولا تنکحوا المشرکات

حتی یؤمن - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکہ کا مسلمان کے تحت مین رہنا جائز نہین تو جب ایک مشرکہ کا مسلمان کے تحت مین رہنا جائز نہین تو بہت مشرکون کا مسلمانون کی رعایا بنکر رہنا بھی جائز نہ ہوگا تو اسکا کیا جواب دینگے یہ حال ہے ان استنباطون کا تعجب ہے کہ طلبہ فارغ التحصیل ہونیکے بعد جوق جوق یہ ترجمہ پڑہنے جاتے ہین -

(۱۷) فرمایا آجکل ایک ایسے ہی مفسر نے مجھسے تربیت کی درخواست کی ہے - مین نے جواب مین لکھا ہے کہ پہلے یہ بتاؤ کہ جو تفسیر تمنے لکھی ہے وہ حق ہے یا ناحق اگر حق ہے تو مجھ مین تم مین مناسبت نہین اور اگر وہ ناحق ہے تو کیا اس سے رجوع کا اعلان کرلیا ہے - اسکا جواب گول لکھا ہے کہ اگر تربیت اسی پر موقوف ہے تو مین رجوع کا اعلان کردونگا جن لفظون مین آپ لکھین گے اعلان کردون گا - لیکن اسکا تو یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ اسے حق تو اب بھی سمجھتے ہین مگر مجبوری کو اسکے خلاف اعلان کردینگے - آخر اسکی کیا ضرورت ہے کہ مجھسے رجوع کرین بہت سے ایسے مشائخ ہین جہان مشرب کی پوچھ ہی نہین ہوتی وہ یہ کہتے ہین کہ آتو جائے پھر ٹھیک کرلینگے اور یہان یہ ہے کہ پہلے ٹھیک ہوجائے تب آئے اور تجربہ یہ ہے کہ ویسے آنے سے پھر ٹھیک نہین ہوتا - اہل فن کہتے ہین کہ آخری مقام فناء ہے اور مین تو یہ کہتا ہون کہ اول مقام فناء ہے مولانا کے کلام سے اسکی تائید ہوتی ہے ؎

ہیچ کس را تا نگردد او فنا   نیست رہ در بارگاہ کبریا

اور دونون قولون مین تعارض نہین رائے کا فنا ہونا اول ہے اور امراض کا فنا ہونا آخر میں ہے جیسے کسی طبیب کے پاس کوئی جائے اور دواؤن مین رائے دیتا رہے تو علاج نہ ہوگا دواون کے متعلق رائے کا اول فنا کرنا ضروری ہے پھر امراض فنا ہونگے تو اول رایون کا فنا ہے اور آخر مین امراض کا اسلئے یہ بھی ٹھیک ہے اور وہ بھی ٹھیک ہے -

(۱۸) فرمایا ایک شخص نے ایک غلام خریدا اس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے اُس نے کہا اب تک تو جو نام تھا تھا اب وہی نام ہے جس نام سے آپ پکارین اُنہون نے پوچھا کہ کھانے پینے مین کیا معمول ہے اُس نے کہا کہ ابتک تو جو تھا وہ تھا اب وہ ہے جو آپ کھلائینگے پلائینگے تو بندہ کا معاملہ حق تعالیٰ سے کم سے کم ایسا تو ہونا چاہئے

(۱۹) فرمایا ایک صاحب آجکل تازہ معتوب ہین یون تو ایک جماعت کی جماعت ہے کہ مین اُن کا معتوب ہون وہ میرے معتوب ہین - مگر ایک صاحب تازہ ہین انہون نے شدت اشتیاق مین خط لکھا کہ مین المتلاء قود فی اللہ

کے تحت مین حاضر ہوتا ہون۔ لیکن مجھے بہت ثقیل معلوم ہوا کہ آپ یہ جتلاتے ہین کہ گویا میری نظر اس حدیث پر نہین ہے گویا اُنھون نے تو رعایت کی اس حدیث کی اور مین نے نہ کی۔ دوسرے مجھے متاثر کرنا چاہتے تھے کہ عذر نہ کر سکون کیونکہ حدیث کے خلاف ہوتا ہے سو یہ فنا کے خلاف ہے کہ اپنا علم جتایا جاتا ہے بان علم رکھے۔ نیت بھی رکھے مگر مجھے اس کا جتانا فنا کے خلاف ہے۔

(۲۰) فرمایا ایک طالب علم حدیث پڑھنا چاہتا تھا مین نے کہا کہ معاش کی کیا صورت ہے کہنے لگے وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا مین نے کہا کہ اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ گویا مین اس آیت سے جاہل ہون ورنہ پوچھتا ہی کیون تو ایسے جاہل شخص سے پڑھنے سے کیا فائدہ۔

(۲۱) فرمایا ایک صاحب نے مجکو عربی مین خط لکھا اور اپنی اصلاح کی درخواست کی مین نے لکھدیا کہ مفید کا مستفید سے اکمل ہونا ضروری ہے۔ مین عربی مین اچھی طرح لکھ نہین سکتا آپ لکھ سکتے ہین ایک صاحب نے اسکی توجیہ مین یہ لکھا کہ عربی اہل جنت کی زبان ہے اور محبوب ہے اسلئے عربی مین لکھا ہے تو مین نے لکھا کہ قسم کھا کر لکھو کہ یہ نیت تھی اور اگر یہی داعی ہے تو جب یہان آؤگے تو گیا گفتگو بھی عربی ہی مین کرد گے۔ بس ٹھیک ہو گئے۔

(۲۲) فرمایا مین نے ایک صاحب کو مشورہ دیا کہ تمکو مجھسے مناسبت نہین اسلئے فلان بزرگ سے رجوع کرد تو انھون نے اورون سے کہا کہ یہ تو ایسا ہے جیسے کوئی اپنی بیوی سے کہدے کہ فلان کی بغل مین جا بیٹھ مگر ایک صاحب نے یہ سنکر کہا کہ خدا کی قسم اگر مجھے کسی بھنگی کے سپرد کرین تو فوراً اس سے رجوع کرون پھر اگر نفع نہ ہو اطلاع کرون لیکن اگر پھر بھی وہین حکم ہو تو وہین رہون۔ یہ ہے فنا کی شان۔

(۲۳) فرمایا مولانا محمد قاسم صاحب سے ایک شخص نے بیعت کی درخواست کی فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی سے ہو جاؤ کچھ دنون کے بعد پھر درخواست کی تو فرمایا کہ ہمنے تو کہا تھا کہ مولانا رشید احمد صاحب سے ہو جاؤ اُنھون نے عرض کیا کہ دہان بیعت تو کر آیا فرمانے لگے پھر کیون درخواست کرتے ہو عرض کیا کہ دہان تو آپکے فرمانے سے ہو گیا آپ دس جگہ فرمائینگے تو ہو جاؤنگا مگر اپنے دل سے تو آپ سے ہی ہونگا آپ کرین یا نہ کرین۔

(۲۴) فرمایا حافظ محمد ضامن صاحب اور حاجی صاحب مین یہ ٹھہرا تھا کہ دونون ایک ہی جگہ مرید ہونگے۔ حضرت کو یاد نہ رہا جب مرید ہو چکے تو تیسرے چوتھے روز لوہاری حضرت میانجی صاحب کی خدمت مین جایا کرتے تھے۔ حافظ صاحب نے پوچھا کہان جایا کرتے ہو فرمایا میانجی صاحب سے بیعت ہو گیا ہون۔ فرمایا کیا وعدہ بھول گئے

فرمایا ہان بھول گیا اگلے روز آپ بھی گئے اور بیعت کی درخواست کی تو میانجی صاحب نے انکار کردیا آپ خاموش ہو رہے حالانکہ بہت تیز مزاج تھے مگر باوجود خاموشی کے دوسرے تیسرے روز برابر جاتے آخر ایک روز میانجی صاحب نے ہی پوچھا کہ حافظ صاحب کیا اب بھی وہی خیال ہے آپنے کہا کہ حضرت مین تو اپنے دل سے ہو ہی چکا ہون مگر قیل وقال کو خلاف ادب سمجھکر کچھہ عرض نہین کیا - فرمایا اچھا وضو کرو اور دو نفل پڑہکر آؤ اور بیعت فرمالیا اور حاجی صاحب نے بیعت کے متعلق ایک خواب دیکھا تھا حاضر ہونے تو میانجی صاحب نے پوچھا کیسے آئے ہو آپنے عرض کیا کہ کیا آپکو خبر نہین فرمایا میان خواب وخیال کا کیا اعتبار حاجی صاحب نے رونا شروع کیا تو تسلی فرمائی اور فرمایا جو چاہو گے وہ ہو جائیگا اور فوراً مرید فرمالیا اور حافظ صاحب کو ٹالا تھا اسی کا یہ اثر رہا کہ حاجی صاحب تو فوراً بیعت فرمالیتے تھے اور حافظ صاحب بہت ٹالتے تھے چنانچہ تمام عمر مین حافظ صاحب کے کل آٹھ شخص مرید ہوئے رجوع حضرت حاجی صاحب کی طرف بہ نسبت اُنکے دوسرے پیر بھائیون کے زیادہ تھا - مولانا شیخ محمد صاحب کیساتھ جائداد کا قصہ تھا - شیخ کو تو ان چیزون سے الگ ہی رہنا مصلحت ہے - انگریزی حکام ملازمین کو بھی تجارت وغیرہ کی قانوناً اجازت نہین اسلئے کہ ایک وقت مین دو کام پورے طور پر ہو نہین سکتے - دوسرے کامون کے چھوڑنے والون کو لوگ کہتے ہین یہ اپاہج ہو کر بیٹھ رہے مگر ہمین تو یہ اپاہج کا لقب فخر ہے ارشاد فرمایا ہے للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض یہ لا یستطیعون اپاہج ہی کا تو ترجمہ ہے - شعر

تا بدانی ہر کرا یزدان بخواند   از ہمہ کار جہان بیکار ماند

حضرت حاجی صاحب کے یہان کوئی چیز نہ تھی سوائے اللہ رسول کے اسی لئے حضرت کے یہان ہر قسم کے لوگ تھے - غیر مقلد بھی وہابی بھی بدعتی بھی - اور سلسلہ مین داخل کرنے کیلئے اختلافیات مین کسی سے کوئی شرط نہ تھی - فرمایا کرتے تھے میان سب ٹھیک ہو جائینگے آنے دو اور یہ حالت خاص حضرت کے شایان تھی دوسرون کو ایسا مناسب نہین - ایک غیر مقلد کو بیعت فرمایا دو تین دن بعد علم ہوا کہ اُنہون نے رفع یدین اور آمین بالجہر سب چھوڑدی تو خوش نہین ہوئے اور فرمایا بلاؤ وہ آئے تو فرمایا اگر تمہاری رائے ہی بدل گئی ہو تو خیر ورنہ اگر میری وجہ سے ہوا ہو تو ترک سنت کا وبال مین اپنے ذمہ نہین لیتا - یہ بھی سنت ہے وہ بھی سنت ہے سبحان اللہ حدود کے اندر کیسا توسع تھا اگر ہر شخص ایسا توسع کرے تو وہ حدود ہی سے نکل جائے -

(۲۵) فرمایا مولوی امیر شاہ خان صاحب رسوم و بدعات کے بہت سخت مخالف تھے اور کسیکو نکیر سے نہ چھوڑتے تھے

مگر ہمارے حضرت کے بہت معتقد تھے - حضرت سے کبھی ایسی گفتگو نہین کی - لوگون کو معلوم ہو گیا کہ یہ حضرت کے سامنے نہین بولتے تو حضرت کے سامنے انکو چھیڑتے تھے اب اگر کچھہ کہین تو حضرت کے مزاج کے خلاف ہوتا ہے - بس یہ کہدیا کرتے تھے کہ باہر چلکر پوچھنا حضرت کو اسکا علم ہو گیا تو فرمایا انکو کچھہ کہا نکرو یہ میرے ادب سے بولتے نہین تم ادب نہ توڑو - انہین دوسرے اشخاص کے باب مین شبہات تھے مگر حضرت کے بارہ مین کوئی شبہ نہ تھا جانتے تھے کہ حضرت حدود سے آگے نہین ہین -

پنجشنبہ ۵ رجب ۱۳۵۷ھ بعد عصر مسجد خواص مین

(۲۶) ایک صاحب محمد شعیب نام کا خط آیا انکے یہان لڑکی پیدا ہوئی تھی اُسکے لئے نام دریافت کیا تھا فرمایا اگر لڑکا ہوتا تو صُہیب و خُبیب نام لکھتا یہ دونون دو صحابیون کے نام ہین - اس بچی کی دو بہنون کا نام بھی مین نے ہی تجویز کیا ہے یعنی رجیحہ اور بھیجہ تو اسکا نام صبیحہ ہونا چاہئے - ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی اسکی ماں کا نام خدیجہ تھا مجھے قافیون کا بہت خیال رہتا ہے بہت سوچا تو سورہ ق مین بہیج ملا جسکی مؤنث بہیجہ ہے پھر فرمایا اگر مین شاعر ہوتا تو بہت قافیے سوچنے پڑتے خدا کا شکر ہے کہ شاعر نہین ہون اب بہت کم مشقت پڑتی ہے - وصل صاحب بلگرامی بولے کہ شاید اور تو اس کا قافیہ نہ ہو فرمایا ہے ولیجہ قرآن شریف مین آیا ہے - پھر کچھہ اور گفتگو کے بعد فرمایا کہ صبیحہ تو ایک ظرافت تھی ہان صبیحہ نام اچھا معلوم ہوتا ہے آخر لوگ حسینہ جمیلہ نام رکھتے ہی ہین (جمع کنندہ کہتا ہے کہ ملیحہ سے صبیحہ زیادہ خوبصورت ہے)

(۲۷) فرمایا ایک ادیب عیسائی کا قول ہے کہ جتنے اعلے درجہ کے لغت ہین قرآن مجید مین چھانٹ لئے گئے ہین - غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید مین کثرت سے وہ لغت ہین جو حدیث شریف مین بھی نہین اور جو حدیث شریف مین ہین وہ دوسرون کے کلام مین نہین -

(۲۸) فرمایا مین نے ایک طالب علم سے کہا تھا کہ اتدعون بعلا و تذرون احسن الخالقین اگر غیر اللہ کا کلام ہوتا تو تذرون کی جگہ تدعون ہوتا مگر معنے کا لحاظ فرمایا گیا ہے اسلئے صنعت کی رعایت نہین کیگئی - (جمع کنندہ عرض کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ تدعون اور تذرون مین صنعت جناس نہین رہی اگر لفظون کی رعایت ہوتی تو بجائے تذرون کے تدعون ہوتا اور صنعت پیدا ہوتی اگر یہ غیر اللہ کا کلام ہوتا تو وہ اس لفظی رعایت کو مقدم رکھتا لیکن دونون مین جو معنوی فرق ہے کہ تذرون جان بوجھکر چھوڑنیکے لئے ہے اور تدعون عام ہے تو تذرون کہنے سے یہ معنے ہوئے کہ تم اللہ کو باوجود جاننے پہچاننے کے کہ ہر چیز کا خالق وہی ہے

چھوڑتے ہو تو اب چھوڑنیکی شناعت مین مبالغہ ہوگیا اور تداعون مین یہ نہ ہوتا تو معنے کی رعایت کو لفظون کی رعایت پر مقدم فرمایا گیا۔

(۲۹) فرمایا قرآن شریف کی آیتون مین بعض اجزا موزون بھی ہین جیسے ویرزقہ من حیث لا یحتسب تو ان پر اشکال ہوتا ہے کہ دوسری جگہ فرمایا ہے وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ اور وزن سے شعر ہوگیا تو جواب یہ ہے کہ شعر صرف کلام موزون ہی کو نہین کہتے بلکہ وہ ہے جس مین وزن کا قصد بھی کیا گیا ہو مگر اب یہ شبہ ہوتا ہے کہ ان مین وزن تو ہے اور کوئی حادث بدون حق تعالیٰ کے قصد کے ہو نہین سکتا اسلئے وزن کا بھی قصد ہوگا پس اشکال عود کر آیا تو جواب یہ ہے شعر وہ ہے جسمین وزن من حیث الشعریت مقصود ہو مطلق وزن کا قصد کافی نہین اور یہان یہ نہین - ایک طالب علم نے عرض کیا کہ عروض والون نے تو یہ جواب دیا ہے کہ شعر مین وزن کا قصد اوّلی ضروری ہے اللہ و رسول کے کلام کا مقصود اوّلی وزن نہین فرمایا کہ میری نظر کتابون پر زیادہ نہین اور عروضیون کے اس جواب پر اشکال ہے کہ لازم آتا ہے کہ قصد اوّلی یعنی بلاواسطہ نہین قصد بالتبع ہے یعنی بلا قصد اولی وزن لازم آگیا ہے حالانکہ وہان ہر حادث کیساتھ قصد بلاواسطہ متعلق ہوتا ہے یہ نہین کہ قصد تو کیا ایک حادث کا پھر اُس سے دوسرا حادث بلا قصد لازم آگیا ہو اور میرا جواب اُس قصد ہی کی نفی کرتا ہے جو شعر کی شرط ہے یعنی وہ وزن جو من حیث الشعریت مقصود ہو یہان وزن من حیث شعریت کا قصد ہی نہین اور مطلق وزن کا قصد شعریت کیلئے کافی نہین - وصل صاحب بلگرامی نے پوچھا کیا کہین ایسا بھی ہے کہ صورۃً دو مصرع مسلسل آگئے ہون فرمایا ہان آئے ہین ثم اقررتم وانتم تشھدون - ثم انتم ھولاء تقتلون -

(۳۰) فرمایا محققین نے تصریح کی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ خیر و شر دونون کے خالق ہین اور خلق شر مین حکمت ہے اسلئے شر حق تعالیٰ کی نسبت سے شر نہین ہے کیونکہ اُس مین حکمت ہے البتہ ہماری نسبت سے شر ہے کیونکہ ہم سے اُسکے صدور مین کوئی حکمت نہین مولانا فرماتے ہین ؎

کفر ہم نسبت بہ خالق حکمت است　　　چون بما نسبت کنی کفر آفت است

(۳۱) فرمایا آجکل حریت کے معنے یہ لے رکھے ہین کہ اپنی آزادی مین خلل نہ آئے چاہے دوسرے کو تکلیف ہی پہونچے اور دوسرے معنے حریت کے ہین مذہب سے آزادی -

(۳۲) فرمایا ایک بھافہم درویش نے ایک جاہل فقیر کو دیکھا سینہ پر زنار ماتھے پر قشقہ گلے مین مالا اور

نام ہندوانہ - پوچھا یہ کیا بات ہے علامتین توسب کفر کی ہین اور چہرہ سے اسلام معلوم ہوتا ہے بولے مین مسلمان ہون اُسنے پوچھا کہ پھر یہ کیا حال ہے کہنے لگے کہ مین نے اسلام مین قیود بہت دیکھین اسلئے یہ صورت اختیار کی ہے انہون نے کہا کیا اس مین قیدین نہین ہین وہان سیمائے سجدہ ہے یہان قشقہ - وہان اسلام ہے یہان کفر وہان تسبیح ہے یہان مالا تو قید سے تو اب بھی آزاد نہ ہوئے اُسنے فوراً توبہ کی -

پہلے قصہ کے سلسلہ مین فرمایا ایک اور درویش تھے صحاح ستہ ختم کئے ہوئے تھے مگر حدیثون کو اپنے مذاق پر ڈھال لیا کرتے تھے یہ بھی آزادی کے مدعی تھے جیسے جن درویش کا اوپر قصہ آیا ہے - غرض وہ یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ہر مسئلہ کی دلیل حدیث سے دیتے ہین اپنی اسی حریت کی دلیل یہ حدیث دیتے تھے - حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا من معك آپنے ارشاد فرمایا حرٌ وعبدٌ اور تفسیر یہ کرتے تھے کہ میرے ساتھ وہ ہے جو حر بھی ہو اور عبد بھی ہو یعنی جس مین دونون صفتین ہون حالانکہ وہان دونون لفظون سے الگ الگ دو صاحب مُراد ہین حضرت ابو بکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما یا یہ مراد ہے کہ میری بعثت سب کے لئے ہے عام اس سے کہ حُر ہو یا عبد - مگر یہ تیسرے معنے انہون نے گھڑے - جب طبیعت مین کجی ہوتی ہے تو مؤیدات بھی تلاش کر لئے جاتے ہین - پہلے معنے کی تائید کیلئے یہ آیت پیش کی جاسکتی ہے تلك اٰيٰت الكتاب وقراٰن مبين ایک جگہ یہ ہے تلك اٰيٰت القراٰن وكتاب مبين دونون جگہ صفت کا عطف صفت پر ہے اسی پر حر وعبد کو محمول کیا حالانکہ وہان مقامی قرینہ اس سے بالکل آبی ہے -

اُن کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ ایک مقام سلوک مین ایسا ہے جہان پہونچکر انسان مکلف نہین رہتا اور دلیل یہ ہے کہ نسائی کتاب الاشربہ مین حضرت ابو الدرداء کا قول ہے ما ابالی ان اشرب الخمر او عبدت هذه السارية اور اسکی تفسیر[له] یہ کی ہے کہ مین ایسے مقام پر ہون کہ شراب بھی پی لون تو پرواہ نہین ہے اور شرک بھی کر لون تو پرواہ نہین ہے یہ ہے ما ابالی کی تفسیر حالانکہ خود نسائی نے اور محدثین نے اسکو کتاب الاشربہ مین داخل کیا ہے اور حُرمت شراب پر استدلال کیا ہے اور سبنے اسی معنی کو قبول کیا ہے تفسیر مخترع مین تو اجماع کا خلاف بھی کیا - مجھے ہر قسم کے لوگون سے سابقہ پڑتا ہے اس سے اکثرون کی حقیقت معلوم ہوگئی ہے

(۳۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ فلان مولوی صاحب جو آنے والے لوگون کو جواب دیتے ہین بہت نرم اور سمجھا کر

له جمع کنندہ عرض کرتا ہے کہ حدیث شریف کے معنے جو سب علما کرتے ہین یہ ہین کہ مین پروا نہین کرتا کہ شراب پیون یا شرک کرون یعنی شراب پینے اور شرک کرنے کا حرام ہونا یکسان ہے اور قطعی دلیل اسکی یہ ہے کہ شرک تو کسی حال مین جائز ہو ہی نہین سکتا ۱۲

اس پر فرمایا کہ ہان حقیقت تو خوب ظاہر کرنا چاہئے مگر نرم لہجہ مین مولانا خوب فرماتے ہین - نرم گو لیکن مگو غیر صواب -

(۳۴) ایک صاحب نے لفافہ پر حضرت کے نام سے پہلے حضرت الامام لکھا تھا ناگواری کیساتھ فرمایا لوگ نئے نئے لفظ لکھتے ہین جو امام تھے وہ تو خود کو مقتدی بھی نہ سمجھتے تھے ایک طالب علم نے عرض کیا کہ اسکی ایک توجیہ سمجھ مین آتی ہے کہ آجکل لوگون نے نا اہلون کو حضرت اور مولانا لکھنے کا التزام کر رکھا ہے اور وہ عام ہو گئے ہین اب اگر اہل کمال حضرات کیلئے بھی یہی لفظ لکھے جائین تو التباس ہوتا ہے اسلئے اعلیٰ الفاظ استعمال کرنا چاہتے ہین فرمایا چند روز مین یہ بھی عام ہو جائینگے اُس نے عرض کیا اور تلاش کرلئے جائینگے فرمایا وہ بھی عام ہو جائینگے تو کہان تک تلاش ہوگی یہ سب تکلف ہے -

(۳۵) فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب کتنے بڑے عالم تھے لیکن درس مین اگر کسی ادنیٰ طالب علم نے بھی مولانا کے خلاف تقریر کر دی اور وہ جی کو لگ گئی تو فوراً مان لیتے تھے اور صاف الفاظ مین فرماتے تھے کہ مجھسے غلطی ہوگئی پھر دو چار سکنڈ کے بعد فرماتے کہ مجھسے غلطی ہوگئی پھر دو چار سکنڈ کے بعد فرماتے کہ مجھسے غلطی ہوگئی یہان تک مخاطب خود شرمندہ ہو جاتا تھا - اور جہان کوئی شبہ ہوتا تو فرمایا کرتے تھے کہ میرا ذہن جہان تک پہونچ سکتا ہے اول ہی مرتبہ پہونچ جاتا ہے پھر نہین پہونچتا پھر جہان شبہ رہتا صاف فرمادیتے مجھے اس مقام مین شرح صدر نہین اور کتاب لیکر کسی ماتحت مدرس کے پاس (مولانا خود صدر مدرس تھے باقی سب ماتحت ہی تھے) اور شاگردون کی جگہ بیٹھ کر پوچھتے وہ بھی مزاج سے واقف تھے نہ اُٹھتے نہ صدر پر بیٹھنے کو عرض کرتے اور وہان سے آکر صاف فرمادیتے کہ مین نے ان مولوی صاحب سے پوچھا ہے انہون نے یہ مطلب بتایا ہے - اہل اللہ مین بھی اسکی نظیر نہین ملتی مجھے اسکے اتباع کی تو توفیق نہین ہوتی مگر پسند ضرور کرتا ہون - وصل صاحب بلگرامی نے عرض کیا کہ حضرت کے یہان تو بہت رجوع ملتا ہے فرمایا ہان ترجیح الراجح کا مستقل سلسلہ ہے اور مولانا انور شاہ فرماتے تھے کہ صدیون کے بعد یہ سلسلہ ہوا ہے - بہشتی زیور اور ترجیح الراجح کا ایک واقعہ بیان فرماکر فرمایا کہ مین تو ہر ایک مسئلہ مین اپنا تسامح قبول کرنیکو تیار رہون - چاہے ایک بچہ ہی بتادے -

(۳۶) ایک لفافہ پر روشنائی گر گئی تھی تو اسپر یہ لکھدیا " بلا قصد روشنائی گر گئی " - اور وجہ بیان فرمائی کہ یہ اسلئے لکھدیا کہ قلت اعتناء پر محمول نکرین جسکا سبب قلت احترام ہوتا ہے -

---

ف چونکہ درس تدریس کا اتفاق آجکل نہین ہوتا اور جب ہوتا تھا یہی طرز سبکو مشاہد تھا ۱۲

(۳۷) فرمایا آجکل نسبتون کا بہت رواج ہوگیا ہے جیسے فاروقی چشتی وغیرہ مجھے تو برا معلوم ہوتا ہے چاہے نیت تفاخر کی نہ ہو مگر صورت تو ضرور ہے۔

(۳۸) ایک صاحب نے پوچھا کہ جذب کوئی تصوف کی اصطلاح ہے انکو فرمایا کہ طب کی اصطلاح صرف طب کا طالب علم پوچھ سکتا ہے مریض نہین پوچھ سکتا کیا آپ تصوف کا درس لیتے ہین آپکو اس سے کیا فائدہ ہوگا حدیث شریف مین ہے من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ۔ ہر شے کے حدود ہین حدود سے آگے نہین بڑھنا چاہئے۔ اگر تم مریض ہو تو طبیب سے حال کہو جو کچھ وہ بتائے اسکا اتباع کرو۔ محض نقل الفاظ کے متعلق مولانا فرماتے ہین ؎

حرف درویشان بدزدد مرد دون   تا بہ پیش جاہلان خواند فسون

ایک بزرگ کہتے ہین کہ ملفوظات ضبط کرنیکا اہتمام نہ کرو اسکی کوشش کرو کہ تم ایسے ہوجاؤ کہ تمہارے منہ سے بھی وہی نکلنے لگے جو ان بزرگون کے منہ سے نکلا۔ پھر فرمایا آپکا یہ سوال مجھے گران گذرا اور فضول و عبث ہے۔ یہ فن محض درسیات پڑھ لینے سے نہین آتا ایک مستقل فن ہے جیسے فقہ مین زکوۃ الگ ہے نماز الگ ہے کہ ایک کے پڑھ لینے سے دوسرے کے مسائل نہین آتے اور یہ تنافی نہین ہے جیسے جہلا کا عقیدہ ہے بلکہ تغایر ہے۔

(۳۹) فرمایا مولوی رحیم اللہ صاحب بجنوری مشہور طبیب اور عالم گذرے ہین انہون نے ایک مسئلہ کلامیہ کے متعلق عربی عبارت مین ایک کتاب لکھی ایک قاضی جاہل نے کسی سے اردو مین ترجمہ کراکے اسکا رد لکھا کسی نے کہا کہ آپ کیا رد لکھتے آپ عربی زبان تک تو جانتے ہی نہین تا بعلوم چہ رسد کہنے لگے کہ ہم فارسی جانتے ہین اور جو شخص فارسی جانتا ہے وہ سب کچھ جانتا ہے۔ ایک شخص نے لطیفہ کیا کہ ایک چارپائی کا ڈھانچا اور بان انکے پاس لیگیا کہ اسے بُن دیجئے انہون نے نہایت برہم ہوکر کہا کہ مین اس کام کو کیا جانون اُسنے کہا کہ آپ فارسی جانتے ہین اور مین نے سنا ہے جو فارسی جانتا ہے وہ سب کچھ جانتا ہے تب آنکھین کھلین۔

(۴۰) فرمایا فن تصوف کے دو شعبے ہین علوم مکاشفہ اور علوم معاملہ۔ علوم معاملہ تو تحصیل کے قابل ہین اور وہ یہ ہین کہ جیسے ریا حرام ہے۔ کبر حرام ہے وغیرہ وغیرہ اور علوم مکاشفہ جو قلب پر واردات ہوتے ہین پھر علوم معاملہ مین سے فقہاء نے احکام ظاہرہ جمع کردئے ہین اور صوفیہ نے باطن کے احکام الگ کردئے ہین باقی فقہ سبکو عام ہے جسکی تعریف امام رح سے یہ منقول ہے۔ لیس معرفۃ النفس مالھا وما علیہا پس سب اُس مین داخل ہین۔ اور صرف الفاظ کا یاد کرلینا تو ایسا ہے جیسے لڈو۔ پیڑا برفی کے نام رٹنے سے منہ میٹھا نہ ہوگا ہان بغیر نام لئے کھانے سے ہوجائیگا

(۴۱) فرمایا قصبہ بُڈولی جوابِ جمنا مین تباہ ہوگیا ہے (یہ ضلع مظفر نگر مین ہے) وہان کے ایک رئیس شیعی دلّی سے محرم کے زمانہ مین ایک مرثیہ خوان کو بلایا کرتے۔ جو محض روپے لینے کیلئے شیعی تھا وہ علی الاعلان کہتے تھے کہ اُن لوگون کی قسمت مین ہی رونا ہی رونا ہے ہر موقع پر مجلس کرتے ہین اور ہر مجلس مین روتے ہین پس کیسے بچہ ہو جب روتے ہین کوئی مرے جب روتے ہین۔ شادی ہو جب روتے ہین۔

(۴۲) ڈاک آئی تو جوابات لکھنے شروع فرمائے اور فرمایا خطوط کا جواب رفع انتظار کیلئے جلدی ہی لکھدیا کرتا ہون حتیٰ کہ جنسے کچھ اختلاف بھی ہے اُن کیلئے بھی جلدی ہی جواب لکھنے کو جی چاہتا ہے۔

(۴۳) حضرت مولانا گنگوہی کے یہان مولوی احمد علی جو بہشتی زیور کے ابتدائی مصنّف ہین حاضر ہوئے جب وہان سے چلنے لگے تو ٹٹو کرایہ کا تلاش کیا مگر نہین ملا تو حضرت مولانا نے فرمایا کس فکر مین پڑے ہو پیادہ چلے جاؤ گو تھکوگے ضرور مگر یہان کے ٹٹو پر جانے سے بھی تھکوگے صرف فرق اتنا ہے کہ ٹٹو پر تو عزت سے تھکوگے اور ویسے ذرا ذلت سے کیونکہ کرایہ کے ٹٹو ایسے ہی ملتے ہین جنکو ہانکنا اور مارنا بہت زیادہ پڑتا ہے۔ ایسے ہی چھتری بھی کہ آدمی بھیگتا تو اس مین بھی ہے مگر یہ فرق ہے کہ چھتری مین عزت سے بھیگتا ہے اور ویسے ذلت سے۔

(۴۴) فرمایا ایک مسافر کابلی صاحب سردی مین صرف پوستین پہنے ہوئے تھے اور کچھ نہ تھا جاڑا لگا تو اللہ کا واسطہ دیکر کہا کہ چلا جا مگر وہ نہ گیا۔ رسول کا واسطہ دیکر کہا کہ چلا جا مگر وہ نہ گیا کسی نے کہا کہ میان آدھ سیر روئی کی رضائی بنالو بس جاڑہ جاتا رہیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا تو بولے یہ جاڑہ بڑا کافر ہے اللہ کے نام سے نہ گیا رسول کے نام سے نہ گیا ایک آدھ سیر روئی سے چلا گیا بڑا بے ایمان کافر ہے۔

بعد نماز جمعہ ۱۶ رجب ۱۳۵۰ھ مکان پر

(۴۵) فرمایا رامپور مین ایک پیر صاحب تھے اُن پر قبض باطنی طاری ہوا تو اُنکو یہ وہم ہوگیا کہ مین مردود ہوگیا۔ لوگون سے کہا کرتے کہ مین تو شیطان ہون۔ فلان مولانا صاحب کی خدمت مین گئے جو صاحب طریقت بھی تھے۔ تو انہون نے پوچھا تم کون ہو بولے مین شیطان ہون اُنہون نے ویسے ہی سرسری طور پر فرمایا شیطان ہو تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ یہ سنکر وہ اُٹھ کر آگئے اور آکر اپنے ایک مرید سے کہا کہ ابتو ایک شیخ نے بھی تصدیق کردی ہے تو واقعی مین شیطان ہون اور ایسی زندگی سے تو مرنا ہی اچھا ہے دیکھو مین خودکشی کرتا ہون اگر کچھ کھال لگی رہجائے تو تم الگ کردینا۔ چنانچہ پیر صاحب نے خودکشی کرلی اور یہ مرید بھی ایسے فرمانبردار تھے کہ اُنہون نے بعد زہوق روح رہی سہی کھال الگ کردی پولیس نے آکر اُنکو گرفتار کرلیا۔ نواب کلب علی خان کا زمانہ تھا اُنکے

یہان مقدمہ پیش ہوا اُن مرید نے کہا کہ شیخ کے بعد مین ہی زندہ رہکر کیا کرونگا۔ مگر واقعہ یہ ہے۔ قرائن سے اور اُن مولانا..... صاحب کی تصدیق سے نواب صاحب کو یقین آگیا اور ان کو چھوڑ دیا۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے جب یہ قصہ سنا تو فرمایا کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ فلان مولانا صاحب شیخ ہین مگر معلوم ہوا نرے مولوی ہی ہین اگر یون کہدیتے کہ خیر شیطان ہو تو کیا ہے وہ بھی تو اُسیکا ہے (یعنی انکی نسبت پھر بھی باقی ہے) تو اُن کا قبض فوراً دور ہوجاتا۔ یہ ہے محقق کی شان مگر مولانا کی اس تقریر پر ایک شبہ میرے دل مین پیدا ہوا وہ یہ کہ جو نسبت مطلوب ہے وہ رضا کی نسبت ہے اور شیطان کو جو نسبت ہے وہ محض تکوین کی ہے پھر حضرت مولانا نے اس جواب کو کافی شافی کیسے فرمادیا۔ الحمد للہ جواب بھی میرے ذہن مین آگیا وہ یہ کہ ایک درجہ تحقیق کا ہوتا ہے ایک علاج کا اور علاج کبھی غیر تحقیق سے بھی ہوتا ہے پس حضرت مولانا نے جو کچھ فرمایا وہ محض علاج ہے اور علاج کبھی محض عنوان سے ہوجاتا ہے مولانا کو وجداناً معلوم ہوگیا کہ ان کے واسطے یہ عنوان ہی کافی ہوجاتا اور یہ شیخ کی رائے پر ہے کہ جسوقت جس چیز سے چاہے علاج کردے۔ ایک بار حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے ایسا ہی عجیب غریب مضمون ایک حدیث کے شبھے کے جواب مین فرمایا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابی بن کعب منافق کے جنازہ کی نماز پڑھنے کیلئے تیار ہوگئے مگر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اسکے ایسے ایسے اقوال وافعال ہین۔ آپنے التفات نہین فرمایا تو حضرت عمرؓ نے آیت تلاوت کی استغفر لھم او لا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم تو حضور نے فرمایا کہ مجھے اختیار دیا گیا ہے تو مین نے استغفار کو اختیار کرلیا اور مین ستر بار سے زیادہ کرلونگا۔ اب یہان یہ شبہ ہوتا ہے کہ عربی کا معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ یہ اَوْ تخییر کیلئے نہین بلکہ تسویہ کیلئے ہے جیسے سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون اس مین بھی تخییر نہین ہے تسویہ ہے اور محاورہ کے موافق یہان سترؔ کے عدد سے تحدید مقصود نہین بلکہ تکثیر مقصود ہے تو پھر حضور نے یہ کیسے ارشاد فرمایا تو حضرت مولانا نے یہ جواب دیا تھا کہ شدت رافت ورحمت کی وجہ سے آپنے الفاظ سے تمسک فرمایا معنے کی طرف التفات نہین فرمایا۔ مگر اس طرح کے استدلال کیواسطے دوؔ شرطین ہین ایکؔ یہ کہ ضرورت ہو۔ دوسؔرے یہ کہ معنون کا انکار نہ ہو اور یہ شرطین مین نے قواعد کلیہ سے سمجھی ہین خود کشی کے واقعہ مین ضرورت کا ہونا ظاہر ہی ہے اور دوسرے واقعہ حدیث مین یہ ضرورت تھی جس کا ظہور بعد مین ہوا کہ بہت سے لوگ اس رافت ورحمت کو دیکھکر مسلمان ہوگئے۔

جمعہ ۶ ؍ رجب ۱۳۵۷ھ بعد نماز عصر مسجد خواص مین

(۴۶) دوا حاضر کی گئی تو ایک صاحب نے پوچھا دوا کڑوی تو نہین فرمایا کہ کڑوی ہی ہو تو کیا ہے مرض سے زیادہ کڑوی تو نہین ہے شیخ نے فرمایا ہے کہ داروئے تلخ است دفع مرض۔

(۴۷) فرمایا ایک جماعت دوستون کی ایسی بھی ہے کہ انکو تربیت کے متعلق اجازت نہین صرف دریافت خیریت اور طلب دعا کیلئے لکھنے کی اجازت ہے اور بس یہ وہ ہین جنہون نے ستایا بہت ہے اور تعلق بھی رکھنا چاہتے ہین تو مین نے اُن کیلئے یہ طریق تجویز کیا جسمین ستائین بھی نہین اور تعلق بھی رہے۔

(۴۸) ایک صاحب نے خط مین لکھا کہ فلان فلان کتابین بھیجدیجئے اور یہ کہ مین نے پہلے ایک جوابی کارڈ لکھا تھا مگر جواب سے محروم ہون۔ جواب تحریر فرمایا کہ اگر لفافہ ہوتا تو دونون باتون کا جواب لکھتا اور فرمایا مجھے اسکی اطلاع کرنے سے یہ نہ سمجھا کہ کیا لازم آیا کیا مین نے ان کا کارڈ رکھ لیا۔ کیا میرے ذمہ یہ بھی ہے کہ خطان تک پہونچاؤن۔ میرے ذمہ تو یہ ہے کہ لکھکر روانہ کردون پہونچے نہ پہونچے اور کتابون کی فرمائش تو بالکل ہی بے جوڑ ہے کیا مین تجارت کرتا ہون۔

(۴۹) ایک صاحب نے ایک خاص نکاح ہوجانیکی تمنا ظاہر کرکے لکھا ہے کہ اگر وہان نکاح نہ ہوا تو شاید میری جان جاتی رہے جواب ارقام فرمایا یہ عامل کا کام ہے اور مین نہ عامل ہون نہ مجکو کسی عامل کامل کا پتہ معلوم۔ پھر فرمایا مین پہلے ایسے خطون مین بعض عاملون کا پتہ لکھدیا کرتا تھا مگر معلوم ہوا کہ وہان کمائی ہونے لگی ہے۔ یہانتک کہ ایک صاحب نے ایک تعویذ دیا اور پھر کہا کہ ایک سوا ایک روپیہ (بڑے) نذرانہ دیجئے۔ مین کہتا ہون کہ اگر پہلے کہدیتے تو اچھا تھا۔ اب بیچارے کو مجبورًا دینا پڑا۔

(۵۰) مولوی محمد موسیٰ صاحب سرحدی جو آجکل مدینہ منورہ مین حرم شریف مین حضرت کے مواعظ و تالیفات کا عربی مین درس دیتے ہین اُن کا خط آیا تھا اُنہون نے اپنے نام کیساتھ تھانوی لکھا تھا اسپر فرمایا کہ مولوی موسیٰ نے اپنا وطن ترک کرکے تھانہ بھون کو وطن بنالیا تھا اسواسطے اپنے کو تھانوی لکھتے ہین۔ جیسے مولوی ظفر احمد کہ اصل مین تو دیوبندی ہین میری بہن کے لڑکے ہین تو تھانہ بھون انکی نانہال ہوئی مگر وطن بنالینے کی وجہ سے اپنے کو تھانوی لکھتے ہین۔ پھر فرمایا مولوی موسیٰ دیوبند پڑھتے تھے تھانہ بھون بہت مرتبہ آئے غریب تھے رہے چلے گئے پھر مجھے معلوم ہوا کہ امرود کے پتے کھا کھا کر

گذر کر کے چلے گئے اور کسی کو حال نہین بتایا اور دین کی شغف کا حال یہ ہے کہ سب سے پہلے جوان کا نکاح ہوا تو اس کو تین چار ماہ مین عربی کی ابتدائی صرف و نحو کی کتابین پڑہاتے تو کیا عبور کرادیا۔ معمولی باتون پر بھی مار مار کر کام لیتے تھے باقی ویسے اس سے محبت بھی بیحد تھی اُسکی مان نے مجھسے تشدد کی شکایت کی مین نے تحقیق کیا تو واقعہ صحیح تھا اور عادت بدلنے کی امید نہ تھی اسلئے مین نے اُن سے کہا کہ تم اسکو طلاق دیدو وہ حالانکہ انکو محبوب بہت تھی صدمہ تو بہت ہوا مگر طلاق دیدی اس لڑکی کا عقد اب جس جگہ ہوا ہے وہان بہت خوش ہے آرام سے ہے اسکی مان یہ چاہتی تھی کہ کسی نیک آدمی سے نکاح ہو مولوی محمد موسیٰ نیک تو بہت ہین مگر دوسرون کو بھی نیک بنانا چاہتے ہین۔ آجکل نیک ہونا تو آسان ہے مگر نیک گر ہونا بہت دشوار ہے اسکے اصول و حدود کی ہر شخص سے رعایت نہین ہوتی۔ پھر مدینہ منورہ مین ایک ترکی عورت سے نکاح کیا اس سے موافقت نہ ہوئی اسے بھی طلاق دیدیا پھر ایک بدوی عورت سے جو بدر کی رہنے والی تھی جہان جنگ بدر ہوئی ہے نکاح کیا مگر اسے بھی طلاق دیدیا، اب اور کی فکر مین ہین۔ پہلے میرے لئے دعا کیا کرتے تھے کہ مدینہ مین آجائے مگر اب چھوڑدی کہ ہندوستان مین تو کچھہ دینی خدمت کر رہا ہون معلوم نہین دوسری جگہ کیا موقع ہو اور اصل بات تو یہ ہے کہ مین اس قابل نہین ہون کہ وہان رہون مجھے تو اس بم پولیس ہی مین رہنے دیا جائے وہان رہنا بڑے لوگون کا کام ہے غرض مولوی موسی نیک بہت ہین اور دوسرون کو بھی نیک بنانا چاہتے ہین۔ اپنی جماعت کے ایک صاحب مدینہ مین ہین وہ قرض لیلینے مین نہت بیباک ہین۔ مولوی موسیٰ نے انکو کئی بار منع کیا وہ نہ رُکے تو آپ نے اُن سے بولنا چھوڑدیا۔ اکھڑ ایسے ہین کہ حکومت سے بھی نہین دبتے۔ ایک مرتبہ امیر مدینہ سے کچھہ اختلاف ہوگیا اور اسکی بدولت کچھ روز جیل مین بھی رہے۔ شاید ہی کوئی مہینہ جاتا ہو کہ خط نہ بھیجتے ہون۔ مین نے ان سے کہا تھا کہ میری طرف سے روزانہ روضۂ مبارکہ پر سلام پیش کردیا کرین اور سلام کے صیغے بھی نہایت عجز کے لکھدئے تھے اُنہون نے لکھا ہے کہ سب خاندان کی طرف سے روزانہ سلام پیش کردیتے ہین۔

(۵۱) فرمایا بعضے لوگ چکی پر اناج لیجاکر آٹے سے بدل لیتے ہین سو یہ جائز نہین ہے اسکے جائز ہوجانیکی صورت یہ ہے کہ مثلاً اناج ایک روپیہ مین چکی والیکے ہاتھ فروخت کردو اور اس سے ایک روپیہ کا آٹا خریدلو۔ اس مین روپیہ لینے دینے کی بھی ضرورت نہین صرف لفظون ہی مین معاملہ ہوجائیگا اور جائز ہوجائیگا

(۵۲) ایک صاحب نے عرض کیا کہ یہ مسائل تو روز روز کے ہین مگر بہت کم لوگون کو معلوم ہین فرمایا ایک وجہ اسکی یہ بھی ہے کہ علماء نے وعظ مین مسائل فقہیہ بیان کرنے چھوڑ دئے ورنہ روزانہ مختلف ابواب کے مسئلے معلوم ہوتے رہتے مجھکو مدت تک علماء سے یہ شکایت رہی لیکن بعد مین اسکی بھی وجہ معلوم ہوگئی۔ ایک بار مین نے یہان لکھنؤ ہی مین ایک وعظ مین بیع صرف یعنی روپیہ بھنانے اور گوٹ زری وغیرہ لینے کے مسائل چار پانچ بیان کردئے بعد مین دیکھا کہ دو آدمیون مین اختلاف ہورہا ہے ایک کچھ کہتا ہے کہ یون کہا تھا اور ایک کچھ اور کہتا ہے ان مین سے ایک کو غلط یاد رہا کہین کا مبتدا اور کہین کی خبر لیکر جوڑ دیا تھا۔ معلوم ہوا کہ کئی مسئلے بیان کرنے سے یہ خرابی ہوئی۔ عوام کو تو ثواب وعذاب ہی بتانا چاہیئے اور یہ تاکید کرنا چاہئے کہ مسائل پوچھ پوچھ کر عمل کر لیا کرین۔

(۵۳) فرمایا ایک عالم نے سہارنپور مین سچے کام کی ٹوپی پانچ روپیہ مین خریدی اور کہا کہ مین لیجاتا ہون روپئے بھیجدون گا۔ دوکاندار نے عرض کیا کہ مولانا یہ نسیئہ کیسے جائز ہوا۔ بولے ہان بھئی یہ تو جائز نہین مجھے خیال نہین ہوا تم ٹوپی رکھ لو مین روپئے لاکر لیجاؤنگا اسنے کہا کہ کیا اس وقت لیجانے کی کوئی صورت نہین ہوسکتی۔ پھر خود صورت بتلائی کہ آپ اس وقت مجھسے پانچ روپیہ قرض لیلیجئے اور پھر اس روپیہ سے ٹوپی خرید لیجئے اور قرض کا روپیہ پھر ادا کر دیجئے۔ دیکھئے ایک عامی آدمی نے مولانا کو عدم جواز کا مسئلہ بتایا پھر اسکے جواز کی شکل بتائی اگر مسائل پر عمل کرنا شروع کردین تو علم اور عمل سب مین آسانی ہوجائے۔

(۵۴) فرمایا ہمارے یہان رسم تھی کہ پھول آنے پر ہی باغ کی بہار فروخت کر دیتے تھے اور یہ ناجائز ہے اور اس رسم کا بدلنا مشکل تھا۔ مین نے ایک بہت آسان ترکیب بتائی کہ اب تو تم جو کر رہے ہو اسکو کیون چھوڑوگے مگر پھل آجانے پر پھر اس معاملہ کی تجدید کر لیا کرو کہ اب اتنے دامون مین بیع کرتا ہون مگر لوگون سے یہ بھی نہین ہوتا۔ خیر خدا تعالیٰ کا فضل ہے اب ہمارے یہان ایسا بہت کم ہوتا ہے پھل آنے پر فروخت کرتے ہین۔

(۵۵) فرمایا صفائی معاملات ہے تو چھوٹی سی کتاب مگر معتبر ہے اسلئے کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب کی حرفاً حرفاً دیکھی ہوئی ہے اس مین ایسے ایسے چھوٹے چھوٹے مسئلے لکھے ہین۔

(۵۶) ایک صاحب نے عرض کیا کہ آجکل لوگ پڑھ تو لیتے ہین مگر عمل نہین کرتے فرمایا عمل کا

قصد بھی نہین کرتے دینا کی فکر ہی نہین -

شنبہ ۷ رجب ۱۳۵۰ھ بعد عصر مسجد خواص مین

(۵۷) فرمایا انبیٹھہ کے ایک طالب علم تھے ان کے پاس خط آیا اور اس مین کوئی راز کی بات لکھی تھی اور لکھا تھا کہ کسی کو دکھانا نہین مگر وہ سب کو دکھاتے پھرتے تھے اور جب خاص وہ سطر آتی تو ہاتھ سے چھین لیتے کہ اس مین ممانعت لکھی ہے یعنی ظاہراً اسے بھی کر دیتے تھے -

(۵۸) فرمایا ملفوظات جس قدر مولوی ابرار[۵] کے جمع کئے ہوئے ہین وہ الگ ایک حصہ رہے اور جس قدر مولوی جمیل نے جمع کئے ہین وہ الگ ایک حصہ رہے اور اُس کا نام نُزُلُ الْاَبْرَار ہو اور اس کا نام جَمِیْلُ الْکَلَام -

(۵۹) فرمایا ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ الف لام پہلے چار قسم کا تھا اب ایک پانچوین قسم بھی نکلی ہے یعنی الف لام نیچریت کا جو رسالون آخبارون کے نام مین ہوتا ہے اور نیچریون کی ایجاد ہے -

(۶۰) فرمایا ایک طالب علم منتہی کسی طالب علم کو پڑھا رہے تھے میرا ادھر سے گذر ہوا تو وہ میزان والیکو الف لام کی قسمین بتاتے تھے مین نے کہا مولانا آپ تو چار قسمین بتاتے ہین مگر اسکے نزدیک تو ایک ہی قسم ہے یعنی الف لام استغراق للعہد کا تم اس بیچارے کو پڑھاتے ہو یا خود اپنی استعداد بڑھانے کو پڑھتے ہو - بھلا اس غریب کو اس سے کیا نفع -

(۶۱) فرمایا مین ملفوظات کے نام بھی رکھدیتا ہون چاہے چھوٹا سا ہی ذخیرہ ہو اور فتوی ہو یا کچھ غرض جو مضمون اہم ہوتا ہے اُس کا نام رکھدیتا ہون کہ اسمین اسکا حاصل کرنا سہل ہوتا ہے مثلاً اگر چھپ گیا تو منگانا سہل حوالہ دینے مین آسانی ہوتی ہے اگر کسی اور مضمون مین اسکے حوالہ کی ضرورت ہو تو سہولت ہوتی ہے -

(۶۲) فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب سے مین نے سنا ہے فرمایا ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے کہین وصایا مین لکھا ہے کہ اگر کوئی کتاب دیکھنا ہو تو اول اُسکا نام دیکھو کہ مناسب ہے یا نہین اگر نام مناسب نہ ہو تو وقت ضائع نکرو اور پھر لکھا ہے کہ خطبہ دیکھو اور یہ دیکھو - بعض لوگ تو

---

۵۷ ضلع سہارنپور مین ایک قصبہ ہے یہان کے لوگ بہت بھولے مشہور ہین حضرت شاہ ابو المعالی صاحب کا وطن ہے اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کا بھی ۱۲ جامع عفی عنہ ۵ انہون نے بھی لکھنؤ مین بکثرت جمع کئے ہین ۱۲ للعہ ۵ یعنی بس یہ تو آپکی تقریر مین مستغرق اور مبہوت ہے اسے کچھ بھی خبر نہین ۱۲

بالکل ہی مہمل نام رکھدیتے ہین ایک صاحب نے ایک کتاب لکھی اُس مین کلمات کفریہ جمع کئے ہین اور نام رکھا ہے "توپ گالی الٰہی" یعنی خدا تعالیٰ کو بُرا کہنے اور کفر بکنے کی وعید-

(۶۳) وصل صاحب نے عرض کیا کہ قصد السبیل حضرت کی اور القول الجمیل حضرت شاہ صاحب کی تو ایک ہی ہین- فرمایا القول الجمیل زیادہ جامع ہے اس مین تو عملیات اور تعویذ وغیرہ بھی ہین-

(۶۴) فرمایا حضرت حاجی صاحب کے زمانہ مین تھانہ بھون مین ایک بی بی تھین ذاکر و شاغل تھین بعض بزرگون مین احتیاط زائد ہوتی ہے اور بعض مین حُسن ظن کی بنا پر توسُّع ہوتا ہے- حضرت حافظ صاحب مین احتیاط بہت تھی- ان بی بی نے حضرت حاجی صاحب سے القول الجمیل مانگ بھیجا- حضرت کے اخلاق تھے کہ دینے کیلئے آمادہ ہو گئے- حافظ صاحب کے کان مین بھی یہ بات پڑ گئی حضرت سے تو کچھ نہ کہا- آنے والے کو ڈانٹا کہ جاؤ کتاب نہین ملتی اور اس طرح کہا کہ حضرت کو بھی سُنادیا- حضرت نے کتاب رکھ لی اور پھر حافظ صاحب نے فرمایا کہ عورتون مین بیٹھ کے چُرغے گی (یعنی اسکی باتین بیان کریگی جس سے اپنی شان ظاہر ہوگی) مگر حضرت سے کچھ نہین کہا- حضرت کے یہان بہت وسعت تھی کچھ نہین فرماتے تھے کسی پر بھی طعن و تشنیع نہین فرماتے تھے- ہم طالب علم جن درویشون پر کفر کے فتوے دیتے تھے اُسکے متعلق فرماتے تھے کہ کسی باطنی غلطی مین مبتلا ہو گیا-

(۶۵) فرمایا مولوی صادق الیقین صاحب جب حج کو جانے لگے- یہ مولانا گنگوہی سے بیعت تھے مگر خلافت و اجازت حضرت حاجی صاحب سے ملی تھی- ایک صاحب نے درمیان مین پوچھ لیا کہ جن سے بیعت ہو اُن کے شیخ اسکو اجازت و خلافت دے سکتے ہین فرمایا ہان ہان- غرض وہ بھی سفر حج مین میری ساتھ تھے- حضرت گنگوہی نے چلتے وقت اُنکو ایک جامع وصیت فرمائی- فرمایا دیکھو وہان (حضرت کے یہان) جاتو رہے ہو مگر جیسے جاتے ہو ویسے ہی آجانا وہ کچھ نہ سمجھے- مجھ سے پوچھا تو مین نے کہا کہ وہین معلوم ہو جاویگا- جب یہان آئے تو دیکھا کہ وہان اور قسم کی تحقیقات تھی اور یہان اور شان کی مگر یہ اختلاف محض صورت کا تھا معانی مین اتحاد تھا کما قال الرومی رح

اختلاف خلق از نام اوفتاد ۔۔۔ چون بمعنے رفت آرام اوفتاد

جیسے چار آدمی ہم سفر ہوئے- ایک فارسی ایک عرب ایک ترک ایک رومی- کسی نے اُنکو ایک درہم دیا اور سب کا جی چاہا کہ انگور کھائین مگر فارسی نے تو کہا انگور اور عربی نے کہا عنب اور ایک نے

کو زم کہا - اور ایک نے استافیل کہا اور لڑائی ہونے لگی - تو اگر کوئی جامع شخص ہوتا وہ انگور لاکر رکھدیتا تو سارا اختلاف رفع ہو جاتا - غرض ان حضرات مین اختلاف لفظون مین ہوتا ہے معنے مین نہین ہوتا اور جیسے لا نفرق بین احد من رسلہ ہے ایسے ہی لا نفرق بین احد من اولیائہ بھی ہے اسلئے کسی سے بدگمان نہ ہونا چاہئے - مولوی صادق الیقین صاحب کہنے لگے صاحب یہان اور وہان مین تو زمین و آسمان کا سا فرق ہے مین نے کہا کہ نہین اقلیم سے اقلیم اور شہر سے شہر تک کا بھی فرق نہین - اسکے بعد مین نے حضرت کے ارشادات کی شرح کی تو دیکھا کہ کچھ بھی فرق نہین تو بہت خوش ہوئے - اُنہون نے جو سفر مین پوچھا تھا کہ اس وصیت کا کیا مطلب ہے اور مین نے کہا تھا وہان پہونچکر معلوم ہو جاویگا جب وہان یہ اختلاف معلوم ہوا تو مولوی صاحب کو بڑی کشمکش ہوئی کہ ان کا اتباع کیا تو مولانا سے خلاف ہوتا ہے اور مولانا کا اتباع کیا تو حضرت سے بدعقیدگی اور بدگمانی ہوگی تو اُس وقت مین نے کہا کہ یہ مطلب تھا مولانا کے ارشاد کا یعنی سمجھ مین آئے نہ آئے عقیدہ نہ بدلنا نہ مسائل سے نہ حضرت سے جیسے جا رہے ہو ویسے ہی آنا سبحان اللہ کیسا جامع کلام ہے -

(۶۶) فرمایا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی تقریر بھی اور تحریر بھی کیسی جامع ہین سبحان اللہ معلوم ہوتا ہے کہ علوم بھر دئے گئے ہین ہمارے حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے کہ مجھے اصطلاحین معلوم نہین ہین ویسے ہی مضامین وارد ہوتے ہین اور مولانا کو اصطلاحین معلوم ہین اور فرمایا کہ ہر بزرگ کی ایک لسان ہوتی ہے شمس تبریز اُمّی تھے انکی لسان مولانا تھے - چنانچہ شمس تبریز اور عراقی دونون اپنے شیخ کی خدمت مین ساتھ ساتھ حاضر ہوئے تو عراقی اپنے واردات نظم مین پیش کرتے تھے - اُنہون نے شمس تبریزی سے فرمایا تم اسطرح نہین پیش کرتے اُنہون نے افسردہ ہو کر عرض کیا کہ مجھ مین علمی استعداد نہین جب دیکھا کہ افسردہ ہو گئے تو فرمایا تمہارے اصحاب مین ایک ایسا شخص ہو گا جو اولین و آخرین کے علوم کو ظاہر کردیگا - اسکے بعد حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ میری لسان ہین مولانا محمد قاسم صاحب مشکل مشکل مسائل پیش کرتے تھے سناتے تھے اور حضرت کچھ کچھ بتاتے تھے کسی نے مولانا سے کہا کہ حضرت تو سمجھتے بھی نہ ہونگے - کیا اچھا جواب دیا نہ تو یہ فرمایا کہ خوب سمجھتے ہین کہ یہ غلو تھا نہ یہ فرمایا کہ نہین سمجھتے کہ تنقیص تھی - فرمایا کہ ہمارے اور ان حضرات کے علوم مین ایک فرق ہے ہمارے یہان مبادی آتے ہین پھر مقاصد اُن کے تابع ہوتے ہین اور اس مین کبھی کبھی غلطی بھی ہو جاتی ہے جب مبادی مین کوئی مقدمہ مخدوش ہو

اور اُن حضرات کے یہان مقاصد اول آتے ہین پھر دلائل اسکے موافق سوچ لئے جاتے ہین سو مین جو سنتا ہون تو یہ معلوم کرنا ہوتا ہے کہ مقاصد بھی صحیح ہین یا نہین جب تصدیق ہوجاتی ہے تو اطمینان ہوجاتا ہے۔

(۶۷) فرمایا ایک بار مولانا محمد قاسم صاحب نے فرمایا کہ اور لوگ حضرت کے معتقد ہوئے ہین مختلف کمالات کے سبب اور مین معتقد ہوا ہون علم کی وجہ سے۔ کسی نے عرض کیا کہ حضرت کا علم آپ کے سامنے تو کچھ نہین ہے فرمایا علمؔ اور چیز ہے اور معلومات اور جیسے کہ ایک ابصار ہے اور ایک مبصرات ایک شخص جو سیاح ہو مگر اندھا ہو چونکہ اسکے مبصرات تو بہت ہین مگر ابصار نہین اور ایک شخص سیاح نہین مگر نگاہ بالکل سالم اُسکے مبصرات کم ہین مگر ابصار زیادہ اب غور کیا جائے کہ جس شخص کے علوم کی ایسے بڑے بڑے لوگ شہادت دین اُسکے علوم کا کیا کہنا۔

(۶۸) فرمایا مولانا مطیع مجتبائی مین دس ۱۰ روپیہ کے ملازم تھے اور اصل مین یہ بات تھی کہ مالک مطبع مولانا کی کچھ خدمت کرنا چاہتے تھے مولانا نے ویسے تو منظور نہ فرمایا اور یہ فرمایا کہ کچھ کام لو اور یہ بھی فرمایا کہ کامون مین تو لیاقت کی ضرورت ہے مین اس قابل نہین ہون ہان قرآن شریف کو منقول عنہ سے مقابلہ کرسکتا ہون اس مین لیاقت کی ضرورت نہین۔ انہون نے زیادہ پیش کرنا چاہا مگر مولانا نے انکار فرما دیا۔ اُس زمانہ مین مولانا نے حضرت سے اجازت چاہی کہ ترک ملازمت کرکے توکل کرلون۔ حضرت نے فرمایا مولانا ابھی تو آپ پوچھ ہی رہے ہین اور پوچھنا دلیل ہے تردد کی اور تردد دلیل ہے خامی کی اور خامی کی حالت مین توکل بمعنے ترک اسباب جائز نہین اور جب پختگی ہوجائیگی پوچھنا چہ معنے لوگ پکڑینگے اور آپ رستے تڑائینگے۔

(۶۹) فرمایا راجوپور (ضلع سہارنپور) کے ایک شخص ہین محمد علی خان جو مولوی جمیل کے ماموں ہوتے ہین انہون نے کسی سے سنا ہوگا خود تو حضرت کے زمانہ مین نہ تھے۔ بیان کرتے تھے کہ

ؔ اور اصل چیز وہ علم ہی ہے جو ایک نورانی کیفیت ہے تو مطلب یہ ہے کہ حضرت مین یہ نورانی کیفیت جسے علم کہتے ہین بہت زیادہ تھی اور اور لوگون مین معلومات زیادہ ہین جیسے حضرات صحابہ ہین کہ ایک ایک کے پاس حدیثون کا اتنا ذخیرہ نہ تھا جتنا متاخرین کے پاس ہوا ہے مگر ان کا یہ حال ہے بایھم اقتدیتم اھتدیتم اور اجماع ہے کوئی عالم کوئی ولی انکی برابر نہین ہوسکتا تو اُنکے یہان علم تھا اور متاخرین مین علم سے زیادہ معلومات تھے ۱۲ جامع۔

مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا گنگوہی حج کو چلے۔ جہاز مین کسی مسئلہ مین گفتگو ہوگئی۔ مولانا گنگوہی تو دریا کو کوزہ مین بند کرتے تھے اور مولانا محمد قاسم صاحب کوزہ سے دریا کو نکالتے تھے۔ دونون بہت ہی ذہین تھے۔ طالب علمی کے زمانہ مین جب کبھی مدرسہ مین ان دونون صاحبون کی گفتگو ہوتی تھی تمام لوگ جمع ہو جاتے تھے۔ ایک صاحب کی گفتگو سنکر معلوم ہوتا تھا کہ اب اس کا کوئی جواب ہی نہین ہو سکتا پھر دوسرے صاحب کی گفتگو سنکر حیرت ہوتی تھی کہ کس طرح اسی مین سے بات نکالکر جواب دیدیا اور یہ معلوم ہوتا کہ اب اس کا جواب نہین ہو سکتا اسی طرح سلسلہ چلا کرتا تھا۔ غرض سفر مین کسی مسئلہ مین اختلاف ہوا اور نہ یہ بند ہوئے نہ وہ۔ جب بہت دیر ہوگئی تو مولانا محمد قاسم صاحب نے کہا بس مولوی صاحب اب رہنے دیجئے ہم تو حضرت کے یہان جارہے ہین وہان اسکا فیصلہ کرالینگے مولانا گنگوہی نے کہا کہ حضرت کا ان باتون سے کیا تعلق یہ علمی باتین ہین مولانا محمد قاسم صاحب نے کہا کہ اگر حضرت کو ان باتون سے تعلق نہین تو ہم نے ناحق ان کا دامن پکڑا۔ جب حضرت کے یہان پھونچے تو مولانا گنگوہی تو اسلئے خاموش رہے کہ وہ مسئلہ طالبعلمانہ تھا اور مولانا محمد قاسم اسلئے خاموش رہے کہ وہ حضرت کے سامنے بولا نہین کرتے تھے خاموش بیٹھے رہا کرتے تھے۔ غرض دونون خاموش رہے کسی نے نہ پوچھا مگر حضرت نے ہی ایک مضمون کے ذیل مین اس مسئلہ کی تقریر فرمائی اور پھر اُس مین اختلاف نقل فرمایا اور پھر فرمایا کہ اس مین فقیر کی رائے یہ ہے تو مولانا گنگوہی متحیر رہگئے اور مولانا محمد قاسم صاحب تو جانتے ہی تھے اُنکو کچھ تعجب نہین ہوا۔ مولانا محمد قاسم صاحب کا یہ جملہ کہ اگر حضرت کو ان باتون سے تعلق نہین ہے تو ہم نے ناحق ان کا دامن پکڑا کس قدر یقین اور عشق مین ڈوبا ہوا ہے۔

(۷۰) فرمایا مولانا شیخ محمد صاحب اور حاجی صاحب مین مثنوی کے ایک شعر مین اختلاف ہوا۔ مولانا نے علمی دلائل سے حاجی صاحب کو خاموش کردیا۔ حاجی صاحب نے حضرت مولانا روم کو خواب مین دیکھا تو اس شعر کا مطلب پوچھا آپنے وہی فرمایا جو حاجی صاحب کہتے تھے صبح کو مولانا کو وا[قعہ] سنایا کہنے لگے خواب وخیال کا کیا اعتبار ہے۔ ذہن مین یہی مطلب جما ہوا تھا یہی نظر آگیا۔ پھر حضرت خلوت مین تھے اور مولانا مثنوی پڑھا رہے تھے اتفاق سے وہی شعر آگیا تو مولانا نے اس شعر کا مطلب وہی بیان کیا جو حاجی صاحب فرماتے تھے۔ حضرت بے اختیار حجرہ سے نکل آئے اور کہا

کیون مولانا یہ تو خواب وخیال تھا - مولانا نے کہا کہ مطلب تو وہی ہے جو آپ فرماتے تھے یہ تو میری طالب علمانہ بحث تھی -

۷۲) فرمایا حاجی صاحب اور حافظ محمد ضامن صاحب ایک ہی مسجد مین رہتے تھے مگر حجرے الگ الگ تھے - حافظ صاحب ظریف بھی بہت تھے اور کبھی کبھی حُقّہ بھی پیتے تھے - جب کوئی طالب انکے پاس آتا تو فرماتے اگر مسئلہ پوچھنا ہے تو وہان جاؤ مولوی صاحب کے پاس اور جو مُرید ہونا ہے تو وہان جاؤ حاجی جی کے پاس - اور جو حُقّہ پینا ہے تو یہان آؤ یارون کے پاس - اور باوجود بڑے ہونے کے ان سب حضرات کا لحاظ بہت فرماتے تھے حتی کہ مولانا گنگوہی کا بھی لحاظ فرماتے تھے - ایک موذن تھا جب حُقّہ کی ضرورت ہوتی اسکو اشارہ کردیتے وہ تیار کرکے اشارہ کرتا آپ دروازہ سے باہر جاکر پیتے اور اسکو دروازہ پر پہرہ کیلئے کھڑا کردیتے کہ کسی کی آنے کی خبر سُنین تو الگ کردین - کسی نے حافظ صاحب کو خواب مین دیکھا اور پوچھا حُقّہ کے متعلق تو کوئی معاملہ نہین ہوا فرمایا ان کچھ ذکر آیا تھا -

۷۳) فرمایا حافظ صاحبؒ کبوتر بھی پال رکھے تھے مگر اُڑاتے نہ تھے کبوتر بازون کی عادت ہے کہ وہ دوسرون کے کبوتر پکڑ لیا کرتے ہین کسی نے حافظ صاحب کا کبوتر بھی پکڑ لیا - آپ خود ڈھونڈھنے نکلے معلوم ہوا کہ فلان شخص نے پکڑا ہے - دوپہر کو اُسکے گھر گئے اور پکارا وہ گھبرا کر باہر آیا فرمایا ہمارا کبوتر تم نے پکڑا ہے ہمین دکھادو ہمارا ہوگا تو لیلینگے نہین تو خیر - آج اگر مرغی کا بچہ بھی کوئی ڈھونڈنے نکلے تو لوگ طعن کرتے ہین جیسے انبیاء پر کفار کیا کرتے تھے گویا لوگ یہ چاہتے ہین کہ بشر نہ ہون نہین چاہتے کہ بشر نہ ہون - خوارق حضرت حافظ صاحب سے بہت صادر ہوئے ہین مگر مُرید کرنے کے بارہ مین بہت سخت تھے کُل عمر بھر مین ۷ یا ۸ مُرید ہوئے - بس ٹال دیتے تھے -

۷۴) فرمایا ایک شخص حضرت حافظ صاحب کی خدمت مین آیا کرتا تھا - ایک دفعہ عرض کیا کہ مجھے بھی فیض عنایت ہو فرمایا ہان ہان سبکو تعجب ہوا کہ اس قدر جلدی کیسے راضی ہوگئے فرمایا مگر ایک شرط ہے رکھا یا کرو - وہ خوش ہوا کہ سستے ہی چھوٹے لیکن دو چار دن کے بعد آیا اور عرض کیا کہ اگر حکم ہو روزہ

---

۵ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب کی طرف اشارہ تھا یہ تینون حضرات اسی خانقاہ کے مختلف حجرون مین رہتے تھے جو اب خانقاہ امدادیہ کے نام سے مشہور ہے ۱۲ جامع -

رکھ لیا کرون۔ کم کھانا تو مشکل ہے۔ فرمایا جاؤ بس طلب معلوم ہو گئی۔

(۷۴) فرمایا ایک شخص حافظ صاحب کے پاس بہت زیادہ آیا کرتا تھا فرمایا میان زیادہ نہ آیا کرو تمہاری جورو لڑیگی۔ اُسنے کہا ایسی تیسی ایسی جورو کی۔ اتفاق سے وہ کئی روز تک نہ آیا۔ ایک بار حضرت حافظ صاحب مسجد کے دروازہ پر کھڑے تھے کہ وہ شخص سامنے نظر پڑا۔ حضرت ہنسے فرمایا کہو کیا ہوا کہ حضرت بیوی بہت لڑی کہ نہ کھانے کا نہ کمانے کا یونہی پڑا رہتا ہے۔ تو آپ بہت ہنسے۔

(۷۵) فرمایا حضرت حافظ کے پاس ایک شخص کا لڑکا آیا کرتا تھا ایک روز وہ شخص آیا اور کہنے لگا کہ میرا لڑکا جب سے یہان آنے لگا بگڑ گیا۔ فرمایا ہمین بھی تو کسی نے بگاڑا ہی ہے ہمین تو بگاڑنا ہی آتا ہے ہم بھی اپنے مان باپ کے اکلوتے تھے۔

(۷۶) فرمایا خشک علماء کے قصون سے قلب مین انشراح نہین ہوتا اور اہل طریق حضرات کے ذکر مین ایک سُکر کی سی کیفیت ہو جاتی ہے آخر اہل محبت ہین اور خیر یہ تو واقعات کمال کے ہین اُنکے معمولی تذکرے مین بھی خدا جانے کیا اثر ہے۔

(۷۷) فرمایا جب مین حضرت گنگوہی کے یہان حاضر ہوتا تو حضرت حاجی صاحب کا خوب انبساط کے ساتھ ذکر فرماتے وجہ یہ کہ اور حضرات تو حضرت حاجی صاحب کے بواسطہ خادم تھے اور خود حضرت کو دیکھا نہ تھا اسلئے اورون کے سامنے طبیعت کھلتی نہ تھی۔ اسی پر ایک بار فرمایا جب تم آجاتے ہو تو دل زندہ ہو جاتا ہے

(۷۸) ایک خط کی بہت سی بدتمیزیون کو بیان فرما کے فرمایا کس کس جزئی کی اصلاح کرون۔ تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم۔

(۷۹) ایک شخص نے لکھا کہ مجھے انوار معلوم ہوتے ہین کیا یہ میرا وہم تو نہین ہے جواب ارقام فرمایا کہ وہم ہی سمجھو پھر فرمایا کہ مین نے یہ نہین لکھا کہ یہ وہم ہین بلکہ یہ لکھا ہے کہ تم ایسا سمجھو اور ان کی طرف التفات نہ کرو۔ یہ انوار کبھی تو محض خیالی ہوتے ہین اور کبھی ناسوتی اور کبھی ملکوتی مگر ہین سب حجاب۔ ہمارے حضرت فرماتے تھے کہ حجب نورانیہ اشد ہین حجب ظلمانیہ سے کیونکہ یہ عجیب ہوتے ہین انکی طرف التفات زیادہ ہوتا ہے اور گمان تقرب کا بھی ہو جاتا ہے۔ اور انہین مقاصد مین سے سمجھنے لگتے ہین۔ حضرت کی تو تعلیم یہ تھی کہ جو کچھ بھی ہو کلا الہ مین لا کے تحت مین لا کر نفی کر دو۔

۸ رجب ۱۳۵۷ھ یکشنبہ مسجد خواص مین بعد عصر

(۸۰) فرمایا ایک صاحب بے تکلفی سے کہتے تھے کہ تم نفس پروری بہت کرتے ہو۔ مین نے کہا کہ یہ
تو صغریٰ ہوا اب اسکے ساتھ کبریٰ ملاؤ کہ جو نفس پروری کرے وہ مجرم اور گنہگار ہے بدون اس
کبریٰ کے مطلوب تو حاصل نہین ہوتا۔ کیا اپنے نفس کو بقدر ضرورت راحت پھونچانا کوئی معصیت ہے
ان صاحب نے عرض کیا کہ اس سے تو اور دن کی بھی راحت ہے فرمایا خیر جی اسے تو کون دیکھتا ہے
مگر واقعہ یہی ہے کہ راحت کی رعایت مسنون ہے اپنی راحت کے لئے حدیث ان لنفسك علیك
حقا اور من شاق شاق اللّٰہ علیہ وغیرہما کافی ہے اور دوسرون کی راحت اس حدیث مین مصرح ہے
وہ حدیث مسلم شریف مین ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہان چند مہمان تھے کچھ تو آپنے اپنے پاس
رکھ لئے۔ کچھہ دوسرون کے یہان اُنکی رغبت سے بھیجدئے اور اپنے یہان کے مہمانون سے فرمایا کہ
بکریان ہین ان کا دودھ نکالکر پی لیا کرو اور جب آپ بعد عشا تشریف لاتے تو یہ لوگ لیٹے ہوتے تھے
حضور اس قدر آہستہ سلام فرماتے کہ اگر جاگتے ہون تو سُن لین ورنہ آنکھ نہ کھلے۔ حدیث شریف مین
تصریح ہے ان قیود کی۔ تو جو حضرت ہماری جان ومال کے مالک ہین وہ تو اس قدر رعایت فرمائین
اور ان خود مخدوم کی بھی اتنی رعایت نہین کی جاتی۔ بالکل مذاق بگڑ گیا ہے۔

(۸۱) فرمایا ہمارے بزرگون مین حضرت گنگوہی بہت منتظم تھے مگر لوگ سمجھتے تھے کہ خشک ہین انتظام
تھا مثلاً عشا کے بعد خدام نے گھیر لیا تو بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ بس جاؤ ہم بھی آرام کرین
تم بھی۔ مولانا محمد قاسم صاحب بہت نرم تھے جنکا نمونہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب تھے جب مالٹہ
سے تشریف لائے تمام تمام دن اور رات کو بھی لوگ گھیرے رہتے تھے چارپائی پر پاؤن لٹکائے
بیٹھے ہین نیند کے جھونکے آرہے ہین تب بھی لوگ نہین اُٹھتے تھے۔ لوگون نے ایسے بزرگون کے قصے
یاد کر رکھے ہین مگر دوسرون کے بھی تو یاد کرنے چاہئین وہ بھی تو بزرگ تھے باغ مین ہر طرح کے پودے
ہوتے ہین۔ بیلہ بھی چنبیلی بھی اور گلاب بھی ہوتا ہے اور گلاب بھی وہ جو کبھی کبھی کانٹا بھی چبھو دیتا ہے
ایک چھوئی موئی بھی ہوتی ہے کہ ہاتھ لگایا اور مرجھا گئی شرما گئی تو بعض ایسے بھی ہین کہ کسی کو کچھہ
نہین کہتے چاہے کچھہ کئے جاؤ۔

(۸۲) فرمایا کمپنی باغ سہارنپور مین بڑا اہتمام ہے ہر طرح کے پھول ہین ایک صاحب کہہ رہے تھے کہ یہ باغ مکمل باغ ہے ایک معترض بولے اس مین نک چھکنی تو ہے ہی نہین (اور واقعی نہین تھی) تو کیا مکمل ہوا۔ مگر اللہ تعالیٰ کا باغ تو مکمل ہونا چاہئے اور وہان بعض درختون کو آگ سے سینکا بھی جاتا ہے گرمی پھونچائی جاتی ہے جو ایسے ملک کے ہین جہان گرمی زیادہ ہوتی ہے۔

(۸۳) فرمایا نواب مقرب خان کیرانہ کے تھے۔ پیرجی ظفر احمد صاحب (یعنی صاحب ملفوظات کے دوسرے خسر) اُن ہی کی اولاد مین ہین اسواسطے مین اپنے چھوٹے گھر مین جو اُن کی بیٹی ہین انکو کبھی کبھی نوابزادی کہدیتا ہون مگر ایک دفعہ یہ بھی کہدیا تھا کہ یہ نہ سمجھنا کہ تھانہ بھون والے تم سے کم ہین۔ ہم لوگ فرخ شاہ کابلی کی اولاد مین ہین جو کابل کے بادشاہ تھے تو ہم شاہزادے ہین۔ نواب صاحب موصوف نے ایک باغ لگایا تھا اُس مین طرح طرح کے درخت لگائے تھے بعض درخت تو ایسے تھے جو زیادہ پانی پیتے تھے اور بعض ایسے تھے جو کم پانی پیتے تھے اور کچھ ایسا انتظام کیا تھا کہ جبتک پانی اس درخت کے موافق آتا رہتا اور جب زیادہ ہو جاتا تو لوٹ جاتا عجب صنعت تھی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے باغ مین ہر شخص کی حالت جُدا ہے ہر شخص کیساتھ اُس کا سا معاملہ کیا جاتا ہے۔

(۸۴) فرمایا مولانا عبد الرحیم صاحب (جو رائے پور ضلع سہارنپور مین تھے) مجسم اخلاق تھے لوگ اُنکی خوش اخلاقی کی حکایتین پیش کر کے استدلال کرتے ہین اور اُن سے زیادہ مولانا محمد قاسم صاحب بہت نرم مشہور ہین لوگون کا خیال ہے کہ وہ تشدد کرتے ہی نہ تھے مگر امیر شاہ خانصاحب مولانا کی سیاست کے واقعات بھی بیان کرتے تھے چنانچہ اسکے بعد کے دو ملفوظ اس پر دال ہین اسی بنا پر امیر شاہ خانصاحب خود مولانا سے نقل کرتے تھے کہ جس مُرید کا پیر نرا نہ ہو اور جس بی بی کا خاوند نرا نہ ہو اور جس شاگرد کا استاد نرا نہ ہو جس بیٹے کا باپ نرا نہ ہو اُسکی کبھی اصلاح نہین ہوتی۔

(۸۵) فرمایا مولانا فضل رسول صاحب بدایونی کو بعضے لوگ اُنکی بعض بدعات کی وجہ سے فصل رسول (صاد غیر منقوطہ سے جُدائی کے معنے مین) کہدیتے تھے۔ امیر شاہ خانصاحب نے بیان کیا ہے کہ خورجہ مین ایک بار اُن ہی کے مُنھ سے فصل رسول نکل گیا (صاد غیر منقوطہ سے) مولانا نے فرمایا کیا ان کا نام فصل رسول ہی ہے عرض کیا نہین فرمایا پھر یہ کیون کہا کیا اسکو بھول گئے ولا تنابزوا بالالقاب

(۸۶) فرمایا حضرت مولانا رح ایک مرتبہ دھلی مین تشریف رکھتے تھے اور مولانا احمد حسن امروہوی

اور امیر شاہ خانصاحب بھی ساتھ تھے مگر ان دونون نے اپنی چارپائیان مولانا سے ذرا فاصلہ سے
کر لین کہ علیحدہ باتین کرتے رہین۔ باتین کرتے ہوئے امیر شاہ خانصاحب نے کہا کہ فلان مسجد مین امام رہتا ہے
کہ بہت خوش الحان ہے فجر کی نماز وہان چلکر پڑھینگے۔ مولانا احمد حسن صاحب نے کہا جاہل پٹھان وہ تو
ہمارے مولانا کی تکفیر کرتا ہے ہم اُسکے پیچھے نماز پڑھینگے۔ مولانا نے سُن لیا فرمایا احمد حسن تم خود تو جاہل ہو
اور دوسرون کو جاہل کہتے ہو۔ مین تو یہ سُنکے اُسکا معتقد ہو گیا کہ اُس نے کوئی بات میرے اندر دین کے
خلاف سُنی ہوگی تو کافر کہنا ضروری ہے۔ ہم خود جائینگے اور فجر وہان پڑھینگے۔ چنانچہ تشریف لیگئے۔ جب
مولانا گئے تو یہ دونون حضرات بھی گئے۔ غرض یہ قصے مولانا کی بلیغ سیاست پر کس طرح دلالت کر رہے
ہین مگر لوگون نے رحم وشفقت کے قصے یاد کر رکھے ہین اور دوسرے قسم کے یاد نہین۔ دیکھئے خود حق تعالیٰ
جیسے رحیم ورؤف ہین ایسے ہی قہّار وجبّار بھی تو ہین۔

(۸۷) فرمایا پہلے بزرگون مین ایسا تدیّن وخلوص تھا کہ دو بزرگون مین کسی مسئلہ مین گفتگو ہوئی ایک
نے دوسرے کو ساکت کر دیا تو غالب نے مغلوب پر غالب آجانیکے بعد اُس کا مذہب اختیار کر لیا۔ بس جب بات
جی کو لگ گئی اسکو قبول کر لیا۔

(۸۸) فرمایا صحابہ مین بھی مناظرہ ہوتا تھا مگر اس شان کا ہوتا تھا کہ جو صاحب اپنا قول چھوڑتے تھے
فرماتے تھے کہ مجھے شرح صدر ہو گیا۔ بس شرح صدر کے بعد اختلاف نہ رہتا تھا۔ آج اگر وہی مسئلہ
طالب علمون کے سامنے رکھدیا جائے تو مدتون کے مشغلہ کیلئے کافی ہو۔ اور جس بات کا دعویٰ کرتے تھے
بس اتنا ہی کہنا کافی سمجھتے تھے کہ واللہ ھو خیر نہ نقض اجمالی ہوتا تھا نہ نقض تفصیلی یہی کہتے کہتے مخاطب
سمجھ جاتے تھے اور بس مناظرہ ختم ہو جاتا تھا۔

(۸۹) فرمایا یون تو فقہا نے تصریح کی ہے کہ چوتھی صدی کے بعد اجتہاد منقطع ہو گیا ہے اگر منقطع
نہ بھی ہوتا اور مجھ سے رائے لیجاتی تو مین تو یہی کہتا کہ باوجود قوت اجتہادیہ باقی رہنے کے بھی آجکل اجتہاد
جائز نہین۔ مسائل کے استنباط کیلئے ورع اور تقویٰ بھی تو چاہیئے اب تو نہ تفقّہ ہے نہ تدیّن۔

(۹۰) فرمایا ترجیح الراجح کا جو سلسلہ میرے یہان ہے تو مجھے تو جب اپنی غلطی معلوم ہو جاتی ہے مین
رجوع کر لیتا ہون چاہے ایک بچہ ہی کے کہنے سے معلوم ہو جائے مگر تعجب تو یہ ہے کہ اس پر بعض علماء
نے اعتراض کیا ہے کہ استقلال نہین ہے مزاج مین کبھی کچھ کہدیا کبھی کچھ کہدیا۔ گویا جو بات ایک دفعہ

منہ سے نکل جائے اُسی پر اڑا رہنا چاہئے۔ شیخ اکبر کا قول ہے الصدیق یتقلب فی کل یوم سبعین مرۃ۔ تبس جب حق واضح ہو گیا قبول کر لیا اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ پہلا قول یعنی مرجوع عنہ حق ہے اُسے قبول کر لیا۔ مین نے بعض مسائل سے رجوع کیا ہے پھر اس رجوع سے رجوع کیا ہے دونون قسم کی تحریرین موجود ہین۔

(۹۱) فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب کو دیکھا ہے کہ درس مین جب کسی مقام مین کوئی تقریر فرمائی اور طالب علم نے کوئی شبہ کیا تو اوّل تو ذرا غور فرماتے پھر فوراً ان لفظون کی ساتھ قبول فرماتے کہ مجھ سے غلطی ہوئی پھر دو چار سکنڈ بعد فرماتے مجھ سے غلطی ہوئی پھر تین چار سکینڈ بعد فرماتے واقعی مجھ سے غلطی ہوئی۔ تاکہ کوئی شخص اسکو تواضع پر محمول نہ کرے۔ اور اگر کسی غامض مقام پر شرح صدر نہ ہوا تو کتاب اُٹھا کر کسی ماتحت[ل] مدرس کے پاس حلقہ درس مین تشریف لیجاتے اور فرماتے کہ مولانا ذرا اس کو ملاحظہ فرمائیے یہ میری سمجھہ مین نہین آیا اور شاگردون کی جگہ بیٹھ جاتے تھے۔ وہ حضرات بھی مزاج سے واقف تھے اُٹھتے نہ تھے تمام شاگردون کے سامنے ہی دریافت فرماتے تھے اور آکر فرماتے کہ مجھے شرح صدر نہین ہوا تھا مین نے فلان صاحب سے پوچھا ہے اُنہون نے اس مقام کی یہ تقریر فرمائی ہے سبحان اللہ

(۹۲) فرمایا ایک دفعہ مولانا گنگوہیؒ اور مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی گفتگو خلوت مین ہو رہی تھی مگر آوازین بلند ہو گئین تو باہر کے لوگون نے بھی سنا۔ مولانا محمد قاسم صاحب فرما رہے تھے مولوی صاحب یون تو حق تعالیٰ نے مجھے بھی بہت چیزین دے رکھی ہین مگر ایک چیز آپ کو ایسی دی ہے جسپر مجھے رشک آتا ہے یعنی فقہ حق تعالیٰ نے آپ کو فقہ دے رکھا ہے۔ مولانا گنگوہی نے فرمایا جی ہان ہمیں دو چار جزئیے یاد ہو گئے تو آپ رشک کرنے لگے اور خود جو مجتہد بنے بیٹھے ہین ہمین کبھی رشک نہ ہوا۔

(۹۳) فرمایا مولانا گنگوہیؒ اور مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا ایک مسئلہ مین اختلاف تھا مجھے معلوم نہ تھا مین نے بھی اس مسئلہ مین ایک رسالہ لکھا اور مولانا گنگوہی کی خدمت مین پیش کیا مولانا نے موافقت نہین فرمائی۔ مین نے اتفاق سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کا رسالہ دیکھا تو عرض کیا کہ مولانا محمد قاسم صاحب کی رائے بھی یہی تھی فرمایا اُن سے غلطی ہوئی ہے جس وقت یہ رسالہ لکھا تھا مین اُنکو اسیوقت وفات سے پہلے مطلع کر دیا تھا۔

[ل] حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب صدر مدرس تھے اسلئے اور سب ماتحت ہی تھے ۱۲ جامع

(۹۴) جب مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی وفات ہوئی تو مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ مجھے اس قدر صدمہ ہوا ہے کہ اگر ایک چیز میرے اندر نہ ہوتی تو مین ہلاک ہو جاتا لوگون نے پوچھا حضرت وہ کیا چیز ہے فرمایا میان وہی جس سے تم مجھے بڑا سمجھتے ہو۔ لوگون نے مجھ سے پوچھا تو مین نے بتایا کہ نسبت مع اللہ اور یہی وہ چیز تھی جس نے حضرت صدیق رضؓ کو زندہ رکھا ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر جیسا عاشق کیسے زندہ رہتا (اسکے بعد حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی کا وہ مکالمہ ارشاد فرمایا جو جہاز مین اثنائے سفر حج مین ہوا تھا اور مکہ معظمہ پہونچ کر حضرت حاجی صاحبؒ سے اسکا فیصلہ کرایا گیا تھا اس کو پہلے لکھا جا چکا ہے۔ ۱۲ جامع)

(۹۵) فرمایا ہمارے حضرت کے یہان مضامین تو بہت عالی تھے مگر اصطلاحات نہ تھین ہان کبھی کبھی لبشرط شے اور لبشرط لا شے بھی حضرت کی زبان سے نکلا ہے یہ سنکر ایک معقولی عالم کو تعجب ہوا کہ اصطلاحات تو علوم کے کسب مین آتی ہین حضرت کے یہان کیسے ہین یہ وسوسہ ہوا تھا فوراً فرمایا کہ معانی کا القاء کبھی بدون الفاظ کے ہوتا ہے اور کبھی مع الفاظ کے یعنی اس وقت اس مضمون کا القاء مع الفاظ کے ہوا ہے۔

(۹۶) فرمایا اگر حضرت پڑھے ہوئے ہوتے تو ہم کو اس قدر نفع نہ ہوتا اُسوقت تو یہ سمجھتے کہ یہ مضامین علمی استعداد سے فرما رہے ہین۔ حضرت نے تو کافیہ وغیرہ تک پڑھا تھا۔

(۹۷) فرمایا ہمارے حضرت کے علوم نہایت عالی ہوتے تھے مگر الفاظ بہت سلیس اور فارسی تو اہل زبان کی سی تھی۔ ضیاء القلوب کی کیسی اچھی فارسی ہے۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے اسکا عربی مین ترجمہ کیا تھا مولوی جمیل الدین صاحب کہتے تھے کہ وہ اُنکے پاس ہے اور کہتے تھے کہ مولانا نے اس پر حاشیہ بھی لکھا ہے۔ مین بھی اس کتاب کی زیارت کا متمنی تھا مگر اتفاق نہین ہوا اور اب ان کا انتقال ہو چکا ہے۔

(۹۸) فرمایا حضرت حاجی صاحب اپنے خادمون کیلئے قیمتی قیمتی چیزین بھیجا کرتے تھے۔ کہین تو مرید دیتا ہے پیر کو وہان پیر دیتے تھے مریدون کو۔ میرے پاس کئی چیزین تھین تبرکات کے طریقہ پر جو حضرت نے عطا کی تھین مگر مین نے سب تقسیم کر دین دوستون کو تاکہ میرے بعد کوئی ان کی دکان نہ بنالے۔ بس میرے نزدیک تو تبرک وہی باتین ہین جو حضرت سے سُنین اور دل مین اثر کر گئین۔

ایک دفعہ حضرت نے اپنی کتابین مجکو دینی چاہین کہ سب لیجاؤ جہان کی تھین وہین پھونچ جائینگی یعنی تھانہ بھون۔ مجھے کچھ جوش سا ہوا مین نے عرض کیا کہ کتابون مین کیا رکھا ہے کچھ سینہ مین سے عطا فرمائیے۔ حضرت کو بھی جوش ہوا فرمایا ہان ہے تو سچ۔ میرے واپس آجانیکے بعد حضرت نے پھر وہ کتابین بھیجنی چاہین مگر بعض عنایت فرما حسد بھی کیا کرتے تھے اُنکو ناگوار ہوا کہ حضرت اس قدر عنایت کیون فرماتے ہین۔ عرض کیا کہ یہ کیسے ممکن ہے آپ تو ان کتابون کو وقف فرما چکے ہین۔ حضرت کی مہر اکثر قلمدان مین رہتی تھی وہان سے نکالکر مہر لگاکر ایک وقف نامہ بھی لکھ رکھا تھا وہ پیش کر دیا حضرت نے فرمایا نہین مین نے تو وقف نہین کین۔ ان حضرات نے کہا کہ حضرت بھول گئے۔ فرمایا نہین بھائی مین بھولا نہین مگر حضرت کو رنج بہت ہوا۔ پھر قریب وفات مولوی محمد سعید صاحب کیرانوی کو فرمایا کہ یہ کتابین اشرف علی کو بھیجدینا اور اگر وہ نہ لے تو اپنے کتب خانہ مین داخل کر لیجو۔ اُنہون نے مجھے خط لکھا تھا مگر وہ پہونچا نہین پھر اپنے کتب خانہ مین داخل کر کے اطلاع دی وہ خط ملگیا تو مین نے لکھا آپنے اچھا کیا مین بھی یہی کرتا مجکو کتابین جمع کرنے کا اور اُن کے دیکھنے کا کبھی شوق نہین ہوا۔ بس اپنے حضرات سے جو سنا ہے عمل کیواسطے کافی ہے اور وہ تھوڑا سا یاد بھی ہے وہی اپنے دوستون اور عزیزون کے سامنے پیش کر دیتا ہون باقی یہان تو نہ حافظہ نہ کتابین دیکھنے کی فرصت۔

(۹۹) پھر فرمایا کہ آجکل میری ملک مین بہت تھوڑی کتابین ہین جن مین ایک تو مثنوی شریف ہے اسکو ملک سے نہین نکالا اور ایک جمع الفوائد جو حدیث کی کتاب نئی چھپی ہے۔ اور یہ مثنوی نولکشور کے یہان کی اول بار کی چھپی ہوئی ہے عمدہ ہے اسے ملک سے جُدا کرنیکو جی نہین چاہا۔ اسی نسخہ مین حضرت سے کچھ حصہ پڑھا بھی ہے۔ حضرت کے ارشادات بھی پنسل سے کہین کہین لکھ رکھے ہین اور خود بھی جو کچھ سمجھ مین آیا لکھا ہے۔ ایک دفعہ یہ شعر میرے سامنے پیش کیا گیا ؎

آن طرف کہ عشق می افزود درد   بوحنیفہ شافعی درسے نکرد

اس کا کوئی حل سمجھ مین نہ آیا۔ اتفاقی اپنے نسخہ مین یہی شعر نظر پڑا تو بین السطور یہ لکھا ہوا نکلا لے علمائے ظاہری ۱۲ یعنی جیسے حاتم بولکر سخی مُراد لے لیتے ہین ایسے ہی چونکہ عام لوگ ان حضرات کو علمائے ظاہر سمجھتے ہین اسلئے ابوحنیفہ اور شافعی بولکر علمائے ظاہر کو مُراد لیا ہے۔ اگر کوئی لکھ لیتا ہے تو نفع ہوتا ہے

(۱۰۰) فرمایا اشرف السوانح کے شذرات مولوی شبیر علی صاف کرا رہے ہین۔ مین نے کہدیا تھا کہ

ایک دفعہ مجھے اور ایک دفعہ خواجہ صاحب کو دکھادینا۔ اسکو مولوی محمد حسن خود چھاپینگے۔

(۱۰۱) ملازمت ترک کے ذکر پر فرمایا کہ بزرگون سے سنا ہے کہ اگر دو روپیہ کی بھی کسیکو آمدنی متعین ہوتی ہے تو اُس کا قلب غنی رہتا ہے اور زیادہ طبائع کیلئے یہی مصلحت ہے اور بعض بزرگون سے کہ وہ بہت قلیل ہے ترک اسباب کی ترجیح منقول ہے۔ بہر حال اس اختلاف سے اتنا تو ثابت ہوا کہ تشبث بالاسباب بزرگی کے منافی نہین مگر لوگ عموماً یہ سمجھے ہوے ہین کہ بزرگی کے لوازم مین سے یہ بھی ہے کہ زندگی گذارنے کا کوئی انتظام نہ ہو۔ پھر عدم تنافی کی تائید مین حضرت نے ایک حکایت بیان فرمائی جسکو حضرت حاجی صاحب سے نقل فرمایا کہ ایک بزرگ نے دعا کی کہ یا اللہ جتنی روزی میری قسمت مین ہے ایک ہی دفعہ دیدیجئے ارشاد ہوا کیا ہمارے وعدہ پر اعتماد نہین عرض کیا حضور اعتماد تو ضرور ہے مگر حضور ہی کا ارشاد ہے الشیطان یعدکم الفقر وہ بہکاتا ہے کہ تو کہان سے کھائیگا تو پریشان ہوتا ہون کوئی جواب قاطع وساوس بن نہین پڑتا اگر سب روزی ایک دم دیدیجئے تو اُسکو کوٹھری مین بند کرکے رکھلونگا اور وسوسہ کے وقت اس سے کہدیا کرونگا کہ اس مین سے کھاؤنگا چونکہ مشاہدات مین وسوسہ نہین ہوتا اسلئے اس سے نجات ہو جاویگی۔ غرض اولیاء اللہ نے بھی ایسی دعا کی ہے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اولیاء اللہ کا نفس طبعاً ضعیف بھی ہوتا ہے اُنکو وساوس بھی آتے ہین جیسے جسم مین قوت وضعف کا تفاوت ہوتا ہے اور اسکا بزرگی سے کوئی تعلق نہین سو جسطرح یہ ضروری نہین کہ بزرگ وہی ہے جو بڑے سے بڑے پہلوان کو پچھاڑ دے ایسے ہی قوت وضعف نفس بھی فطری چیز ہے نہ بزرگی اس پر موقوف ہے نہ اسلام۔

(۱۰۲) فرمایا غالباً کسی کتاب مین تو نہین دیکھا ہے کسی بزرگ سے سنا ہے کہ حضرت جنید رح کو کسی خلیفہ نے بلایا اور سخت گفتگو کی حضرت شبلیؒ بھی ساتھ تھے یہ خادم خاص تھے جب سخت گفتگو ہوتی تو حضرت جنید بھی جواب ترکی بہ ترکی دیتے رہے۔ حضرت شبلیؒ کو خلیفہ کی گفتگو ناگوار گذر رہی تھی وہان ایک قالین تھا مصور جس پر شیر کی تصویر تھی جب خلیفہ کوئی سخت لفظ کہتا حضرت شبلی اس تصویر کی طرف نظر فرماتے اور وہ سچ مُچ کا شیر بنکر کھڑا ہو جاتا پھر جب حضرت جنید اسکی طرف نظر فرماتے تو وہی شیر قالین بنجاتا۔ خلیفہ مصروف تھا اسنے دیکھا نہین ایک بار جو دیکھا تو وہ شیر بنا ہوا کھڑا تھا خلیفہ گھبرا گیا اور بھاگنے کا ارادہ کیا حضرت جنید نے فرمایا آپ ڈرئیے نہین اور حضرت شبلی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا یہ بچہ ہے ایسی حرکت کر رہا ہے مگر مین آپکو کوئی گزند نہ پہونچنے دونگا۔ غرض حضرت شبلیؒ تصرف کرتے تھے اور حضرت جنید رح

اسے منادیتے تھے۔

(۱۰۳) فرمایا ہمارے دادا پیر حضرت میانجی صاحب کبھی کبھی تھانہ بھون تشریف لاتے تھے۔ ایک بار آپ کے پیر بھائی شیر خان بھی جو بوجہ تعلق تربیت کے مثل مُرید کے تھے ساتھ آئے مگر پٹھان تو مرید کیا شیخ ہو کر بھی پٹھان ہی رہتا ہے۔ مولانا شیخ محمد صاحب عالم فاضل تھے۔ جب حاجی صاحب اور حافظ صاحب پر میانجی صاحب کے توجہ کا اثر ہوتا اور مولانا پر ویسا نہیں ہوتا تھا تو مولانا ہنسکر کہا کرتے تھے ہم عالم ہیں ہم پر اثر نہیں ہوتا تم عالم نہیں تم پر ہو جاتا ہے۔ میانجی صاحب نے سنا تو خاموش ہو گئے مگر شیر خان نے کہا کہ انہیں مزا چکھانا چاہئے۔ جب تھانہ بھون آئے اور حلقہ میں سب بیٹھے تو سب سے زیادہ اثر مولانا پر تھا حتیٰ کہ کپڑے تک پھاڑ دئے تو میانجی صاحب نے کہا بس کرو شیر خان جانے دو۔ حلقہ میں شیر خان بھی گردن جھکائے بیٹھے تھے تب مولانا سمجھے کہ جب شیر خان ایسے ہیں تو حضرت کیا ہونگے۔ اور اسکے بعد مولانا نے پھر کبھی ایسی بات نہیں کہی۔

(۱۰۴) پٹھانوں کے ذکر میں فرمایا کہ ایک عورت مولد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئی تو اس پر بہت اثر ہوا اور جوش میں کہنے لگی قربان جاؤں بل جاؤں میرے حضرت ایسے تھے میرے حضرت ایسے تھے مگر بے عیب ذات خدا کی ایک کسر بھی رہگئی کہ پٹھان نہ تھے اگر پٹھان ہوتے تو کوئی کسر نہ رہتی (نعوذ باللہ) اس غریب کے نزدیک سب سے بڑی شرافت تھی پٹھان ہونا۔

(۱۰۵) فرمایا ایک پٹھانی احقر کی مُرید تھی ایک دفعہ گھر آکر کہنے لگی مولوی جی مجھے بہت تکلیف ہے ناداری کی اور تنگی کی پھر ڈری اور کہنے لگی بس مولوی جی زیادہ نہیں کہتی کہیں اللہ میاں یوں کہیں کہ میرے عیب کھولتی پھرتی ہے اسنے شکایت اور عیب میں فرق نہیں کیا کیسی سادگی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی خشیت بھی کیسی غالب تھی۔

(۱۰۶) ان لوگوں کی سادگی کے سلسلہ میں فرمایا ایک شخص مدرسہ دیوبند کے دروازہ پر مولانا محمد یعقوب صاحب کی تعریف کر رہا تھا کہ ایسے ہیں ایسے ہیں اور کہا کہ بس فرعون بے سامان ہیں (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

دوشنبہ ۹ رجب ۱۳۵۷ھ مسجد خواص میں بعد عصر

(۱۰۷) فرمایا ایک صاحب نے روافض کے کچھ شبہات لکھ کر بھیجے میں نے لکھا کہ تحریر میں

جواب ناکافی ہوتا ہے یہان آجاؤ۔ ان کا جواب آیا کہ دو شرطون سے آتا ہون ایک تو یہ کہ آپکے یہان کھانا نہ کھاؤنگا کیونکہ کھانا کھانے کے بعد آدمی لچ جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ شور نہ مچانا غصہ نہ ہونا جیسے مولویون کی عادت ہے۔ مین نے لکھدیا کہ اچھا آجاؤ جب وہ آگئے تو مین نے کہانے کے متعلق پھر پوچھا کہنے لگے کھانا نہین کھاؤنگا مین نے کہا بہتر لیکن دوسری شرط کو مین منسوخ کرتا ہون اگر ضرورت شور مچانیکی ہوگی تو شور بھی مچاؤنگا اور غصہ کی بات ہوگی تو غصہ بھی ہونگا۔ اگر کہو کہ میرا نقصان ہوا تو اگر یہ نسخ منظور نہ ہوگا تو مین آپ کو آمد ورفت کا کرایہ دیدونگا کہنے لگے بہت اچھا مجکو منظور ہے مین کسی ضرورت سے گھر گیا تو انہون نے کہلا بھیجا کہ نہ کھانے کی شرط کو مین منسوخ کرتا ہون اب کھانا بھی کھاؤنگا مین نے قبول کرلیا۔ اور گفتگو کیلئے عصر سے مغرب تک کا وقت مقرر کرتا ہون جبتک بھی ضرورت ہو روزمرہ گفتگو ہوتی رہیگی۔ غرض عصر پڑھکر مین نے کہا آجاؤ اور کہو کہنے بیٹھے تو اعتراضات سب دعوی ہی دعوی تھے دلیل ایک بھی نہ تھی۔ مین نے دلیل مانگی تو کہنے لگے تم تو منطق کی باتین کرتے ہو۔ مین نے کہا اچھا آج تو تم سُن لو بیچ مین نہ بولنا اور رات کو اس پر غور کرنا پھر کل کو گفتگو کرنا۔ پھر مین نے انہین اصول سمجھائے کہ دعوی کسے کہتے ہین دلیل کیا ہوتی ہے اعتراضات کس کس طرح ہو سکتے ہین۔ اگلے دن عصر کے بعد بلایا تو کہنے لگے مجھے اب کوئی بھی شبہ نہین رہا۔ پھر مین نے نصیحت کی کہ دوسرے مذاہب کی کتابین نہ دیکھا کرو۔

(۱۰۸) فرمایا حق تعالی کا ارشاد ہے واتوا البیوت من ابوابھا تو ہر شے کیلئے کچھ قواعد ہین بے اصول کام ہمیشہ خراب رہتا ہے مولانا نے گویا اسیکا ترجمہ کیا ہے

اطلبوا الارزاق من اسبابھا ۔۔۔ ادخلوا الابیات من ابوابھا

(۱۰۹) ایک بی بی نے دریافت کرایا کہ مین پانچ روپیہ پیش کرنا چاہتی ہون۔ جواب لکھا کہ مناسب نہین پھر فرمایا کہ یہ بی بی لڑکیان پڑھاتی ہین بیوہ ہین کچھ زیادہ آمدنی نہین اور انکے شوہر بہت نیک آدمی تھے۔

(۱۱۰) ایک صاحب نے لکھا کہ میرا لکھنؤ حاضر ہونے کا ارادہ تھا مگر چونکہ آپنے جواب مین ارقام فرمایا ہے کہ نہ معلوم مین ملون یا نہ ملون اسلئے مین نے ارادہ فسخ کردیا اب پانچ روپیہ آپکے واسطے مولانا ظفر احمد صاحب کے پاس بھیجدئے ہین کہ دوا و غذا مین صرف فرمالیجئے۔ جواب تحریر فرمایا کہ واپس کردونگا پھر

فرمایا کہ یہ غرض لکھکر مقصود کو فوت کیا۔ البتہ اگر مجھے تنگی ہوتی تو اس بنا پر لے لیتا اب تو خدا کا شکر ہے کہ میرے پاس علاج کیواسطے بہت ہے اور ایسے مین لینے مین تو دھوکہ ہو جاتا ہے۔ اور ایک وجہ اور بھی ہے کہ انہون نے پہلے کی ایک واپسی پر بُرا بھلا لکھا تھا اسلئے مین ان سے لینے دینے کا معاملہ نہین رکھتا ہان خط کا جواب دیتا ہون۔

(۱۱۱) غالباً کسی ہدیہ کی واپسی کے متعلق فرمایا کہ ہر چیز کے قواعد ہین۔ نماز کے روزے کے حج کے زکوٰۃ کے تو کیا ہدیہ کا کوئی قاعدہ ہی نہین۔ اسکے قواعد بھی حدیثون سے معلوم ہوتے ہین غالباً ترمذی شریف مین ہے کہ ایک شخص نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین ایک اونٹ پیش کیا حضور نے اسکے بدلے مین کئی اونٹ دئے مگر وہ راضی نہ ہوا تو حضور نے ایک خطبہ مین اسکے متعلق فرمایا ھممت ان لا اقبل ھدیۃ الا من قرشی او ثقفی او دوسی ان قبیلون کے لوگون کی طبیعتون مین سخاوت تھی تو معلوم ہوا کہ بعض عوارض کی وجہ سے عدم قبول ہدیہ بھی سنت ہے اور یہ عوارض اجتہادی ہوتے ہین یہ لینے والے کی رائے پر ہین۔

(۱۱۲) فرمایا خوشبو پیش کرنے کے متعلق حدیث شریف مین آیا ہے کہ اگر کوئی خوشبو پیش کرے تو لیلو اور اسکی یہ علت فرمائی فانھا طیب النکہۃ خفیف المحمل اس تعلیل سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شے گران معلوم ہوتی ہو تو واپس کر دے۔

(۱۱۳) فرمایا لوگون کا بھی عجیب حال ہے اگر یہ معلوم ہو جائے کہ ترکیبون سے لیتا ہے تو ناراض ہونا چاہئے تھا مگر اس پر بھی ناراض ہوتے ہین کہ لیتا نہین حالانکہ ان کا مال بچا دیا یہ تو خوش ہونے کی بات تھی مگر شاید اسکو اپنی اہانت سمجھتے ہین۔

(۱۱۴) فرمایا ایسے ایسے واقعات سے تجربہ ہو گیا ہے۔ رنگون سے ایک خط آیا کہ یہان ایک مجلس مین کچھ گفتگو ہوئی کہ ہدیہ کو کوئی واپس نہین کر سکتا کسی نے آپکے متعلق کہا کہ وہ واپس کر دیتے ہین تو تو ایک صاحب بولے کہ ہم بھیجتے ہین دیکھین کیسے واپس کر دین گے تو ان صاحب نے بطور مشورہ لکھا کہ اس ہدیہ کو واپس کر دینا۔ مین نے لکھا کہ مین آپ کا شکر گزار ہون کہ مجکو متنبہ کر دیا مگر آپ کہان کہان اسکی تحقیق کرینگے اسلئے آپ مطمئن رہئے یہان ایسے ہدایا واپس ہی ہوتے ہین۔

(۱۱۵) فرمایا ایک فوجی آئے مگر موجی اور کچھ ہدیہ دینا چاہا جو قاعدہ کے خلاف تھا بہت سی مختلف

یز بن تھین۔ مین نے نرمی کیساتھ واپس کردین۔ اُنہون نے اصرار کیا تو مین نے کہا کوئی خدانخواستہ تم سے ضد نہین ہے۔ مگر میرے معمول کے خلاف ہے کہنے لگے نہین یہ تو آپ کو لینا ہی پڑیگا مین نے کہا تو کیا مین اپنا قاعدہ بدلدون بولے یہ تو لینا ہی پڑیگا مین بہت ہی آرزو کرکے لایا ہون مین نے کہا دیکھئے اب مجھے غصہ آچلا ہے اُنہون نے پھر وہی مرغی کی ایک ٹانگ گائی مین نے پھر انکو ایک ڈانٹ بتلائی اپنا ہدیہ لیکر بھاگے اور مسجد مین جاکر پناہ لی۔ مین نے دل مین کہا کہ بیچارے کس خیال سے آئے ہونگے مگر سب حساب غلط ہوگیا بقول شاعر ؎

فریبے کز تو اول خوردہ بودم یادمی آید	چو می بینم کسے کز کوئے تو دلشاد می آید

لوگ اول اول تو خوش خوش آتے ہین پھر ڈانٹ پڑجاتی ہے تو ناراض ہوکر چلے جاتے ہین یہ کیا ہے کبھی کچھ کبھی کچھ۔

(۱۱۶) فرمایا ایک حکایت یاد آئی یحیی بن اکثمؒ بخاریؒ کے استاد ہین بڑے مُحدّث ہین جب ان کا انتقال ہوگیا تو کسی نے خواب مین دیکھا تو پوچھا کہ حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔ فرمایا بڑی لتاڑ پڑی کہ یا شیخ السوء انت فعلت کذا انت فعلت کذا۔ مین خاموش تھا۔ ارشاد ہوا جواب دو۔ مین نے عرض کیا کہ کیا جواب دون مین تو ایک سوچ مین پڑگیا۔ ارشاد ہوا کیا سوچ ہے مین نے عرض کیا حدثنا فلان عن فلان الی اٰخر السند قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یستحیی من ذی الشیبۃ المسلم اور یہان کچھ اور رنگ دیکھ رہا ہون تو شبہ پڑگیا کہ یہ حدیث صحیح ہے یا نہین۔ فرمایا حدیث بھی صحیح ہے اور راوی بھی سب ثقہ ہین جاؤ آج کوئی علم و عمل تمہارے کام نہین آیا صرف تمہارے بڑھاپے کی وجہ سے بخشے دیتے ہین۔ دیکھئے ارادہ تو پہلے ہی سے مغفرت کا تھا مگر انکو دکھایا تاکہ نعمت کی قدر ہو۔ اور اُنکو بھی تو یہ اُنہون نے ہی بتایا ہے کہ یون کہو۔ دل مین ڈالنا بھی تو اُنہی کی طرف سے ہے عارف شیرازی فرماتے ہین۔ ؎

دل فدائے او شد و جان نیز ہم	درد از یار است و درمان نیز ہم
یار ما این دارد و آن نیز ہم	آنچہ می گویند کان بہتر زحسن

حق تعالیٰ کے یہ معاملات ہین حالانکہ کہان حاکم کہان محکوم مگر اس قدر شفقت کا معاملہ فرماتے ہین اسکو صوفیہ کی اصطلاح مین نزول کہتے ہین کہ ہماری ساتھ بالکل ہمارے مذاق کے موافق

فرماتے ہین اپنی عظمت کے موافق نہین فرماتے جیسے کوئی معشوق ناز کیا کرتا ہے یحیی بن اکثم رح کیساتھ بھی ایسا ہی کیا کہ ایک جر کا سا لگاکر رحمت کاملہ متوجہ فرمادی اور عشاق کو تو اسی مین لطف آتا ہے اور اگر معشوق مین اباء و انکار کی صفت بالکل نہو تو لطف ہی نہین آتا۔ لطف اسی مین ہے کہ بیوی کو بلایا جائے اور وہ کہے کہ اونہ مین تو چولھا ہانڈی کر رہی ہون۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب عبد اللہ بن ام مکتوم رض آتے تو آپ عتاب سے لطف اندوز ہونے کیلئے فرماتے مرحبا بمن عاتبنی فیہ ربی

(۱۱۷) فرمایا مولوی عبد الرب صاحب دہلوی واعظ تھے ظریف بھی تھے جب ان کے پاس کوئی نابینا آتا تو کہتے ہاں کہئے جو کچھ آپ کو کہنا ہے پہلے آپ کو فارغ کر دون آپ سے بہت ڈر لگتا ہے کہ اللہ میان کو بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے خفا کرا دیا تھا۔ پھر فرمایا کہ واعظ لوگ بھی ہر جگہ ظرافت سے کام لیتے ہین۔

(۱۱۸) پھر فرمایا خیر اُس طرف سے اگر ناز ہو جو بصورت عتاب ظاہر ہوتا ہے تو ہو بعض بزرگون کے یہان اس طرف سے بھی ناز کے کلمات صادر ہوتے ہین جیسے بچے کبھی کبھی مان باپ پر ناز کرتے ہین لیکن ان مین بعض لوگ تو بچون کے مشابہ ہین کہ محبت تو بہت ہے اور معرفت کم اور بعض مین معرفت بھی کامل ہے تو وہ کبھی ایسا نہین کرتے جیسے بچہ جب بڑا ہو جاتا ہے اور اُسکو سمجھ آجاتی ہے تو پھر ایسا نہین کرتا۔

(۱۱۹) فرمایا اس مین اختلاف ہے کہ محبت مین ادب بڑھتا ہے یا گھٹتا ہے ایک قول تو یہ ہے کہ جب محبت قوی ہوتی ہے تو ادب بڑھ جاتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ جب محبت قوی ہو جاتی ہے تو ادب گھٹ جاتا ہے۔ بظاہر دونون قول متعارض ہین مگر میرے ذوق مین ان مین یہ تطبیق ہے کہ اگر محبّت مغلوب اور معرفت غالب ہوتی ہے تو ادب بڑھ جاتا ہے اور اگر محبت غالب اور معرفت مغلوب ہوتی ہے تو ادب گھٹ جاتا ہے۔

(۱۲۰) فرمایا ہمارے مولانا محمد یعقوب صاحب کا ایک خاص مقام تھا جو مقام اِدلال کہلاتا ہے یعنی ناز۔ مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا رشید احمد صاحب نے تو کبھی کوئی بات ایسی ظاہر نہین فرمائی مگر مولانا محمد یعقوب صاحب نے کبھی کبھی کوئی بات کہہ بھی دی ہے ایک مجذوبانہ حالت تھی۔ مولانا محمد قاسم صاحب سے کسی نے مولانا کا کوئی کلمہ نقل کر دیا تو چونک اُٹھے اور فرمایا کہ ہنسی اُنہی کا مقام ہے کہ اس کہنے

پر بھی مقبول ہین ہم کہتے تو کان پکڑ کر نکال دئے جاتے۔ پھر فرمایا مگر مرتبہ اُنہی کا زیادہ ہے جو یہ کہتے ہین کہ کان پکڑ کر نکال دئے جاتے جیسے مین نے ابھی مثال عرض کی ہے بچہ کی اور بڑے کی۔

(۱۲۱) فرمایا ایک صاحب تھانہ بھون آنا چاہتے تھے۔ مین نے لکھدیا کہ میان وہان کیا رکھا ہے کھنڈر ہی کھنڈر ہین لکھنؤ آتے (یعنی جب معالجہ کیلئے لکھنؤ قیام تھا) تو سیر بھی ہوتی اور تفریح بھی

(۱۲۲) اُمرا و غُربا کے تذکرہ پر فرمایا کہ مین جیسے غربا، کی رعایت کرتا ہون اُمرا کی بھی کرتا ہون کہ ان کا پیسہ ضائع نہ جائے بلکہ مین تو خوشحال لوگون کی زیادہ رعایت کرتا ہون۔ یہ سنکر تعجب تو ہوگا مگر ذرا غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ لوگ بھی قابل رعایت ہین کیونکہ ہر شخص ان پر اپنا بوجھ ڈالنا چاہتا ہے کہ او نھو کیا ہوا پانچسو روپیہ کی تنخواہ ہے۔ تو آمدنی تو محدود ہے اور خرچ غیر محدود اور غربا، کی آمدنی اکثر حاجت سے زیادہ ہوتی اور خرچ اس سے کم ہوتا ہے یا کم کر سکتے ہین اور امراء سے یہ بھی نہین ہو سکتا۔

(۱۲۳) فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب کی تنخواہ (باوجود صدر مدرس دارالعلوم دیوبند ہونیکے صرف) چالیس روپیہ تھی فرمایا کرتے تھے کہ بیوی بھی اللغ کو دیکھتی ہے لڑکا بھی اللغ کو دیکھتا ہے بھوبھی اللغ کو دیکھتی ہے تو وہ چالیس کہان رہے۔ اور کبھی کبھی بیوی کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ اگر ہموار ہو گئی تو فبہا ورنہ وہی کہدون گا طلاق۔ اور کوئی راز اپنا خانگی بھی نہین چھپاتے تھے۔ لوگ اسے سُبکی سمجھتے ہین۔ مین کہا کرتا ہون کہ سب کی نہین صرف اہل تکبر کی ہے۔ اور حضرات اکابر معاصرین اپنے واردات انکے سامنے بیان نہین کرتے تھے کہ عام پر ظاہر کردینگے۔ کیونکہ آپ اورون کے واردات بھی ظاہر کردیتے تھے یہ خیال نہ تھا کہ وہ بڑھے رہین گے اور مین گھٹا رہون گا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص مین کچھہ نہ کچھہ کھوٹ ہوتا ہے جو مجاہدہ سے زائل ہوتا ہے مگر مولوی یعقوب صاحب بے کھوٹ پیدا ہوئے ہین پھر فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب نے مجاہدے زیادہ نہین کئے ہین اور باتین بھی بہت کرتے تھے مگر سراسر علوم ہوتے تھے۔ جب حضرت حاجی صاحب تھانہ بھون تشریف رکھتے تھے۔ رات کو سب ذاکر شاغل لوگ اٹھتے تھے یہ بھی اُٹھتے مگر حضرت اورون کو تو منع نہین فرماتے تھے انکو فرماتے کہ سو رہو ہم وقت پر خود اُٹھا دینگے۔ اس ناز سے اُنکی تربیت فرمائی گئی ہے۔

(۱۲۴) فرمایا مولوی لیس صاحب مولوی شفیع صاحب کے والد مولانا محمد یعقوب صاحب کے شاگرد تھے

ایک روز ان سے فرمایا مولوی (بس مین ادہور رہ گیا کامل نہین ہوا (دیکھئے ایک شیخ کامل لوگون کے سامنے یہ کہتے ہین) تمہارے شیخ اگر چاہین تو میری تکمیل کر سکتے ہین مگر وہ رسید ہی نہین دیتے مجھے غصہ آتا ہے مین کہتا ہون کہ مجھے تمہاری پروا نہین مین اپنے شیخ کے پاس چلا جاؤنگا تو کہتے ہین کہ مدرسہ چھوڑکر جاؤگے تو گناہ ہوگا ۔ بس جی معلوم ہوتا ہے مین ادہورا ہی مرجاؤنگا نہ تو جانے ہی دیتے ہین نہ خود تکمیل کرتے ہین ۔ دیکھئے شاگردون کے مجمع مین یہ فرمارہے ہین ۔ پھر جب ان سب حضرات کا سفر حج ہوا اور حج کے بعد مدینہ منورہ کی تیاری ہوئی تو سبنے مشورہ کیا کہ حضرت کی خدمت مین ہم سب تو بہت رہے ہین یہ زیادہ نہین رہے انہین حضرت کی خدمت مین چھوڑجاؤ مگر یہ تو کسی کی سنینگے نہین اسلئے حضرت سے کہو ۔ حضرت سے عرض کیا گیا تو دیکھئے کیا اخلاق اور کس قدر خیر خواہی تھی مولانا محمد یعقوب صاحب سے فرمایا کہ تم میرے پاس رہو یہ تمہارے رفقا مدینہ جاوینگے مولانا کو گراں تو ہوئی مگر شیخ کا حکم تھا رہ گئے ۔ حضرت نے رفقا سے فرمایا کہ ان سے کہدو کہ جب میرے پاس بیٹھین خاموش بیٹھکر یہ خیال کرلیا کرین کہ ان کے سینہ سے میرے سینہ مین فیض آرہا ہے گو مین دوسرون سے باتین کرتا رہون ۔ صاحب ملفوظات نے بطور جملہ معترضہ کے فرمایا ایک وقت مین دو طرف کامل کا نفس تو متوجہ ہوجاتا ہے ناقص کا متوجہ نہین ہوتا اور النفس لا تتوجہ الی شیئین فی آن واحد مین نفی امکان کی نہین ہے نفی وقوع کی ہے وہ بھی عادی باعتبار اکثر کے ۔ مولانا فضل حق خیرآبادی کا حال سنا ہے کہ ایک ہی وقت مین درس بھی دیتے رہتے تھے اور شطرنج بھی کھیلتے رہتے تھے اور تصنیف بھی کرتے رہتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میرا ذہن مرکب ہے اور اور لوگون کا بسیط ہے کہ تقریر و شطرنج اور تصنیف ایک ہی وقت مین ہوجاتے ہین پھر حضرات اہل طریق کی شان تو بہت ہی بڑی ہے (**تنبیہ**) آزاد علماء کے فعل سے شطرنج کے جواز کا شبہ نہ کیا جائے ۔ تتمہ قصہ کا فرمایا جب ان کے رفقاء مدینہ سے واپس آئے تو حضرت حاجی صاحب نے اُن سے شکایت فرمائی کہ انکو ایک سہل سی بات بتائی تھی وہ بھی نہ ہوسکی جب کوئی آکے بیٹھتا مجھ سے پہلے یہ بولنے لگتے تھے ۔ مولانا گنگوہی فرماتے تھے کہ شیخ ہی ایسے کامل تھے کہ انہون نے خود کچھ نہین کیا مگر انہون نے ایسا کردیا تھا یہان آکر سینکڑون کو مونڈ ڈالا ۔

(۱۲۵) فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب کی تقریر مین علمی لغات بہت ہوتے تھے مگر بیساختہ اور ان کے یہان اتنے علوم تھے کہ سبحان اللہ ان کی تقریر سنکر یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک کتب خانہ

ملے مولانا گنگوہی کی وفات ۱۳۲۳ھ

کھول دیا۔ مگر پھر بھی جہان شبہ ہوتا تھا ماتحت مدرسون سے پوچھ لیتے تھے۔ اور باوجود اس تبحر وکمال کے مولانا رشید احمد صاحب کو بجائے مُرشد کے سمجھتے تھے اسی وجہ سے تو اصلاح کرانا چاہتے تھے مگر جب غصہ آتا تھا تو ناز مین انکو بھی بہت کچھ کہ ڈالتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ دو آدمیون نے ۲۸ر شعبان کو چاند کی گواہی دیدی اور کہا کہ پہلے چاند مین غلطی ہورہی ہے ہم نے وہ چاند بھی ۲۹ر کو دیکھا ہے اُس حساب سے آج ۲۹ر ہے مولانا نے قبول فرمالی حُسن ظن بہت تھا اور شرح صدر ہوگیا۔ حکم دیدیا کہ کل روزہ رکھا جائے۔ لوگون نے اعتراضات بھی کئے۔ مولانا گنگوہی کو خبر ملی تو فرمایا وہ گواہ ثقہ نہ تھے تو مولانا محمد یعقوب صاحب کو غصہ آگیا اور فرمایا جی ہان ثقہ کون ہے بجز مولانا کے۔ اچھی بات ہے قیامت کا دن آنے والا ہے ہم ہونگے مولانا ہونگے اللہ میان ہونگے اس وقت معلوم ہوگا کون ہے ثقہ۔ مولانا گنگوہی نے سنا تو ہنسنے لگے۔ اتفاق سے اس حساب سے تیس ۳۰ روزے ہونے کے بعد چاند ندارد۔ مین نے اس گھر مین جس مین اب میان مظہر رہتے ہین اور اس وقت والد صاحب بھی تھے تیسری منزل پر جاکر دیکھا مگر نظر نہ آیا گو بہت جی چاہتا تھا کہ چاند نظر آجائے تاکہ لوگ مولانا پر اعتراضات نہ کرین۔ جب چاند نہ ہوا تو مخالفون نے مولانا سے عرض کیا کہ رویت نہین ہوئی فرمایا رویت کا حکم ۲۹ر کو ہے ۳۰ کو نہین ہے۔ رویت کی ضرورت نہین ہے بس کل عید کرو۔ تو دیوبند مین دو عیدین ہوئین۔ مکہ معظمہ خبر پھونچی تو حضرت نے خط لکھا کہ سُنا ہے کہ آنعزیز کی لوگون نے بہت مخالفت کی ہے آنعزیز حق پر ہین۔ یہان بھی رمضان اور عید آنعزیز کے حساب کے موافق ہوئے۔ سبحان اللہ کیسا ناز کا معاملہ ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا تنخواہ بہت کم تھی فرمایا کل چالیس للعہ روپیہ تھی اور للعہ کیا اگر چالیس سو للعہ بلکہ چالیس ہزار بھی ہوتی تو کم ہی تھی۔ وصل صاحب نے دریافت کیا کہ پھر خرچ کیسے ہوتا تھا فرمایا ایسے ہوتا ہوگا کہ کسی نے خدمت کردی۔ اور مولانا محمد قاسم صاحب کی تنخواہ تو مطبع مجتبائی مین دس ہی روپیہ تھی۔ اور مولانا گنگوہی ایک مدت تک شائستہ خان کے قلعہ مین (سہارنپور مین) اتھے شاید دس یا بیس روپیہ تنخواہ تھی۔ مین اب جو سہارنپور گیا تھا (لاہور سے واپسی مین) تو وہ حجرہ دیکھکر آیا ہون جس مین مولانا کا قیام تھا۔ یہ لوگ مولانا کی بہت خاطر کرتے تھے۔ یہ قلعہ والے وظیفہ یاب ہین گورنمنٹ سے اور ان مین سے اکثر باوجودیکہ آزاد ہین مگر مولانا رشید احمد صاحب کے عاشق ہین۔ دیکھئے تعلق کا کتنا اثر ہوتا ہے۔ مین سچ عرض کرتا ہون کہ یہ حضرات اپنے وقت کے امام تھے مگر مقتدی بھی نہین معلوم ہوتے تھے

اس قدر اپنے کو مٹائے ہوئے تھے الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات سے تعلق عطا فرمایا۔ گو توفیق تو نہ ہوئی آدمی بننے کی مگر ان کو دیکھ کر آدمیت کا مفہوم تو معلوم ہوگیا کہ اگر آدمی بننا چاہین تو ایسے بنجائین جیسے یہ حضرات تھے۔

سہ شنبہ ۱۰ رجب ۱۳۵۷ھ مسجد خواص مین بعد عصر

(۱۲۶) فرمایا حضرت حاجی صاحب کے ایک خادم کو بین النوم والیقظ۔ حضرت عمرؓ کی زیارت ہوئی فرمایا اپنے پیر سے ہمارا اسلام کہدینا وہ ہماری اولاد ہین اور ہماری طرف سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرنا۔ جب حاضر ہوئے تو خواب سنایا حضرت سر جھکا کر بیٹھ گئے انہون نے مجھے تو شرم آتی ہے فرمایا یہ تمہارا ہاتھ تھوڑا ہی ہے یہ تو حضرت عمرؓ کا ہاتھ ہے۔

(۱۲۷) فرمایا ایک شخص نے یہ حدیث سُنی ان اللہ یستحیی من ذی الشیبۃ المسلم وہ بچارا اپنے کو عمل سے خالی سمجھتا تھا اس حدیث سے امید ہوئی کہ شاید بوڑھا ہو کر مرون اور حق جل وعلا شانہ بڑھاپے کی وجہ سے بخشدین۔ اتفاق سے ان کا جوانی ہی مین انتقال ہوگیا۔ مرنے کے وقت اپنے ایک خاص دوست کو وصیت کی کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو ذرا سا آٹا لیکر میری داڑھی اور سر پر چھڑک دینا اُسنے کہا میان یہ کیا تمسخر کرتے ہو اسنے کہا تم کو کیا یہ میری وصیت ہے تم کردینا۔ کیسے دوست ہو ذرا سا کام بھی نہین ہوتا اُسنے کہا اچھا۔ جب انتقال ہوگیا وصیت پوری کردی گئی کسیکو خواب مین مکشوف ہوا اسنے پوچھا کیا حال ہے اُسنے جواب دیا کہ مجھ سے یہ بھی سوال کیا کہ آٹا کیون چھڑکا مین نے عرض کیا کہ ذی الشیبۃ تو نہ تھا مگر ذی الشیبۃ سے مشابہت پیدا کرنی کیلئے ایسا کیا ارشاد ہوا جاؤ بخشدیا۔ وہان تو چھوٹی چھوٹی بات پر بھی فضل ہو جاتا ہے اور گرفت اور قہر چھوٹی بات پر نہین ہوتا سبقت رحمتی علی غضبی مگر یہ جہل ہے اسکا جو بڑی بات کو چھوٹی سمجھے البتہ مقربین پر

ط مگر اسپر بھروسہ کرکے عمل ترک نہ کر بیٹھنا چاہیے کہ کون مشقت اٹھائے وہ تو نکتہ نواز ہین کوئی نہ کوئی بات پسند آہی جائیگی تو بات یہ ہے کہ نا فرمانیون سے آدمی مبغوض ہو جاتا ہی اور مبغوض کی برائیان اسکی بھلائی کو ڈھانپ لیتی ہین بلکہ زائل کردیتی ہین۔ دوسرے مبغوض مین استحقاق رحمت نہین رہتا تیسرے ہمارے یہ اعمال خود اس عظمت کے سامنے چھوٹی چیز بلکہ لاشے ہین یہ بھی نہ رہی تو وہ چھوٹی بات ہی نہ رہی ۱۲ جامع۔ ط کہ بڑے گناہ کو چھوٹا سمجھکر یہ سمجھے کہ چھوٹی بات پر گرفت ہوگئی تو یہ جہل ہے واقع مین تو وہ بڑی ہی ہے ۱۲ جامع۔

چھوٹی بات پر بھی مواخذہ ہوتا ہے مگر وہ بھی چھوٹی بات نہین ہوتی ان کے اعتبار سے وہ بڑی ہی ہے اسلئے وہ کلیہ محفوظ رہا۔ اسپر فرمایا حضرت بایزید بسطامی کو کسی نے خواب مین دیکھا پوچھا آپ کیساتھ کیا معاملہ ہوا فرمایا مجھ سے سوال ہوا کہ تم دنیا سے کیا لائے۔ عرض کیا کچھ نہین صرف توحید فرمایا اما تذکر لیلۃ اللبن یہ توحید تھی کہ غیر کو موثر کہا۔ عرض کیا حضور کچھ بھی نہین لایا سوائے اُمید رحمت کے اسپر مغفرت ہوگئی۔

(۱۲۸) فرمایا قشیریہ مین لکھا ہے کہ جس قدر نظر مین جدّت ہوگی اُسیقدر گرفت کا خطرہ زیادہ ہے یعنی اسلئے کہ اورون کیلئے تو حدید النظر تھے اور اپنے لئے لغی بات بات پر گرفت ہوسکتی ہے کہ فلان بات کیون کی۔ فلان بات کیون کی۔

(۱۲۹) فرمایا عوارف المعارف مین لکھا ہے کہ ایک بزرگ ایک دفعہ جو ذکر کرنے بیٹھے تو زبان بند ہوگئی اور ویسے بولتے ہین تو کچھ نہین پھر ذکر کرنا چاہتے ہین تو زبان بند۔ بہت روئے اور دعا کی کہ اے اللہ مجھے معلوم ہوجائے کہ یہ کس جُرم کی سزا ہے۔ الہام ہوا کہ فلان وقت تمہاری زبان سے ایک کلمہ منکر نکلا تھا اور اب تک مہلت توبہ کرنیکی دی گئی مگر تم نے توبہ نہین کی یہ اُسکی سزا ہے ان کے نزدیک وہ کلمہ ایسا ثقیل نہ تھا مگر واقع مین تھا سخت اسلئے اُن سے اس پر گرفت ہوئی۔

فرمایا ایک شخص تھے انبیٹہ مین اُنہون نے اپنے باپ کو کہا کہ مین تو آپ کو بجائے باپ ہی کے سمجھتا ہون آپ چاہے کچھ سمجھین وہ بگڑ گئے اور بہت بُرا بھلا کہا۔ کیونکہ اس کا تو یہ مطلب ہوا تم باپ نہین ہو باپ تو کوئی اور ہے ہان مین تم کو اُسی کی جگہ قابل تعظیم سمجھتا ہون دیکھئے یہی لفظ کوئی غیر کہے تو تعظیم ہے اور بیٹا کہے تو جرم اور تعظیم کی نفی ہے تو ایک ہی لفظ مگر ایک شخص کہتا ہے تو اہانت اور دوسرا کہتا ہے تو تعظیم اب سمجھ مین آگیا ہوگا حسنات الابرار سیئات المقربین جیسے بیٹے کا یہ کہنا سیئہ ہے اور غیر کا یہ کہنا حسنہ۔

(۱۳۰) فرمایا طبقات الکبری مین لکھا ہے کہ ایک مُرید بڑی دور سے سفر کرکے اپنے پیر کے پاس آیا تھا وہ اُس وقت گھر چلے گئے تھے۔ یہ شدت اشتیاق مین دروازہ پر گیا تو فرمایا کہ شام کو ملنا اُسنے عرض کیا

لہ حضرت بایزیدؒ نے ایک رات دودھ پیا پیٹ مین درد ہوگیا تو یہ کہا کہ دودھ سے پیٹ مین درد ہوگیا تو گو وہ درد مین دودھ کو موثر مانتے نہ تھے مگر عنوان مین موثر ہونا ظاہر ہوا ۱۲ جامع۔

کہ حضور مین بہت دور سے آیا ہون- فرمایا جتلاتے ہو احسان رکھتے ہو- جاؤ تین برس تک سامنے نہ آنا اگر اب کوئی ایسا کرے تو لوگ بدنام کرتے ہین- انہین کوئی بدنام کرے- اب کوئی کہنے لگے کہ بھلا یہ بھی کوئی بات تھی جسپر بگڑ گئے کہ بڑی دور سے آیا ہون تو یہ شبہ فضول ہے- وہ اس پر ناراض ہوئے کہ جتایا کیون- اسکے مناسب فرمایا ایک شخص (لکھنؤ مین ملنے) آئے تھے ان سے کہا گیا کہ تمہارا کچھ معاملہ ہوا تھا ابھی اسکا تصفیہ نہین ہوا پہلے اسکا فیصلہ کرو پھر آنا- وہ معاملہ یہ تھا کہ انہون نے ہدیہ بھیجا تھا اور یہ لکھا تھا کہ اس سے برکت ہوگی- مین نے کہا تو غرض کیلئے ہے محبت سے نہین بس اسکا جواب ندارد جب سے یہ معتوب ہین- پھر فرمایا صبح بھی ایک شخص نے عین بات کے بیچ مین کسی کی طرف سے ہدیہ پیش کیا تھا- مین نے کہا کہ ایک وقت مین دو طرف کیسے متوجہ ہو سکتا ہون جاو یہ لیجاؤ اور ان سے کہدینا کہ مین تمہارا ہدیہ لیلیا کرتا ہون مگر اس وقت ایک بدتمیز کے ہاتھ بھیجا تھا اسلئے نہین لیا- بات یہ ہے کہ بغیر ایسے طریقون کے تنبہ نہین ہوتا- پھر ان ہدایا کے متعلق فرمایا گیا عرض کر دون یہ جو مالی خدمت کرتے ہین ان مین بعض تو ایسے ہین کہ خود شرماتے ہین اور بعض ایسے ہین کہ دیگر اپنے کو تمام قواعد سے مستثنیٰ سمجھنے لگتے ہین حالانکہ دینے والیکو لے لینے والے کا لے لینا ہی احسان سمجھنا چاہئے- حق تعالیٰ نے فرمایا ہے انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء ولا شکورا- یہ تو دینے والے کا ادب ہے اور لینے والیکا یہ ہے من صنع الیکم معروفا فکافئوہ فان لم تکافئوہ فادعوا لہ- نیز دینے والیکا ایک ادب چھپا کر دینا ہے اور لینے والے کا یہ ہے کہ اسکا اعلان کردے-

(۱۳۱) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ اصل تہذیب تو حضرت کے یہان آکر معلوم ہوتی ہے جو لوگ تہذیب تہذیب چلا رہے ہین انکو تو تہذیب کی خبر بھی نہین اگر حضرت کے ملفوظات کو کوئی صاحب انگریزی مین کر دین تو بہت اچھا ہو- فرمایا آپ ہی کر لین دوسرون کو آپ کیون کہتے ہین-

(۱۳۲) خواجہ صاحب نے کہا میرا جی چاہتا ہے کہ مختصر نویسی سیکھلون اور ملفوظات ضبط کیا کرون مگر بڈھا طوطا کیا پڑھے- فرمایا بڈھے طوطے پر یاد آیا ایک صاحب نے اپنی بیوی کے پڑھنے کو لکھا تھا کہ شوق تو بہت ہے مگر بڈھا طوطا کیا پڑھے مین نے لکھا کہ وہ تو بڈھی مینا ہین بڈھا طوطا نہین پڑھتا نہ سہی بڈھی مینا تو پڑھ لیگی-

(۱۳۳) فرمایا ایک دفعہ سکندر فوج کا معائنہ کرنے لگا تو دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی دو آدمیون کے

سہارے سے گھوڑے پر سوار ہورہا ہے سکندر نے کہا کہ بڑے میاں ایسا کیا شوق ہے فوج مین بھرتی ہونیکا دو آدمیون کے سہارے سے تو سوار ہوتے ہو بوڑھے نے عرض کیا حضور سوار کرنے کو تو دو بھی کافی ہین مگر اُتارنے کو سو بھی ناکافی ہین۔

(۱۳۴) عورتون کے ایثار پر فرمایا کہ میرے خسر صاحب لکھے پڑھے نہ تھے مگر خوش مزاج تھے ایک دفعہ رات کو اُنکی آنکھ کھلی تو خوشدامن صاحبہ کو کروٹین بدلتے دیکھا پوچھا کیا بات ہے انہون نے کہا پیاس لگ رہی ہے فرمایا اُٹھکر پی لو تو بولین بس اب کون اُٹھے۔ آدمی بہت ذہین تھے تھوڑی دیر مین خود کروٹین بدلنے لگے اور کہا کہ تم نے بھی کس چیز کا نام لے دیا اب مجھے بھی پیاس لگنے لگی وہ یہ سنکر فوراً اُٹھین اور پانی لائین جب پانی لے آئین تو انہون نے کہا بس پی لو۔ اس ترکیب سے تمہین پانی پلوانا تھا۔ بہت بگڑین اور لگین خود کو کوسنے دینے۔

(۱۳۵) آداب مجلس کے ذکر مین فرمایا کہ خاموشی کا میرے یہان یہ حال ہے کہ جہان دو آدمیون نے کانا پھوسی کی تو مین کہتا ہون کہ باہر جاکر باتین کرو یہان تو میری سنو یا مجھے سناؤ اور آپس مین گفتگو کرنیکی اگر کوئی ضرورت ہی ہو تو باہر جاکر کرو۔ ایک شخص جلال آباد کے رئیس آئے تھے مجلس کا رنگ دیکھکر ایک شخص سے کہا کہ مین اور جگہون پر بھی گیا ہون سب جگہ ڈپٹیون کا اجلاس ہوتا ہے اور یہان جج کا اجلاس ہے یعنی ڈپٹی کے اجلاس مین تو مدعی مدعا علیہ گواہ وکیل وغیرہ وغیرہ کا شور ہوتا رہتا ہے اور جج کا اجلاس سکون محض ہوتا ہے۔

(۱۳۶) فرمایا جیسی یکسوئی دوسرے سے استماع مین ہوتی ہے خود کلام کرنے مین نہین ہوتی خوش الحان حافظ سے سامعین کو جیسا حظ ہوتا ہے پڑھنے والیکو ویسا نہین ہوتا اور یہ جو سماع نکلا ہے اس کا بھی راز یہی ہے کہ سننے مین جو لطف آتا ہے وہ پڑھنے مین نہین۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ قرآن شریف پڑھکر سناؤ انہون نے عرض کیا یا رسول انزل الیک وانا اقرأ قال احب ان اسمع من غیری انہون نے پڑھا اور حضور کے آنسو بہ پڑے جب حضور کے یہان بھی تکلم اور استماع مین تفاوت ہے تو اور تو پھر ضعیف ہی ہین مولانا فرماتے ہین ؎

بس غذائے عاشقان آمد سماع	که درو باشد خیال اجتماع

پھر سماع کے متعلق فرمایا کہ یہ سب تدابیر یکسوئی پیدا کرنے کیلئے ہین اور اس کا حاصل کرنا کچھ ضروری نہین

مگراس سے ایک قسم تکمیل ہوتی ہے طاعت کی۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ پھر تو یکسوئی ضروری ہوئی فرمایا خود یہ درجہ ہی تکمیل کا ضروری نہین کیونکہ تکمیل کا ہر درجہ ضروری نہین ہے بس قصد تکمیل کا ہو تو فرض ادا ہو جاتا ہے۔ خواجہ صاحب نے پھر عرض کیا کہ بزرگون کو جو مرتبہ حاصل ہوتا ہے تکمیل سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا غیر بزرگون کو بھی یہ درجہ ملجاتا ہے اسطرح سے جب عزم تکمیل کر لیا تو ثواب ملگیا۔ لوگ ثواب کو ایسا حقیر سمجھتے ہین حالانکہ یہی تو مقصود ہے ثواب کے معنے ہین جزا کے اس مین رضا بھی آگئی اور لقا بھی

(۱۳۷) فرمایا بعض خطون مین لکھا آتا ہے کہ خطرات دفع نہین ہوتے مین لکھدیتا ہون تو اس سے دینی ضرر کیا ہوا بس اس کا کوئی جواب نہین۔

(۱۳۸) فرمایا ایک ندوی فاضل کی خط کتابت چھپ گئی ہے مین نے تو جسے کہتے ہین کلیجہ نکال کے رکھدیا ہے۔ سب اُصول لکھدئے ہین۔ فن کا فن لکھدیا ہے مگر اُنہون نے اسکی قدر ہی نہ کی کیونکہ اصول صحیحہ مین پھیکاپن ہوتا ہے کسیکو مزا نہین آئیگا جیسے مولوی عبدالماجد صاحب ایڈیٹر سچ سے کسی نے پوچھا کہ کچھ "سچ" کے خریدار بھی ہین انہون نے کہا کہ ہان جیسے آجکل سچ کے خریدار ہین وجہ یہ کہ یہ چیزین پھیکی ہین اور لوگ مزا اور رنگ چاہتے ہین دیکھئے حکیم عبدالمجید خان صاحب کے نسخہ پر کسیکو وجد نہین آتا اور داغ کے شعر مین وجد آجاتا ہے۔ مگر یہ وجد بھی صحت ہی کی بدولت ہے تو اصل اس مزے کی بھی وہی نسخہ ہے حکیم صاحب کا۔

(۱۳۹) فرمایا لوگ اس طریق کی حقیقت نہین سمجھے اسی لئے بعض نے تو یہ کہدیا ہے کہ یہ ایک فلسفہ ہے چون نہ دیدند حقیقت رہ افسانہ زدند۔ مگر سچا تصوف واقع مین فلسفہ ہی کے مشابہ ہے۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ سب باتین ٹھوکرین کھانے سے ہی آتی ہین فرمایا نہین تقلید سے آتی ہین اور اب تقلید ہی نہین ایک کمی یہ ہوگئی کہ لوگ تکمیل درجات کے تو طالب ہین تکمیل ثواب کے نہین حالانکہ اصل مقصود یہی ہے ان لوگون نے حقائق مین تحریف کر رکھی ہے چنانچہ مقامات کی تفصیل گھڑ رکھی ہے لاہوت ہاہوت

عہ یعنی غیر اختیاری خطرات و وساوس پر مواخذہ ہی نہین مواخذہ تو قصد و اختیار سے وسوسہ لانے یا اس کے باقی رکھنے پر ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا اور اسی باب مین حدیث شریف مین ہے کہ جو دو رکعت نماز پڑھے لا یحدث فیہا النفسہ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ اس مین لا یحدث فرمایا ہے کہ خود نہ لائے لا تتحدث لنفسہ نہین فرمایا اور تنبہ کے بعد باقی رکھنا بھی خود لانا ہے اور جو بے اختیار کے ہین وہ اس سے خارج ہین ۱۲ جامع

ناسوت جو محض گھڑت ہے۔ پُر شوکت الفاظ جمع کر دئے جاتے ہین صحیح تفسیر کو کوئی حاصل نہین کرتا کیا مقامات کی تفسیر مین کسی نے یہ چیزین لکھی ہین نیز ایک وجہ غلطی کی یہ بھی ہوئی کہ اس طریق کی اصطلاحین دوسرے فنون سے ماخوذ ہین۔ کچھ اصطلاحین کسی فن کی ہین کچھ کسی فن کی۔ لوگ یہ سمجھے کہ یہ سب اصطلاحین مستقلاً اسی فن کی ہونگی اس سے خلط ہوگیا اور محمل بدل دیا ورنہ اگر سب اصطلاحین مستقلاً ایک ہی فن کی ہوتین تو خلط نہ ہوتا جیسے نحو کی اصطلاحین کچھ الگ ہین سب کو معلوم ہین کچھ خلط نہین ہوتا اور اس خلط سے غالباً بزرگون کا مقصود کچھ اخفا بھی ہے جیسا اسی مذاق کو ظاہر بھی کیا ہے کہ ؎

با مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی بگذار تا بمیرد در رنج خود پرستی

مثلاً ایک اصطلاح ہے ہمہ اوست اس حمل مواطاۃ مین معقولیین کی اصطلاح نہین لی جیسا بعض لوگ غلط سمجھ گئے بلکہ عوام کا محاورہ لیلیا ہے اسکی نظیر یہ ہے کہ کسی نے کسی پر ظلم کیا مظلوم نے کلکٹر کے پاس جاکر فریاد کی کلکٹر نے کہا کہ جاؤ پولیس مین رپٹ لکھاؤ ایک وکیل کرو اور ہمارے یہان درخواست گذارو تو وہ کہتا ہے کہ حضور مین کچھ نہین جانتا میرے تو پولیس اور وکیل سب آپ ہی ہین دیکھئے یہ ترجمہ ہے ہمہ اوست کا لوگون نے اسے حمل مواطاۃ سمجھکر اشکال کر دیا۔

(۱۴۰) فرمایا قلت طعام و قلت منام اور جسم کی صحت کا ترک اہتمام بعض کی تحقیق مین شرائط طریق ہین اور ہمارے حضرت کی تحقیق یہ ہے کہ جسم کی صحت بھی ایک نعمت ہے اور خود بدن بھی ایک نعمت ہے ان نعمتون کی بھی قدر کرنا چاہئے خود ارشاد ہے لا تقتلوا انفسکم اور حدیث شریف مین ہے ان لنفسک علیک حقا ان لعینک علیک حقا۔ نیز اب قویٰ کمزور ہین ان ریاضات کے متحمل نہین اور نعمائے حسیہ منافی مقبولیت کے نہین خود ایک حدیث مین ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک غزوہ مکشوف ہوا اہل غزوہ کی شان یہ فرمائی ہے یرکبون البحر ملوک علی الاسرۃ سو وہ شاہانہ شان سے جہاد مین گئے ہین۔ جامی اسکو فرماتے ہین ؎

چو فقر اندر قبائے شاہی آمد بہ تدبیر عبید اللّٰہی آمد

ان حضرات کو کسی خاص شان کا اہتمام نہ تھا کبھی کمبل ہے تو کبھی دوشالہ ان مین نہ کوئی شرط فقر ہے نہ منافی فقر۔ اسکی تائید مین ایک واقعہ بیان فرمایا مولانا رشید احمد صاحب کے ایک شاگرد پیرزادہ ساڈھورہ (ضلع انبالہ پنجاب) مین تھے ان کو کہین سے ایک چوغہ ملا تھا جو بہت پرانا تھا

مولوی صدیق احمد صاحب مولانا کے یہان آرہے تھے اُنہون نے اُسے ایک کپڑے مین سی کردیا کہ مولانا کی خدمت مین پیش کردینا۔ جب حاضر ہوئے اور پیش کیا تو مولانا نے فرمایا کھولو۔ کھولا تو ایک بالشت بھی سالم نہ تھا تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم کا مصداق تھا مولانا نے فرمایا کہ جمعہ کے دن جو ہم جوڑا بدلین گے اسے اسکے ساتھ رکھدو چنانچہ جمعہ کے روز اس چوغہ کو پہنکر خطبہ پڑہا۔

(۱۸۱) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب نے مولانا گنگوہی سے پوچھا تھا کہ مقامات باطنی مین کہان تک پہونچگئے ہو مولانا نے جواب مین لکھا کہ الحمد للہ مدح و ذم میرے لئے دونون یکسان ہوگئے پھر تو حضرت نے بہت خوشی ظاہر فرمائی۔ پھر فرمایا کہ امتحان بھی ہوتا ہے اس طریق مین اور اکابر کا ہوتا ہے اور فرمایا کہ حضرت علم کی وجہ سے مولانا کا اس قدر ادب فرماتے تھے کہ ناواقف لوگ اگر اُس برتاؤ کو دیکھتے تو مولانا کو پیر اور حضرت کو مرید سمجھتے اتنا ادب تھا کہ حضرت نے مولانا سے کبھی پانون نہین دبوائے۔ مولانا محمد قاسم صاحب سے تو گوارا فرمالیتے تھے مگر اُن سے نہین۔

امتحان پر فرمایا کہ حضرت جب تھانہ بھون تھے تو ایک دفعہ مولانا گنگوہی مہمان تھے اور کھانا حضرت کیساتھ ہی کھا رہے تھے۔ مولانا شیخ محمد صاحب تشریف لے آئے پیر بھائی تھے بے تکلف تھے فرمانے لگے آہا آج تو مرید صاحب کے حال پر بڑی نوازش ہورہی ہے کہ ساتھ کھانا کھلایا جارہا ہے۔ باوجودیکہ حضرت مین بیحد انکسار تھا خصوص مولانا کے ساتھ مگر اُسوقت شان مشیخت کا غلبہ ہوا۔ فرمایا ہان واقعی ہے تو میری نوازش ہی ورنہ ان کا تو یہ درجہ تھا کہ ہاتھ پر روٹی رکھتا اور روٹی پر دال اور کہتا کہ جا وہان بیٹھ کر کھا۔ مُنہ سے تو یہ فرمایا اور کنکھیون سے مولانا کی طرف دیکھا کہ کیا اثر ہوا۔ مولانا سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ پر کیا اثر ہوا فرمایا کہ مین اُسوقت سمجھ رہا تھا کہ حضرت نے بڑی رعایت کی مین تو اس قابل بھی نہ تھا۔ اور مولانا بھی حضرت سے اتنے کھلے ہوئے اور اتنے بے تکلف تھے کہ خود حضرت کے پاس سہ دری مین (جس مین اب مین بیٹھتا ہون) ایک صاحب ذکر مین مشغول تھے اور ذوق وشوق کے غلبہ مین اثنائے ذکر مین عاشقانہ اشعار بکثرت پڑھ رہے تھے۔ ہمارے بزرگون نے اثنائے ذکر مین غلبۂ شوق مین ایک دو شعر پڑھے تو مین مگر غلو نہین تھا۔ غرض اُنہون نے جب کثرت سے اشعار پڑھے اور مولانا یہان پنجدرہ مین تھے جہان اب حافظ اعجاز پڑہاتے ہین۔ یہین سے پکار کر فرمایا کہ یہ مشاعرہ ہے یا ذکر۔ پھر فرمایا کہ مین بہت شرمندہ ہوا کہ حضرت کے ہوتے ہوئے مجھے کیا حق تھا مگر وہ بھی حضرت کی معنوی اذن سے تھا۔

(۴۲) ایک صاحب نے خط مین لکھا کہ مین اس حال مین ہون کہ نہ زندہ ہون نہ مُردہ فرمایا اچھا تو ہے موتوا قبل ان تموتوا -

(۴۳) فرمایا مولانا محمد قاسم صاحب امرا کو دال ساگ وغیرہ کھلاتے تھے اور غربا کو گوشت گھی وغیرہ کسی نے سوال کیا کہ اسکی کیا وجہ ہے تو اصلی وجہ تو اور تھی[۵] مزاحًا فرمایا مہمان کو لذیذ کھانا کھلانا چاہئے اور کل جدید لذیذ ان کیلئے یہ جدید ہے اور اُن کیلئے وہ جدید -

(۴۴) ایک صاحب پُرانے ملنے والے آئے البشیر الدین اڈیٹر البشیر جن سے مسلک مین بہت سا اختلاف بھی تھا مگر پھر بھی ان سے خوب بشاشت کیساتھ باتین ہوئین - پھر اس پر فرمایا کہ پہلے زمانہ مین لوگون کی زبان مین ادب نہ تھا مگر دل مین تھا اور اب زبان مین تو ہے دل مین نہین -

جوشش عشق است نے ترک ادب　　　گفتگوئے عاشقان در کار رب

با ادب تر نیست زوکس در نہان　　　بے ادب تر نیست زوکس در جہان

یعنی ظاہر مین بے ادب در جہان کے یہ معنے ہین کیونکہ ظاہر ہے اور باطن مین با ادب اور اب یہ حال ہے کہ ظاہر مین تو ادب ہے مگر باطن مین نہین - دیکھئے ان پُرانے لوگون کی ہی خصوصیت ہے کہ باوجود بہت سے اختلافات کے محبت ہے - وصل صاحب نے عرض کیا کہ ایڈیٹر صاحب آجکل تو نماز وغیرہ بھی خوب پڑھنے لگے ہین تسبیح بھی پڑھتے ہین فرمایا اسوقت یہ خوبیان بھی ہین پُرانی خوبیون کیساتھ لیکن اگر کوئی بُرائی بھی ہو تو وہ ایسی ہے جیسے اگر تل چہرہ پر ہو تو حُسن ہے بشرطیکہ تل ہی تل نہ ہون اسی طرح محاسن کثیرہ کی ساتھ تھوڑا سا نقص بھی کمال کی زینت ہے -

(۴۵) فرمایا مجکو کوئی خادم بنائے تو مین تو بہت زیادہ اور بہت جلد بے تکلف ہو جاتا ہون - تکلف تو میرے اندر ہے ہی نہین مگر لوگ خواہ مخواہ میری فضول تعظیم کرکے درمیان مین ایک حجاب کھڑا کر لیتے ہین -

(۴۶) ایک صاحب نے کسی کی نسبت کہا کہ یہ کچھ تو کرتے ہین - فرمایا جو لوگ کچھ کرتے ہین وہ ان سے تو اچھے ہین جو کچھ بھی نہین کرتے - جیسا ایک شخص روٹی پکاتا ہے وہ پکاتا تو ہے جیسی بھی پکاتا ہے وہ اس سے تو اچھا ہے جو پکاتا ہی نہین محض دوسرے کی پکائی ہوئی مین عیب ہی نکالتا ہے -

---

۵ کہ غربا محبوب ہین اُمرا نہین یہانتک کہ خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا کی ہے اللھم احیني مسکینا وامتني مسکینا واحشرني في زمرة المساکین ۱۲ جامع

(۱۴۷) اپنی سیاست کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا لوگون سے لڑائی تو ہے میری مگر الحمد للہ وہ ناراض نہین ہین۔ شاید کوئی اتفاق ہی سے ناراض ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ مین لڑتا تو ہون مگر اُنکی مصلحت سے لڑتا ہون اپنی مصلحت سے نہین لڑتا اسلئے وہ ناراض نہین ہوتے۔

(۱۴۸) پھر اس ناراضی کیوقت مین بھی ہر قسم کی رعایت ملحوظ رکھنے کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا مینے ایک شخص کو نکالا کسی بات پر وہ مسجد سے باہر جانے لگا تو مین نے کہا کہان جاتا ہے ادھر جا مسجد کے اندر تاکہ ایسی جگہ تو بیٹھے کہ اسکا ارادہ ہو معذرت کرنیکا تو وہ کر سکے اور مین ارادہ کرون تو مین کر سکون۔

(۱۴۹) فرمایا اس مین بھی لطف ہے کہ آدمی مسئلہ مختلف فیہا پر نکیر رہے دنیا مین اس مین بھی نفس کا علاج ہے۔ ایسا نہ ہونے مین نہ معلوم نفس کیا سمجھ جاوے۔

پنجشنبہ ۱۲ ار رجب ۱۳۵۱ھ مسجد خواص مین بعد عصر

(۱۵۰) مصر سے عیادت کا خط آیا تو فرمایا کسی نے قہر ہی کیا کہ قاہرہ مین بھی خبر پہونچادی۔

(۱۵۱) فرمایا مولوی عبد السمیع صاحب میرٹھ مین تھے شاعری مین غالب کے شاگرد تھے جب نائی خط بنانے بیٹھا تو یہ شعر پڑھا۔ شعر انہی کا ہے یا کسی اور کا ہے

حلاق ہر دو دست ترا قطع واجب است ۔۔۔ اصلاح می دہی خط پروردگار را

ان کے یہان مولود شریف کا بہت اہتمام تھا۔ یہ بھی میرٹھ کی اسی ریاست مین تھے جس مین والد صاحب تھے جب مین میرٹھ مین حاضر ہوتا تھا اکثر لوگ وعظ کی فرمائش کیا کرتے تھے مین وعظ مین متعارف مولود شریف کا بھی تذکرہ نکیر کیساتھ کیا کرتا تھا مگر پھر بھی وہ ویسے ہی محبت و شفقت فرماتے تھے۔ ایک بار مولانا محمد قاسم صاحب میرٹھ تشریف لائے تو بعض لوگون نے پوچھا کہ آپ مولود نہین کرتے اور مولوی عبد السمیع صاحب کرتے ہین مولانا نے فرمایا کہ من احب شیئا اکثر ذکرہ معلوم ہوتا ہے اُنکو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت زیادہ ہے دعا کرو مجھے بھی زیادہ ہو جائے۔ مولوی عبد السمیع صاحب خود مجھسے کہتے تھے بھلا

کہ کوئی اچھا کہے کوئی برا ۱۲ احقر چہارشنبہ اار رجب کی مجلس مین حاضر نہ تھا اسعد الابرار مین غالباً یہ مجلس ہوگی مصنف انوار ساطعہ و حمد باری وغیرہ بدعی رسوم کی طرف مائل تھے ۱۲ جامع اس سے انکے فعل کا استحسان مقصود نہین بلکہ حسن ظن کی بنا پر ایک عذر بیان فرمایا کہ غلبہ محبت مین مغلوب الحال ہو کر ایسا کرتے ہین تو وہ معذور ہین ورنہ کثرت ذکر تو یہ ہے کہ ہر وقت ہر مجلس مین اور ہر قول و فعل اور ہر حالت کا ذکر ہو مجلس کے وقت ولادت کے اہتمام کی تخصیص تو یہ بتاتی ہے کہ محض ایک رسم کا درجہ ہے

ورنہ بجز مصاحبہ بزرگ ہر بات مین حضور کا ذکر کرے اور جزو محبت ہے اور محبت کے ہر درجہ ۱۲

یسے شخص سے کوئی کیا نزاع کرے۔ دیکھئے باوجود اختلاف مسلک کے کیسی خصوصیت کی باتین ایک دوسرے کیلئے کرتے تھے ان لوگون کے دل کتنے صاف تھے۔ یہی مولوی عبد السمیع صاحب مولانا گنگوہی کی خدمت مین حاضر ہوئے ایک بارات مین گئے تھے حالانکہ باہم بہت اختلاف رہ چکا تھا۔ مگر مولانا نے پھر بھی خاطر داری کی اور فرمایا شام کو کھانا میری ساتھ کھانا۔ لوگون نے عرض کیا کہ اب تو یہ آئے ہوئے ہین اس مسئلہ مین گفتگو کرلی جائے۔ فرمایا نہین مہمان کی دلشکنی مروت کے خلاف ہے اور دعوت کی کھانا کھلایا۔ ان حضرات کا اختلاف نیک نیتی پر مبنی تھا اور اب تو ایک دوسرے سے نفرت پیدا کراتے ہین جس سے اصلاح کی گنجایش ہی نہین رہتی۔

(۱۵۲) فرمایا مولانا گنگوہی عوام مین سخت مشہور تھے حالانکہ محض غلط تھا اس زمانہ میں ایک مولانا محمد حسین حنفی بھی موجود تھے جو دہلی مین مقیم تھے۔ ان مین تشدد بہت تھا خود ان کے کلام کی بھی معلوم ہوتا ہے مولانا نے انکے متعلق فرمایا تھا کہ مولوی محمد حسین مین تشدد بہت ہے تو جو شخص دوسرے کے تشدد کو پسند نہ کرے وہ خود کیا تشدد کرتا۔ فرمایا محمد حسین نام پر یاد آیا ایک صاحب تھے سُنّی۔ شیعون نے نام پوچھا تو آپنے بتایا امام حسین۔ لوگون کو تعجب ہوا تو آپ کہتے ہین تعجب کی کیا بات ہے یہ ایسا ہی ہے جیسے امام علی۔ جب امام علی نام رکھتے ہو تو امام حسین مین کیا حرج ہے مین تو آخر چھوٹا ہی رہا پھر فرمایا کہ فرق صرف رواج کا ہے جیسے رمضان علی۔ رجب علی کثرت سے رکھتے ہین کسی نے ربیع الاول علی رکھ لیا تھا تو منکر سمجھا جاتا ہے۔ ایک شخص کی کنیت تھی ابو عبداللہ کسی ظریف نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا ابو عبد اللہ السمیع العلیم الذی یمسك السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ تو انہون نے کہا صاحبا بلکہ یا ابا نصف القران۔ پھر فرمایا کہ نامون کے پسند ناپسند مین عادت کو بہت دخل ہے

(۱۵۳) اسی سلسلہ مین فرمایا مولانا سالار بخش صاحب کے نام تاریخی ہوتے تھے چاہے مہمل ہی ہون۔ چنانچہ ایک لڑکی کا نام رکھا تھا حاکیہ زاکیہ لنگری اتم خیرا۔ کسی نے معنے پوچھے تو فرمایا علم کے کیا معنے ہوتے ہین۔ عثمان کے کیا معنے عمر کے کیا معنے۔ فارغ التحصیل تھے مگر دماغ مین ذرا سا خلل ہو گیا تھا۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے انکی دستار بندی کی ہے۔ ان ہی مولانا سالار بخش صاحب نے ایک تاریخی نام نکالا تھا غلام قاسم۔ اس مین چالیس عدد بڑھ گئے تو آپ نے غلام کا میم حذف کر دیا۔

مولانا محمد یعقوب صاحب ذہانت کیساتھ ظریف بھی تھے۔ جب مولانا سالار بخش کا انتقال ہوا تو مولانا
نے سالار بخش کے عدد نکالے تو دو عدد زیادہ ہوتے تھے آپ نے دونون الف حذف فرما دئے اور فرمایا
انہی کے قاعدہ کے موافق تاریخ ہو گئی۔ ایک شخص نے مولانا سالار بخش صاحب سے کہا کہ آپ بدعت
کے اتنے تو مخالف مگر خود آپ کا نام بدعی ہے سالار بخش فرمایا یہ لفظ سالار نہین ہے یہ ہے سال آر
بتلا سال کا لانے والا کون ہے بجز اللہ تعالیٰ کے۔ ایک شخص کا نام تھا قمرالدین لوگ اسے کمرو خمرو
قمرو کہتے تھے مولانا سالار بخش صاحب اس سے خفا ہو گئے تو فرمایا وہ کم رو۔ بھونڈا منہ اور ذرا پڑھے
ہوئے لوگ کہتے ہین خم رو ٹیڑھا منہ اور جو اور زیادہ پڑھے لکھے ہین وہ کہتے ہین قمرو مگر یہ قُم رَو ہے یعنی
اُٹھ اور چلا جا عالم کی مجلس سے۔ یہ مولوی صاحب وعظ بھی کہتے تھے عورتین زیادہ مُرید تھین وعظ
کے اعلان کیلئے نقارہ بجتا تھا اور فرما رکھا تھا کہ ہمارے یہان فرش کا انتظام نہین ہے جو آوے پیڑھی
ساتھ لادے۔ چنانچہ عورتین آتی تھین اور اپنی اپنی پیڑھیان بچھا کر بیٹھتی تھین سُنا ہے کہ انکی مریدنیان
سمجھتی تھین کہ پیشاب پاخانہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اسلئے جہان مغرب کی اذان ہوئی لوٹا لیکر پاخانہ
دوڑی جاتی تھین۔ فرمایا ایک دفعہ ۲۹ رمضان کو چاند نہ ہوا آپ جو سوئے تو خواب مین دیکھا کہ چاند
ہو گیا۔ بس حکم دیدیا کہ نقارہ بجا دو صبح کو عید ہوگی لوگون نے کہا خواب کا کیا اعتبار فرمایا نہین میرا
خواب غلط نہین ہو سکتا۔ سورج نہین نکلا تھا کہ گانون کے لوگ آئے اور شہادت دی فرمایا دیکھو
مین کہتا نہ تھا۔

(۱۵۴) اُسی زمانہ مین ایک صاحب سجادہ تھے شاہ علی احمد سماع سنتے تھے جب مولانا سالار بخش صاحب
کو معلوم ہوتا اُنکے قلعہ پر جا چڑھتے اور وہ ادب سے کچھہ نہ کہتے تھے آخر جب بہت تنگ ہوئے تو انہون نے
نالش کر دی اُنکو عدالت مین بلایا گیا اول انکار کر دیا۔ لوگون نے کہا کہ چلے جاؤ نہین تو پکڑے جاؤ گے
سو گئے مگر شاہ صاحب کو مولانا کے مقابلہ مین کوئی گواہ نہ ملا۔ مدعی نے حاکم سے کہا اچھا یہ قسم کھالین فرمایا
مجکو عرضی دعویٰ سناؤ۔ عرضی دعویٰ سنایا گیا اُس مین یہ عبارت تھی کہ دو سَو آدمی لیکر مجھہ پر چڑھ آئے۔
آپنے قسم کھالی کہ بالکل غلط ہے دعویٰ خارج ہو گیا۔ لوگون نے باہر آکر پوچھا کہ قسم کیسے کھالی فرمایا مین نے
بالکل سچ کہا۔ کیا بہ گدھا تھا کہ مین اسپر چڑھا تھا یہ تو معاملات تھے مگر شاہ صاحب کا پہلے انتقال ہو گیا تھا
مولانا صاحب ان کی قبر پر جاتے اور روتے اور فرماتے افسوس میرا قدردان جاتا رہا۔

اسی سلسلہ مین فرمایا یہ مولوی صاحب ایک دفعہ شرح جامی پڑھا رہے تھے کسی مقام پر مولانا جامی پر ایک اعتراض کیا۔ رات کو خواب مین دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہین اور مولانا جامی بھی حاضر ہین۔ مولانا جامی نے ان کے اعتراض کی شکایت کی۔ حضور نے فرمایا دونون ہمارے سامنے تقریر کرو ہم فیصلہ کرینگے دونون نے تقریر کی تو حضور نے مولانا جامی کی تقریر کی تصویب فرمائی تو یہ کیا عرض کرتے ہین حضور ذرا سوچ کر فرمایئے حضور نے فرمایا تم تو مجنون ہو بس صبح کو اُٹھے تو مجنون تھے مگر مجنون بھی کسکے حضور کے ؎

ما اگر قلاش و گر دیوانہ ایم　　　مست آن ساقی و آن پیمانہ ایم

اسی سلسلہ مین فرمایا مولانا شہید رحکی اُس زمانہ مین شُہرت تھی ذہانت کی بھی اور علم کی بھی۔ مولانا سالار بخش صاحب نے فرمایا کہ میرے سامنے آئین تو ایک منٹ مین بند کر دون۔ اتفاق سے مولانا کا تشریف لانا ہوگیا۔ ملنے آئے تو گھر مین چھپ گئے۔ جب تشریف لیگئے تو لوگون نے کہا مولانا آپ گھر مین کیون چھپ گئے تھے فرمایا ذہین لڑکا ہے میرا علم اُڑا لیتا تو دنیا کو تنگ کر دیتا۔

(۱۵۵) اسی سلسلہ مین فرمایا سہارنپور مین ایک عالم تھے مولانا سعادت علی صاحب وہ ان مولوی صاحب سے ملنے آئے تو نام پوچھا اُنہون نے عرض کیا سعادت علی فرمایا کون سا کام کیا ہے سعادت کا اُنہون نے مزاح مین عرض کیا حضرت ایک بیوہ کا تو نکاح پڑھکر آرہا ہون فرمایا ہان تو واقعی سعادت ہے۔

(۱۵۶) اسی سلسلہ مین فرمایا نماز مین جو قرآن شریف پڑھتے تو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پڑھتے تھے۔ ایک دن تھانہ بھون مین اسی طرح پڑھ رہے تھے چند لڑکے ہنس کے نیت توڑ کے بھاگ گئے۔ سلام پھیر کر فرمایا یہ کون تھے حرامی تھے، لاؤ ان کو پکڑ کر۔ لوگون نے یہ سمجھکر کہ نہ معلوم کیا کرین۔ عرض کیا کہ وہ تو جلال آباد کے تھے اور وہان چلے گئے۔ فرمایا اچھا مجکو وہان لے چلو۔ لوگون نے عرض کیا حضرت اُنہون نے توبہ کر لی ہے فرمایا اچھا۔

(۱۵۷) اسی سلسلہ مین ایک عالم جو سہارنپور مین سرشتہ دار تھے ملنے آئے پوچھا کون ہو عرض کیا سرشتہ دار فرمایا سرشتہ داری انگریزون کی نوکری۔ ایک شخص نے چپکے سے عرض کیا حضرت یہ عالم بھی ہین فرمایا اچھا تم عالم ہو اُنہون نے خوش طبعی سے عرض کیا جی ہان فرمایا اچھا کچھ پوچھون کہا کہ پوچھو فرمایا بتاؤ کہ مرُوا کیا ہے اُنہون نے عرض کیا کیا عالم کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ فی الفور جواب دے فرمایا

نہین تو۔ عرض کیا کل جواب دونگا۔ پھر عدالت مین گانوُن والون سے پوچھا تو اُنہون نے کہاکہ کھیتی کاٹ کر جو جڑین چھوڑ دیتے ہین اسکو مڑوا کہتے ہین۔ دوسرے دن اُنہون نے آکر عرض کیا فرمایا ہان کسی سے پوچھ لیا ہوگا۔ اُنہون نے کہا پوچھنے مین کیا حرج ہے علم تو اسی سے بڑھتا ہے۔ پھر انہون نے عرض کیا اچھا میں کچھ پوچھون۔ فرمایا پوچھو۔ عرض کیا کہ بتائے تاک دِنا دِن دِنا اسکے کیا معنے۔ فرمایا یہ تو ڈومون ہی والی کہی اُنہون نے عرض کیا اور آپنے رانگھڑون (راجپوتون) والی کہی تھی مولانا نے فرمایا بلا سے پھر بھی رانگھڑ جحمان ہین اور نائی ڈوم کمین اُنہون نے عرض کیا کہ رانگھڑ تو چور ہوتے ہین فرمایا اللہ کی سُون (قسم) ہم تو چور نہین وہ لاحول پڑھکر اُٹھ کر چلے گئے۔ فرمایا انکے بھائی کا اور ایک بنئے کا مقدمہ چل رہا تھا بنئے نے ان کو گواہی مین طلب کرادیا۔ آپ حاکم کی طرف سے پشت پھیر کر کھڑے ہوئے اور فرمایا بھائی کا فر برا نہ ماننے مین نہ کافر کا منہ دیکھون نہ دکھاؤن ہون۔ تجھے منہ سے کیا آواز تو سُن ہی لیگا پوچھ کیا پوچھے۔ اسنے پوچھا کہ اس مقدمہ مین تم کیا جانتے ہو بیان کرد۔ فرمایا میرا بھائی جھوٹا ہے بنیا سچا۔ حاکم نے کہا بس جاؤ۔ پھر لوگون سے کہا کہ بزرگون کو تکلیف نہین دیا کرتے۔ فرمایا جب راستہ مین چلتے اور کوئی کہتا کہ کیچڑ ہے تو پوچھتے تو کون ہے ہندو یا مسلمان اگر کہنے والا ہندو ہوتا تو اُسی راستہ کو چلتے اور فرماتے ہندو کافر کی مخالفت کرنا چاہئے۔

(۱۵۸) فرمایا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے اُنکو ایک خط لکھا ہے۔ انہوں نے سماع پر بہت سخت مضمون لکھا تھا۔ قاضی صاحب نے برخوردار محمد سالار کر کے لکھا ہے اور اس مین اتنی سختی سے منع کیا ہے مگر وہ انکو سنوا پانی پتیا کہا کرتے تھے پھر فرمایا کیسے کیسے لوگ گذرے ہین اللہ اللہ۔ فرمایا ان کا خاندان اب بھی موجود ہے۔ بہت بھولے بھالے لوگ ہین یہ انبیٹہ کے تھے۔

(۱۵۹) فرمایا ڈپٹی علی سجاد صاحب کے والد سے منقول ہے اُنہون نے میرے متعلق کہا تھا کہ نثر مین بھی شاعری کرتا ہے۔

(۱۶۰) فرمایا مولانا گنگوہی نے ایک بیرنگ خط واپس کردیا۔ ڈاکخانہ مین ہندو کلرک تھا کہنے لگا اتنے تو منی آرڈر آتے ہین ایک چار پیسے کیواسطے خط واپس کردیا۔ فرمایا یہ حال ہے ذہنیت کا۔

(۱۶۱) فرمایا ایک شخص نے پوچھا کہ تمہارا کیا خیال ہے نجدیون کے متعلق۔ مین نے لکھدیا کہ میرا یہ خیال ہے کہ وہ نجدی ہین وجدی نہین اور ضرورت اسکی ہے۔ اگر ایسے ہوجائین تو ہم آنیوالون سے اس طرح پوچھا کرین

باز گو از نجد و از یاران نجد   تا در و دیوار را آری بوجد

لوگ ان کا جنید و شبلی سے موازنہ کرتے ہین حالانکہ امان اللہ اور رضا شاہ وغیرہ سے موازنہ کرنا چاہیے
(۱۶۲) فرمایا مین نے جو ایک کتاب لکھی ہے التشرف حافظ جلیل احمد علیگڈھی جب حج کو گئے تھے وہ کتاب ساتھ لیگئے تھے۔ سلطان کے یہان پیش کی تو چونکہ وہ کتاب عربی عبارت مین ہے خود دیکھی اور دیکھکر فرمایا ھذا یوافقنا مگر کہنا تو یون چاہیے تھا نحن نوافقہ خیر بہت خوش ہوئے اور نام پتہ وغیرہ پوچھا انھون نے سب عرض کر دیا۔
(۱۶۳) فرمایا مین نے مسائل تصوف کی ایک فہرست لکھوائی ہے عنوانات التصوف اس مین تصوف کے ان مسائل کی فہرست ہے جو قرآن و حدیث سے ماخوذ ہین دو ہزار مسائل تو وہ ہین جو سرسری نظر سے مجھے قرآن و حدیث سے ملگئے اور غور کرنے سے اور بھی نکل سکتے ہین اس سے معلوم ہوجائیگا کہ اس فن کو مخترع اور محدث کہنا ظلم ہے اور جہان کسی مسئلہ مین غلطی ہو رہی تھی اس غلطی پر بھی اطلاع دیگئی ہے۔
(۱۶۴) فرمایا امرت سر کے ایک غیر مقلد صاحب نے مجکو لکھا کہ تم نے شر القرون کے صوفیہ کی اپنی کتابون مین حمایت کی ہے۔ مین نے جواب دیا کہ کیا شر القرون مین سب ہی شر ہین۔ پھر یہ صاحب تھانہ بھون بھی آئے تھے اور آنے سے پہلے صاف یہ لکھدیا کہ جانچ کرنے آتا ہون۔ مگر یہان انہی کی جانچ ہوگئی اسطرح سے کہ ان کے بیٹھے ہوئے ایک صاحب نے پوچھا کہ مجھپر قوت شہوانیہ کا غلبہ ہے اور نکاح کی وسعت نہین تو وہ بزرگ مجھ سے پہلے ہی فوراً بول اوٹھے کہ روزے رکھو اور حدیث پڑھ دی ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء۔ اُس نے کہا کہ روزے بھی رکھے مگر کچھ نہین ہوا بس وہ تو ختم ہوگئے۔ دخل در معقولات کے بجائے دخل در منقولات کیا تھا مگر ان کی قابلیت تو ختم ہوگئی۔ مین نے اُس شخص سے کہا کہ روایت مین یہ لفظ ہے فعلیہ بالصوم۔ علی لزوم کے لئے ہے پھر لزوم یا اعتقادی ہے یا عملی اور ظاہر ہے کہ علاج مین اعتقادی مراد نہین ہوسکتا تو لزوم عملی مراد ہوا اور لزوم عملی تکرار سے ہوتا ہے اسلئے حدیث کا مدلول یہ ہے کہ کثرت سے مسلسل رکھو اُسکی کثرت سے قوت بہیمیہ منکسر ہوگی چنانچہ رمضان مین اول اول ضعف نہین ہوتا حالانکہ صوم کا تحقق ہوا بلکہ اخیر مین ہوتا ہے کیونکہ کثرت کا تحقق ہوا۔ اور راز اس مین یہ ہے کہ ضعف نفس صوم سے نہین ہوتا

بلکہ کہانے کا جو وقت معتاد ہے بدلا جاتا ہے دوسرے وقت مین کہانا ویسے جز و بدن نہین ہوتا اسلئے ضعف ہوتا ہے پس مدار ضعف کا مخالفت عادت ہے اور یہی راز ہے صوم دھر کی ممانعت مین۔ کیونکہ جب وہی عادت ہو جائیگی تو قوت بہیمیہ مین ضعف نہ ہوگا۔ بعض اہل طریق نے فرمایا ہے کہ جس نے رات کو پیٹ بھر کر کھایا تو اس نے روزے کی روح کو نہین پہچانا۔ مین نے اس کا جواب دیا ہے کہ ضعف مخالفت عادت سے ہوتا ہے یعنی مثلاً سحری مین خوب کھالیا لیکن عادت کے وقت یاد آیا اور کہانے کو ملا نہین تو اس سے ضعف ہوا۔ اور اگر کم کھانا روزے کی روح ہوتی تو حدیث شریف مین صاف ممانعت ہوتی پیٹ بھر کر کھانے کی بلکہ ایک حدیث مین تو روزہ افطار کرانیکی فضیلت مین یہ لفظ ہیں۔ من اشبع صائماً اگر شبع مذموم ہوتا تو اشباع جو اس کا سبب ہے ضرور مذموم ہوتا۔ تب ان مولانا کی آنکھین کھلین اور معلوم ہوا کہ پڑھنا اور ہے اور جاننا اور۔ اسپر فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ایک پڑھنا ہے ایک گننا تو گننے کی کوشش کرنا چاہئے اور گننے کی مثال مین ایک حکایت فرمائی ایک شخص ہدایہ کے حافظ تھے اُن سے کسی غیر حافظ ہدایہ کی گفتگو ہوئی۔ غیر حافظ نے وہ مسئلہ ہدایہ مین بتایا حافظ نے کہا کہ ہدایہ مین نہین۔ اسنے کہا ہدایہ مین ہے لاؤ۔ ہدایہ آیا تو اُس نے دکھایا کہ دیکھو یہ مسئلہ اس مقام سے مستنبط ہوتا ہے یہ دیکھ کر وہ رونے لگے کہ بھائی پڑھا تو ہمنے مگر سمجھا تم نے۔ بس بعض لوگون کی سطحی نظر ہوتی ہے گہری نہین ہوتی۔

چہارشنبہ ۱۸ رجب ۱۳۵۷ھ مسجد خواص مین بعد عصر

(۱۶۵) فرمایا ایک صاحب نے لکھا تھا آنے کو۔ مین نے لکھا شرائط بھی معلوم ہین۔ تصانیف مین سے چھانٹ کر کچھ شرطین لکھی ہین تو مین نے لکھا ہے کہ اگر ان شرائط کے اجتماع پر بھی مزعومہ فائدہ نہ ہوا۔ دیکھئے کیا جواب آتا ہے پھر فرمایا کہ پہلے سے ایسی تحقیقین اسواسطے کیجاتی ہین تاکہ بعد مین رقم اور وقت صرف ہونیکا قلق نہ ہو چنانچہ ایک صاحب نے جو بلا تحقیق یہان آگئے مجھپر تنقید کی تھی کہ ایک تو لطائف کی تعلیم نہین دیتا دوسرے کپڑا اچھا پہنتا ہے۔ مین نے کہا کہ کسی لنگوٹی بند سے مُرید ہو جاؤ جو کپڑا ہی نہ پہنے اور لطائف کا جواب یہ ہے کہ جب تم خود محقق ہو تو مجھ سے رجوع کی کیا ضرورت ہے۔ لوگ کچھ کچھ خیال لیکر آتے ہین

ف جمعہ ۱۳ رجب کو احقر مجلس مین حاضر نہ تھا اور شنبہ ۱۴ رجب کو کانپور کا سفر ہوا وہان مولوی ابرارالحق نے ملفوظات ضبط کئے ۱۷ رجب سہ شنبہ کو واپسی ہوئی اس روز بھی احقر شریک مجلس نہیں ہوا ۱۲ جامع۔

وہ پورا نہین ہوتا تو پھر اُنکو افسوس ہوتا ہے مین اس افسوس سے بچاتا ہون - بعض لوگ اسپر لکھتے ہین کہ اگر کچھہ فائدہ نہ ہوا تب بھی قلق نہ ہوگا تو ایسے لوگون کو بلا لیتا ہون مجھے بھائیون سے خدا نکرے نفرت کب ہے - مین تو ان حضرات کو صلحا سمجھتا ہون اور جب صلحا سمجھتا ہون تو اُنکی اتنی تکلیف بھی گوارا نہین -

(۱۶۶) ایک منی آرڈر واپس ہوا تو ایک صاحب نے دریافت کیا کہ اگر اسکو اپنی غلطی معلوم ہو جائے تو اسکی اصلاح کرلے فرمایا کہ واپسی کی وجہ یہ ہے کہ انکو مجھسے کوئی خصوصیت نہین ہے اور یہ خصوصیت شرط ہے قبول ہدیہ کی اب تو ہدیہ ایک مالگذاری کی طرح ہوگیا باقی واپس کرنیکی وجہ مین برابر لکھدیتا ہون تو انکو اپنی غلطی معلوم ہو جاتی ہے - ایک صاحب نے واپسی پر کچھ تعجب کیا تو فرمایا تعجب تو ہر شخص سے لیلینے پر ہونا چاہئے نہ کہ نہ لینے پر کیونکہ لینے کیلئے کچھ شرطین بھی ہین تو شرطون کے انتفا پر لے لینا عقلاً یہ تعجب کی بات ہے -

(۱۶۷) ایک صاحب نے دستی خط دیا اور جواب کیلئے ڈاک کا لفافہ اس مین رکھدیا تھا تاکہ مولانا کی آزادی مین فرق نہ پڑے جب چاہین جواب لکھدین اس کا جواب اُسیوقت لکھکر دستی ہی دیدیا اور فرمایا کہ مین تو کوشش اسکی کرتا ہون کہ لوگون کے پیسے بچ جائین مگر آزادی رہے اس وقت جواب تیار ہوگیا دیدیا اور اگر جواب سوچنا پڑتا تو دوسرے وقت لکھکر ڈاک سے بھیجدیتا -

(۱۶۸) لکھنؤ سے واپسی کی تاریخ کی اطلاع مولوی شبیر علی صاحب کو نہین دی اسکی وجہ مین فرمایا وہ اپنا کرایہ خود دیتے ہین مجھسے نہین لیتے - تکلف کرتے ہین نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ جو مجھے آرام انسے ملتا اب نہین ملیگا -

(۱۶۹) فرمایا تھانہ بھون مین قبرستان کیلئے جب زمین خریدی تو بعض مالکون نے قیمت لینے سے انکار کیا مین نے کہا اب تو لیلو پھر ہدیہ کردینا اور مجھے اختیار رہیگا چاہے لون یا نہ لون اُنہون نے قیمت لیلی پھر بعض نے ہدیہ بھی دیا اور زمین آگئی - غرض بے تکلفی بڑے آرام کی چیز ہے - پھر فرمایا جب اللہ تعالی نے مجھے دیا ہے تو مین بے موقع کیون لون اور دوسرون کی یہ تکلیف کیون گوارا کرون - نیز وہان مولوی شبیر علی کے بہت سے مشاغل ہین تجارت زمینداری اہتمام مدرسہ - مین پسند نہین کرتا کہ اپنی وجہ سے کسی کا حرج کرون -

(۱۷۰) فرمایا محققین کے نزدیک یہ خصلت کہ دوسرے کا کوئی احسان نہ لے ایک شعبہ ہے بخل کا -

امام شافعیؒ فرماتے ہین کہ جو دوسرون کے یہان کھانا کھانے مین دریغ کرے تو سمجھ لو خود کھلانے مین بھی دریغ کریگا - اسی طرح جب مین اورون کو تکلیف دینا نہین چاہتا تو خیال کیجئے کہ خود بھی یہ نہین چاہتا کہ مجھے تکلیف دیجائے اسی لئے مین نے اسے بخل سے تعبیر کیا ہے گو یہ معصیت نہین ہے کیونکہ ہر بخل منہی عنہ نہین ہے صرف بخل شرعی قبیح ہے اور یہ بخل محض لغوی ہے - ہان ایسی خدمت کیلئے اپنے کو آمادہ پاتا ہون جس مین مجھے زائد تکلیف نہ ہو سو تھوڑی سی تو اُٹھالیتا ہون زیادہ نہین - بس جی یہ چاہتا ہے کہ نہ اپنے سے کسیکو تکلیف ہو نہ دوسرون سے اپنے کو یہ میرا طبعی و فطری مذاق ہے -

(۱۷۱) فرمایا افریقہ سے ایک خط آیا تھا تحریکات کے متعلق کچھ پوچھا تھا مین نے عذر لکھدیا تھا تو جواب مین گالیان آئین آج بھی ایک خط ایسے ہی سوالات کا آیا ہے تو مین نے اُن گالیون کو یاد کرکے سوچا کہ جواب ایسا لکھون کہ نہ سائل کی مرضی کے موافق جواب ہو اور نہ گالیان پڑین سو مین نے لکھا ہے کہ یہ سوال تنقیحات متعددہ کا محتاج ہے جسکے لئے تحریر کافی نہین کسی محقق عالم سے زبانی حل کرلو -

(۱۷۲) ایک صاحب نے دریافت کیا کہ ڈاک تو زیادہ ملنے والون ہی کی ہوگی فرمایا نہین زیادہ اجانب کی ہی ہے اور کسے کسے یاد رکھون جسے یاد رکھنا فرض ہے وہی یاد نہین رہتا -

(۱۷۳) فرمایا ایک صاحب نے لکھا ہے کہ آپنے مجھے بدتمیز لکھا ہے اور بزرگ تو ایسے نہین لکھتے تو گویا بزرگون کے خلاف کیا یہ مجھپر اعتراض کیا ہے، فرمایا ایسون سے مجھے تکلیف نہین ہوتی جو اعتقاد نہ رکھکر اعتراض کرین اُنسے اور امید ہی کیا تھی تکلیف تو اُن سے ہوتی ہے جو دعوٰی تو محبت کا کرین اور پھر ستا ئین -

(۱۷۴) فرمایا مین نے گھر مین کہہ رکھا ہے کہ جسوقت مین آؤن آتے ہی کوئی قصہ بکھیڑے کا لیکر نہ بیٹھا کرو - جب مین بات چیت کرنے لگون اور مزاج مین بشاشت دیکھو تب کہا کرو کیونکہ نہ معلوم باہر سے کس حال مین آیا ہون - آدمی گھر مین آتا ہے دل بہلانے غم گھٹانے تم یہ دیکھ لیا کرو کہ اس وقت طبیعت پر کیا اثر ہے ایسا نہ ہو کہ اور غم بڑھا دو گھر مین آنیکی زیادہ غرض یہی ہے ورنہ اور شدید ضرورت ہی کیا ہے -

(۱۷۵) فرمایا ایک صاحب بے تکلف تھے کہنے لگے تم تو نفس پرور ہو مین نے کہا یہ تو صغرٰی ہوا اور کبرٰی کیا ہے - کیا ہر نفس پروری معصیت ہے -

(۱۷۶) فرمایا جب نیا عقد کیا تو بڑا شور و غل ہوا لوگون نے بہت کچھ کہا۔ بڑے گھر مین بہت اثر تھا عورتین اُن کے پاس اس طرح آتی تھین جیسے تعزیت کیلئے آیا کرتی ہین۔ خیر اس پر تو مین نے کچھ نہین کہا۔ پھر بعضی عورتون نے یہ کیا کہ یہان بھی آتین وہان بھی جاتین اور یہان کی وہان کہتین اور وہان کی یہان۔ مین نے قریب قریب ساری برادری کی ایسی عورتون کو جمع کرکے کہا کہ دونون گھر جانے کی اجازت نہین جو یہان آئین وہان نہ جائین جو وہان جائین یہان نہ آئین۔ لوگون نے اعتراض بھی کیا کہ برادری پر حکومت کرتے ہو مگر کیا کرین دفع شر کیواسطے ضرورت تھی۔

(۱۷۷) مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے بعض طلبہ کی شورش کے ذکر پر فرمایا کہ شاگرد محبت کرتے ہین تو استادون کو بھی محبت ہو جاتی ہے اور یہ تو پھر آدمی ہین کُتا بھی راستہ مین ساتھ ہو لیتا ہے تو اس سے ایک گونہ محبت ہو جاتی ہے مر جاتا ہے تو رنج ہوتا ہے۔

(۱۷۸) اسیر ایک بزرگ کی حکایت فرمائی جو رامپور کے رہنے والے تھے قاری صاحب مشہور تھے۔ قرآن مجید اچھا پڑھتے تھے۔ انہون نے حج کا ارادہ کیا۔ اُسوقت کُل سوا روپیہ پاس تھا۔ ایک روپیہ کے چنے بھنوائے اور چار آنہ کا گاڑھا لیکر تھیلہ بنایا اور اس مین چنے بھر لئے اور پیادہ چل کھڑے ہوئے منزل پر کسی نے کھانا دیدیا کھالیا ورنہ چنون پر گذر کرلیا۔ آگرہ کے راستہ سے گئے کسی جگہ سے ایک کُتا ساتھ ہولیا اور آگرہ آکر مر گیا انکو گوارا نہ ہوا کہ ساتھی کو ویسے ہی چھوڑ کر چلے جائین اسے دفن کیا جب بمبئی پہونچے تو جہاز کے ٹکٹ کی ضرورت تھی مگر پیسہ نہ تھا توکلا علی اللہ جہاز پر گئے اور کپتان سے کہا کہ مین چاہتا ہون کوئی نوکری ملجائے اُسنے دیکھا نورانی شکل ہے جواب دیا کہ آپ کے لائق کوئی نوکری نہین۔ اُنہون نے کہا کہ لایق نالایق کا سوال نہین کوئی ہو نوکری ہو۔ کپتان نے کہا ایک بھنگی کی جگہ خالی ہے۔ یہ اس کیلئے بھی تیار ہوگئے تو اُس نے سمجھا انہین خلل دماغ ہے اُس نے عاجز کرنے کو کہا بھنگی کے متعلق ایک اور کام بھی ہے اسباب اٹھانے کا یہ اسکے لئے بھی تیار ہوگئے تو اُس نے ایک بڑا سا بورا دکھلایا کہ اسکو اٹھاؤ وہ انکی طاقت سے بہت زیادہ تھا۔ یہ پتلے دُبلے آدمی تھے وہ بہت وزنی تھا۔ اُنہون نے دعا کی کہ یا اللہ یہانتک تو مین آگیا ہون اب آگے آپ مدد فرمائیے۔ اسیر ایک حکایت نقل کی کہ مولوی شبیر احمد صاحب نے بیان کیا کہ ایک بزرگ جیل مین تھے جب جمعہ کا وقت آتا غسل کرکے کپڑے بدل کر خوشبو لگا کر پھاٹک تک جاتے اور کہتے کہ فاسعوا الی ذکر اللہ

کا امتثال یہان تک تو میرے بس مین تھا آگے نہین ہے۔ غرض انہون نے دعا کی اور بسم اللہ کہکر سر سے اوپر اُٹھا لیا تو اُس نے کہا شاباش۔ اور آن کا نام لکھ لیا۔ دیکھئے عشق بھی عجب چیز ہے کہان ایک ولی اور کہان یہ کام مولانا فرماتے ہین ۔

عشق آمد لا ابالی فاتقوا　　این چنین شیخے گدائے کو بکو

پھر آثار عشق کے سلسلہ مین بطور جملہ معترضہ کے ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ ہمارے مجمع مین ایک بزرگ منشی محمد یوسف صاحب خورجہ کے رہنے والے اپنے بزرگون پر جان دینے والے کسی بزرگ کا نام نہین سُن سکتے تھے سنتے ہی چلانے لگتے اور گر پڑتے مگر نماز مین کچھ نہین ہوتا تھا۔ تھانہ بھون بھی آتے تھے مین نے منع کر دیا تھا۔ پھر وہان آواز نہین نکلی جو کچھ تھا دل ہی مین رہتا تھا۔ پس ظاہر مین خاموش باطن مین پُر جوش بقول نواب شیفتہ ؎

تو اے افسردہ دل زاہد یکے در بزم رندان شو　　کہ بینی خندہ بر لبہا و آتش پارہ در دلہا

فرمایا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت تھی جب نماز پڑھتے تھے ایک آگ سی سینہ مین ہوتی تھی اور ایسی آواز آتی تھی جیسا حدیث مین ہے لہ ازیز کازیز المرجل۔ مین نے جب اول اول انکا جوش خروش دیکھا تو حضرت گنگوہی کو مینے لکھا (یہ حضرت سے بیعت تھے) کہ اگر ان کی یہی حالت رہی تو کسی دن مر جائینگے۔ جواب مین فرمایا کہ اگر ایسا ہوا تو شہادت کبری ہوگی۔ اور یہ جب گنگوہ آتے تو مولانا دیکھتے ہی فرماتے وہ آئے کان پھوڑنے والے اور یہ مولانا کو دیکھتے ہی گر پڑتے تھے۔ انکو کشف قبور اور ویسے بھی کشف بہت ہوتا تھا اور بہولے لوگون کو کشف بہت ہوتا ہے ایسا کم ہوا ہے کہ عقل کامل اور کشف دونون باتین جمع ہوئی ہون۔ یہ منشی صاحب ایک بار لوہاری میانجی صاحب کا حجرہ دیکھنے گئے پھر یہ شوق ہوا کہ حضرت میانجی صاحب کو جسنے دیکھا ہو اُسے دیکھون۔ معلوم ہوا کہ ایک بڈھا پُرانا حلوائی ہے ہندو جس نے میانجی صاحب سے کچھ پڑھا بھی ہے۔ یہ اسے دیکھنے گئے۔ یہ عشق کے کرشمے ہین کہ اُسکے غلبہ مین باز ارگئے اور ہندو سے ملے اسپر وہ شعر یاد آتا ہے ؎

عشق را نازم کہ یوسف را بہ بازار آورد　　ہمچو صنعا زاہدے را زیر زنار آورد

پھر اُس حلوائی سے پوچھا تو نے میانجی صاحب کو دیکھا ہے اور آپ سے کچھ پڑھا بھی ہے اُس نے کہا ہان پھر پوچھا تجکو کبھی مارا بھی ہے اُسنے کہا ہان۔ پوچھا کہان مارا ہے اُس نے کہا گردن پر انہون نے کہا

مجھے اجازت دے کہ مین اُس جگہ بوسہ دون اُس ہندو نے تھوک لگنے کو بھی گوارا کر لیا اور اجازت دیدی انہون نے خوب بوسے دئے۔ عشق کا بھی کوئی قانون نہین ہے۔ اسکے بعد پھر اصل قصہ کی طرف عَود فرمایا یعنی جب کپتان نے ان کا نام لکھ لیا تو ان سے بوجھ تو کبھی نہین اٹھوایا۔ بوجھ اُٹھوانے کا تو ایک بہانہ تھا۔ نوکری کے فرائض مین داخل نہ تھا۔ غرض اُنہون نے اپنا کام شروع کر دیا باقی اوقات مین اپنے معمولات ادا فرماتے۔ چنانچہ رات کو اُٹھتے تہجد پڑھتے اور اس مین قرآن شریف پڑھتے۔ ایک روز کپتان نے دیکھا اُس نے قرآن شریف کبھی سنا نہ تھا اب سنا تو ایسے شخص سے سنا جو بے نظیر پڑھتے تھے بیحد دلکشی ہوئی اور پوچھا تم کیا پڑھا کرتے ہو۔ اُنہون نے کہا قرآن شریف۔ اُس نے کہا بہت اچھی چیز ہے ہمین بھی پڑھا دو۔ فرمایا اسکے پڑھنے کیلئے پاک ہونا شرط ہے۔ اُس نے کہا مین تو روزانہ غسل کرتا ہون پاک رہتا ہون انھون نے فرمایا یہ پاکی مُراد نہین دل کی پاکی کی ضرورت ہے اُس نے پوچھا وہ کیسے پاک ہو فرمایا ایک کلمہ ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اسکے پڑھنے سے دل پاک ہوتا ہے اُس نے کلمہ پڑھ لیا۔ اور پڑھتا پھرتا تھا۔ جہاز کے دوسرے انگریزون نے کہا کہ تم مسلمان ہو گئے۔ کپتان نے کہا کہ نہین مین مسلمان نہین ہوا۔ اُسکو اب تک یہ خبر نہ تھی کہ اس کلمہ سے مسلمان ہوتا ہے اسکے رفیقون نے کہا اس سے مسلمان ہو جاتا ہے۔ یہ قاری صاحب کے پاس گیا اور کہا کیا مین مسلمان ہو گیا۔ انھون نے کہا تم تو اُسی روز مسلمان ہو گئے تھے اول تو حیرت زدہ سا ہوا اور اسکے بعد سب سے کہدیا کہ ہان مین مسلمان ہون۔ اسکی بیوی کو انگریزون نے خبر دی کہ وہ تو مسلمان ہو گیا ہے اُس نے اُس سے پوچھا اُس نے کہا ہان مین مسلمان ہو گیا ہون۔ تمہین ساتھ رہنا ہے تو مسلمان ہو کر رہو نہین تو کچھ تعلق نہین مگر وہ مسلمان نہین ہوئی۔ اُس نے دین کی محبت مین بیوی کی بھی پروا نہین کی اور نوکری بھی چھوڑ دی اور قاری صاحب کی ساتھ حج کو چلا گیا اور ان کا خادم بنکر عمر گذار دی۔ ان ہی قاری صاحب کے دو واقعے اسی سفر کے اور ہین ایک شروع سفر کا دوسرا ختم سفر کا۔ پہلا واقعہ یہ ہے کہ جب جہاز پر کپتان سے ان کی گفتگو ہو رہی تھی وہان دو آدمی ایسے ہی بے خرچ اور تھے اور حج کے متمنی تھے۔ قاری صاحب کو معلوم ہوا تو کپتان سے کہا کہ ان کے لئے بھی کوئی اور جگہ ہے۔ اس نے کہا ہان ایسی جگہ ہین۔ اُن لوگون نے کہا کہ ہم تو یہ گندہ کام نہین کرینگے۔ قاری صاحب نے کہا تمہارا کام بھی مین ہی کرونگا تم نام لکھوا لو چنانچہ ان کا نام بھی لکھا گیا اور تین آدمیون کا کام تنہا قاری صاحب کرتے تھے دیکھئے

یہ ہے محبت باقی جب آثار نہ ہون تو محض دعوی تو اسکا مصداق ہے ؎

وجائزۃ دعوی المحبۃ فی الھوی ولکن لا یخفی کلام المنافق

باقی ایک بڑا مقام ان بزرگون کا یہ ہے کہ اس اخلاص کامل پر بھی اپنے نفس کیساتھ اُن کو بدگمانی ہے چنانچہ امام بخاری نے اپنی صحیح مین ایک تابعیؒ کا قول ذکر کیا ہے ادرکت سبعین بدریا کلھم یخافون النفاق علی نفسہ۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ جب یہ قاری صاحب حج سے واپس آئے تو آگرہ ہی کے راستہ سے آئے جس سے گئے تھے جی چاہا کہ اپنے رفیق سفر کا نشان بھی دیکھتے جائین اس کتے کی ڈھیر پر پھونچے دیکھا تو وہان ایک عالی شان مقبرہ بنا ہوا ہے۔ مجاور بیٹھتا ہے۔ مٹھائیان چڑھتی ہین۔ انہون نے پوچھا بھئی یہ کسکی قبر ہے۔ مجاور نے کہا ایک بزرگ کی ہے نام پوچھا تو کہا نام معلوم نہین ہے انہون نے لوگون سے کہا کہ یہ قبر کسی بزرگ کی نہین ایک کتے کی قبر ہے۔ لوگ انکے قتل کے درپے ہوگئے کہ بزرگ کو کتا کہتا ہے انہون نے کہا کہ میان قتل کرنا تو اختیار مین ہے جب چاہے کر دینا مگر اسے کھود کر تو دیکھ لو اگر کتا ہوا تو مجھے زندہ چھوڑ دینا ورنہ قتل کر دینا۔ اس پر لوگون نے کہا کہ یہ وہابی ہے قبر کھودواتا ہے مگر ان مین بعضے بوڑھے آدمی بھی تھے وہ بولے کہ ٹھیک تو کہتے ہین اگر یہ قبر آدمی کی نکلی تو انکو قتل کر ڈالنا۔ غرض قبر کھودی گئی دیکھا تو کتا ہے۔ پھر تو اس مجاور کی بہت پٹائی ہوئی اور قاری صاحب کی بہت قدر و منزلت ہوئی۔

(۱۷۹) اس مصنوعی قبر پر فرمایا کہ ایک جگہ ایک مزار ایک بزرگ کی چارپائی کا ہے گو بنانے والے نے اسپر چارپائی کی تصویر بھی بنا دی ہے کہ سبکو معلوم ہو جائے مگر جو چارپائے ہین وہ وہان بھی جاتے ہین اور قبور اصلیہ کا سا معاملہ کرتے ہین۔ پھر ان بزرگون کے تذکرہ کے بعد فرمایا کہ اولیاء اللہ کے تذکرہ مین ایسا ہوش نہین رہتا۔ مین ڈاک ؎ لکھنا بھی بھول گیا۔

پنجشنبہ ۱۹ رجب ۱۳۵۷ھ بعد عصر مسجد خواص مین

(۱۸۰) ایک ذاکر کو کچھ جنون کا سا اثر ہو گیا تھا ان کے تذکرہ پر فرمایا کہ ہونیوالی بات تو ہوتی ہی ہے مگر اکثر یہ دیکھا ہے کہ اس طریق مین خود رائی کرنے والے کا انجام جنون ہوتا ہے کہ خود ہی کھانا کم کر دیا خود ہی سونا کم کر دیا۔ ان کی رائے بھی خاص خاص مسائل مین ایسی ہی تھی۔ مجھ سے ان کا بچپن

؎ اکثر عصر کے بعد ڈاک آجاتی تھی اسیوقت سب کا جواب بھی تحریر فرماتے تھے اور حاضرین سے باتین اور خاص دینی خدمات بھی!

سے تعلق ہے۔ مین دیکھ رہا ہون ویسے بہت نیک ہین مگر مجھے ان کی طرف سے ہمیشہ انقباض ہی رہا بشاشت کبھی نہین ہوئی۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ کیا نیکی اور خودرائی جمع بھی ہوجاتی ہین فرمایا ہان نیکی کے ساتھ خودرائی جمع ہونیکی یہ صورت ہے کہ نیکی غیر کامل ہو یعنی صرف نماز روزہ وغیرہ تو کر لیتے ہون مگر اخلاق کا اہتمام کافی نہ ہو۔ ان ہی صاحب کے متعلق فرمایا کہ ایک گفتگو ان کی مجھے یاد ہے۔ لوگون کا مذاق مختلف ہو بعض یہ چاہتے ہین کہ مجمع ہو۔ ان کا مذاق بھی یہی ہے۔ مین نے کہا تھا کہ اصلی مذاق یہ نہ ہونا چاہئے تو یہ صاحب اس مذاق کی تائید مین کہنے لگے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے واصبر نفسك مع الذین یدعون ربھم بالغدوۃ والعشی۔ اس سے اختلاط کا اصل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ مین نے کہا اگر یہ مذاق اصلی ہوتا تو واصبر نہ فرماتے۔ لفظ صبر خود بتلا رہا ہے کہ اصلی مذاق یہ ہونا چاہئے کہ سب سے وحشت ہو سوائے اللہ میان کے۔ غرض یہ صاحب اس قسم کا مذاق رکھتے تھے۔

(۱۸۱) فرمایا خلق کے ہجوم پر (جسکا ذکر اوپر کے ملفوظ مین ہے) یاد آیا ایک مولوی صاحب جواب تو نوعمر نہین ہین مگر میرے اعتبار سے تو نوعمر ہی ہین وہ بغرض تربیت میرے پاس رہنے کیلئے آئے تھے ان بچارون نے ایک بار خود ہی اقرار کیا کہ میرا جی یہ چاہتا ہے کہ میرے اردگرد لوگ ہون مجمع ہو وغیرہ وغیرہ اور چونکہ خوش تقریر تھے ان کے ملنے والون نے تحریکات کے زمانہ مین یہان سے لیجانا چاہا کہ مجالس مین شرکت اور تقریر کیا کرین۔ اُنہون نے مجھ سے پوچھا مین نے کہا اختیار ہے۔ غرض یہان سے چلے گئے اور مجالس کی شرکت کرنے لگے۔ لوگ ان کے ہاتھ چومنے لگے بس دماغ بدل گیا اور اصلاح ناتمام رہگئی بقول مولانا رومیؒ ؎

او چو بیند خلق را سرمست خویش	از تکبر می رود از دست خویش

بڑے ہونے سے پہلے تو چھوٹے ہونیکی ضرورت ہے بقول حافظ شیرازی ؎

اے بے خبر بکوش کہ صاحب خبر شوی	تا راہ بین نباشی کے راہبر شوی
در مکتب حقائق پیش ادیب عشق	ہان اے پسر بکوش کہ روزی پدر شوی

پھر فرمایا کہ یہ عوام کا ہجوم بہت ہی سم قاتل ہے اللہ اپنی حفاظت مین رکھے۔ بعض بزرگون نے جو ملامتی طریقہ اختیار کیا ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ ہجوم عوام سے بچے رہین پھر فرمایا کہ یہ ملامتی اصطلاح

اس معنے مین تو ہے نہین دوسری اصطلاح منقول ہے جسکی اصل یہ ہے کہ عوام کے ہجوم و عقیدت سے محفوظ رہنے کیلئے بعض اکابر اپنے اعمال کو چھپاتے تھے اصطلاح مین ملامتی اسکو کہتے ہین۔ اب لوگون مین یہ مشہور ہوگیا کہ خلاف شرع کام کرنے کو کہتے ہین۔ یہ غلط ہے۔ اہل طریق خلاف شرع کبھی نہین کرتے ہان لوگون کی نظر مین خلاف شرع ظاہر ہون تو اور بات ہے۔ بہر حال اعمال کے اخفا یا مُوہم خلاف شرع کے اظہار کی اصل وجہ یہ تھی کہ عام لوگ معتقد نہ ہون مگر محققین کی رائے یہ ہے کہ مقتدا کو اسکی اجازت نہین کہ دوسرون کو ضرر ہے اور اسکے متعلق ایک بات مولانا گنگوہیؒ عجیب فرماتے تھے کہ اب تو اگر کوئی ملامتی بننا چاہے تو پڑھنے پڑھانے مین اور اتباع شریعت مین مشغول رہے کیونکہ لوگ ایسون کو یہ سمجھتے ہین کہ یہ تو مُلّا ہین انہین تصوف کیا آتا ہے۔

(۱۸۲) فرمایا آجکل تو یہ حال ہے کہ ایک مدعی پیر جو اب مر گئے یہ کہتے تھے جسے سبحان اللہ الحمد للہ پڑھنا ہو وہ مولانا گنگوہی کے یہان جائے اور جسے درویشی سیکھنا ہو وہ یہان آئے یہ حالت ہے جہل کی۔ ان ہی پیر کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ انکے ایک مُرید تھے ڈپٹی کلکٹر جو بعد مین ان سے پھر گئے تھے مگر جس زمانہ کا قصہ مین بیان کرتا ہون اس وقت وہ معتقد تھے ان کی مدح مین خود مجھسے کہتے تھے کہ مین ایک بار انکی خدمت مین حاضر ہوا (اور ان کا لباس اسوقت ثقہ لباس تھا) تو فرمایا تم حاکم ہو اور ایسے لباس مین رہتے ہو اس طرح رہنے سے ہیبت نہین ہوتی جسکی حاکم کو ضرورت ہے۔ اور خادم کو حکم دیا کہ ہمارا کوٹ لاؤ اور حجام کو بلاؤ۔ حجام سے انکی داڑھی منڈوادی یا ترشوادی اور کوٹ پتلون پہننے کا حکم دیا۔ پھر ایک مدت کے بعد اُن کے معتقد نہین رہے تو مجھ سے رجوع کیا تو مین نے ایک یہ بھی شرط لگائی کہ شیخ سابق کو بُرا بھلا نہ کہنا۔ راہ پر تو انہون نے ہی لگایا ہے۔ پھر انہون نے انکی تعلیمات نقل کین تو معلوم ہوا کہ طریق سے بالکل ہی اناڑی ہین۔ نیز باقاعدہ کسی سے انکو تعلیم و تلقین کی اجازت بھی حاصل نہین تھی۔ انکو ان کے باپ کے مریدون نے پیر بنایا تھا کہ جمع ہو کر پگڑی لپیٹ دی کوئی پیر کا خلیفہ ہوتا ہے یہ مریدون کے خلیفہ تھے۔ ان کی نسبت لوگ کہتے تھے کہ انہون نے بہت روز تک اناج نہین کھایا۔ لوگ آجکل اسکو بھی کمال سمجھتے ہین بس کوئی امتیاز ہونا چاہیے خواہ اُس کا طریق سے تعلق بھی نہ ہو۔ فرمایا میرے ایک دوست تھے ان سے کسی معتقد نے ان ہی پیر کا حال

بیان کیا کہ وہ غذا نہین کھاتے صرف ذرا سا ناشتہ کر لیتے ہین جس مین اتنی بالائی اور اتنے بادام اور اتنی کشمش وغیرہ وغیرہ ہوتا ہے اور کچھ بھی نہین وہ کہنے لگے کہ اگر اتنی چیزین مجھے روز دیدیا کرو مین تو عمر بھر بھی روٹی کا نام نہ لون۔ بس یہ پیر صاحب گیہون نہ کھاتے تھے شاید اس خیال سے کہ گیہون کھانے سے آدم علیہ السلام جنت سے نکلے ہین مگر اب تو گیہون کھانا جنت مین جانے کا ذریعہ ہے^{ﻟﻪ} اسوقت نکلنے کا ذریعہ تھا کوئی گیہون مین خاصیت تھوڑا ہی ہے خاصیت تو اوامر و نواہی مین ہے۔ اگر کوئی کریم دعوت کرے اور سب کھانے ہون تو میزبان کا مہمان پر حق ہے کہ سب کھائے ہان بیمار ہو تو جو چیز اُسے مُضر ہو وہ نہ کھائے اور وہ بھی طبیب کے اتباع سے۔ ایسے ہی طریق مین ہے کہ جو بیمار ہو اُسے پرہیز بتایا جاتا ہے اور یہ سب^{ﻟﻪ} مباحات حق تعالیٰ کی دعوت کا خوان ہے۔

اسی سلسلہ مین فرمایا کہ مجھ سے حکیم صاحب نے (جو لکھنؤ مین معالج تھے) پوچھا کہ کیا کیا چیزین مرغوب ہین۔ مین نے کہا کہ ہر مضر چیز مرغوب ہے تو فرمانے لگے کہ ہفتہ مین ایک دو دفعہ ضرور کھا لیا کرو امتحان بھی ہو جائیگا قوت کا۔ مین یہ فن تو نہین جانتا مگر قواعد سے انکے کمال کا معتقد ہو گیا کہ حد کے اندر مباحات کی اجازت دی پرہیز مین غلو نہین کیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا۔

پھر فرمایا کہ پرہیز پر یاد آیا حکیم عبد^{ﻟﻪ} المجید خان صاحب اکثر مریض سے پوچھا کرتے تھے کیا کیا کھاتے ہو اور وہ جو کچھ بتاتا اس مین ضروری اصلاح فرما دیتے۔

(۱۸۳) فرمایا ہمارے حاجی صاحب نے وساوس کا ایک عجیب علاج تجویز فرمایا کہ اگر بکثرت واقع ہون اور دفع نہ ہون تو اس مراقبہ مین مصروف ہو جاؤ کہ اللہ اکبر حق تعالیٰ نے قلب بھی کیا عجیب چیز بنائی ہے کہ اس مین دریا کی سی موجین اُٹھتی ہین اور کسی طرح نہین رکتین تو اس طرح سے وساوس صنع الٰہی کے مشاہدہ کا آلہ بن جاوینگے جو ایک باطنی طاعت ہے۔

(۱۸۴) فرمایا حضرت مولانا گنگوہی نے ایک صاحب کو ذکر بالجہر بتایا اُنھون نے عرض کیا کہ اسمین تو ریا ہوگی فرمایا جی ہان

ﻟﻪ ارشاد ہے کلوا من طیبات ما رزقناکم جان کی حفاظت فرض ہے۔ فرض کی ادائیگی دخول جنت کا ذریعہ اور گیہون بھی منجملہ ماکولات طیبہ مباحہ کے ہے جو قوام بدن بنتا ہے اسلئے یہ بھی دخول جنت کا ذریعہ ہے ۱۲ ج ﻟﻪ خلق لکم ما فی الارض جمیعا اور لام نفع کیلئے ہے اللہ اللہ یہ میزبانی ہے اور مضرات کو حرام فرما دیا ۱۲ ج ﻟﻪ دھلی والے جو حضرت کے طب مین استاد بھی تھے نفیسی کے چند سبق پڑھے تھے ۱۲ ج

اس مین ریا ہوگی - اور اگر چپکے چپکے ذکر کی ہیئت بنا کر بیٹھو گے تو کیا لوگ یہ نہ سمجھین گے کہ معلوم نہین کہ عرش کی سیر کر رہے ہین یا کرسی کی تو یہ ریا نہ ہوگی -

(۱۸۵) فرمایا ایک صاحب نے حضرت مولانا گنگوہی سے عرض کیا کہ ذکر مین نیند بہت آتی ہے حضرت نے علاج ارشاد فرمایا کہ ایسے وقت مین حدیث مین ہے فلیرقد یعنی جب نیند آجائے سو جاؤ پھر اپنی طرف سے افادہ فرمایا کہ میری سمجھ مین تو یہ بات آئی ہے کہ ذکر جہر مین جو ریا کا شبہ ہوتا ہے یہ بھی نفس کا بہانہ ہے کہ ذکر جہر کرنے مین اگر کسی دن آنکھ نہ کھلی تو اہل محلہ پر قلعی کھل جائیگی اسلئے آہستہ آہستہ ہی کرنا چاہئے تاکہ کسیکو پتہ ہی نہ لگے سب معتقد رہین نفس کے ان بہانون کو شیخ ہی خوب سمجھتا ہے -

(۱۸۶) فرمایا - ہمارے حضرت کی خدمت مین ایک نقشبندی آئے اُنکو قبض ہو گیا تھا - حضرت سے عرض کیا فرمایا ذکر جہر کرو کہنے لگے میرے شیخ نے نہین بتایا - فرمایا تو انکے پاس جاؤ میرے پاس کیون آئے ہو - پھر انھون نے ذکر جہر کیا تو قبض جاتا رہا -

(۱۸۷) فرمایا مولوی صادق الیقین صاحب کو قبض ہوا انہون نے مجھے لکھا اور لکھا کہ مین نے ذکر بھی بڑہا دیا ہے مگر فائدہ نہین ہوا - مین نے لکھا کہ بڑہانے سے ہی زیادہ قبض ہوا ہے - بالکل چھوڑ دو سیر تفریح کرو دوستون سے ملو لذیذ چیزین کھاؤ اس سے بس قبض جاتا رہا - راز یہ تھا کہ کثرت مجاہدات سے طبیعت ملول ہو گئی تھی اسباب تفریح سے نشاط پیدا ہو گیا - پھر فرمایا کہ مین کجا اور ایسی دقیق تدبیر کجا مگر جب حق تعالی کسیکو کوئی خدمت سپرد کرتے ہین اُس کا فہم بھی دیدیتے ہین اُن ہی کی دستگیری سے سب باتین سمجھ مین آجاتی ہین کوئی اپنے علم و فہم پر ناز نہ کرے اپنے علوم کو اپنا کمال نہ سمجھے ورنہ جو اہل افادہ ہین وہ افادہ ترک کر کے دیکھ لین کہ سب سلب ہو جاویگا - بس یہ علوم مکسوبہ نہین موہوبہ ہین جبتک القاء کرتے ہین تلقی ہوتی رہتی ہے اور اگر ناز کرین سب بند ہو جائے -

(۱۸۸) فرمایا نقشبندیہ چشتیہ وغیرہ سب نام ہین اور حقیقت سب کی ایک ہے یعنی اولئك حزب اللہ الا ان حزب اللہ هم المفلحون - نیز نقشبندیون کا مذاق چشتی ہوتا ہے اور بعض چشتیون کا نقشبندی - یہ تقسیم ایسی ہی ہے جیسے وجعلنا کم شعوبا وقبائل لتعارفوا مگر اب تو ان قیود کو ہی مقصود بالذات سمجھنے لگے ہین -

(۱۸۹) فرمایا حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے کہ ایک قادری اور ایک چشتی لڑتے آئے تھے چشتی صاحب حضرت خواجہ معین الدینؒ کو حضرت غوث اعظم پر اس طرح ترجیح دیتے تھے کہ اُنکی تنقیص ہوتی تھی اور قادری بالعکس۔ حضرت نے فرمایا کہ میاں ایک قادریوں کے باپ ہین اور دوسرے چچا اور چشتیوں کے بالعکس سو باپ کبھی گوارا نہین کریگا کہ کوئی اپنے چچا کی اہانت کرے کہ اُسکا بھائی ہے ان فضولیات کو چھوڑو اور کام مین لگو ورنہ خود باپ بھی ناراض ہو جائیگا۔ قادری اس تفضیل مین قدمی علی رقاب کل اولیاء اللہ سے اور اسکے صدور کے وقت حضرت خواجہ صاحب کے گردن جھکا دینے سے استدلال کرتا تھا۔ حضرت نے فرمایا اس سے تو حضرت خواجہ صاحب کی تفضیل پر بھی استدلال ہو سکتا ہے اس طرح کہ ان کی عبدیت بڑھی ہوئی تھی۔

(۱۹۰) فرمایا حضرت حاجی صاحب کے ایک معتقد جو اصل مین حضرت حافظ ضامن صاحب کے مرید تھے اور بہت نیک بزرگ تھے حضرت کی خدمت مین بیٹھے تھے اُنکو وسوسہ ہوا کہ معلوم نہین اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت کا بڑا درجہ ہے یا حافظ صاحب کا حضرت نے فوراً فرمایا تمہاری خدمت کیو اسطے تو سب کافی ہین جیسے ایک بڑا استاوہ ہو اور ایک چھوٹا تو تمہار اگھڑا بھرنیکے واسطے وہ بھی کافی ہے اور یہ بھی پھر ایسے فضول خیالات مین کیون پڑا جائے اور حضرت ایسے موقع پر اکثر یہ بھی فرمایا کرتے تھے ؎

پیش اہل دل نگہ دارید دل   تا نہ باشید از گمان بد خجل

اسی سلسلہ مین فرمایا اہل ظاہر کے سامنے تو وضع قطع درست کر لینے کی ضرورت ہے اور ان حضرات کے سامنے دل درست کرنیکی ضرورت ہے۔ ان کا لقب جواسیس القلوب ہے۔ اسپر ایک مسئلہ یاد آیا کہ قصداً قلب کا تجسس حرام ہے اور یہ مشائخ کیلئے بھی حرام ہے البتہ جسکو بلا قصد انکشاف ہو جائے اُس پر ملامت نہین مگر اُسکو بھی چاہئے کہ اپنے دل کو اس طرف سے ہٹائے تو یہ حضرات قصداً تجسس نہین کرتے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ جسکو انکشاف نہ ہوتا ہو وہ اقرب الی السنۃ ہے کیونکہ وہ خطرہ سے بعید ہے۔ پھر فرمایا لوگ اس انکشاف ہی کو زیادہ کمال سمجھتے ہین جسکا حاصل یہ ہوا کہ شیخ کو جغجور ہونا چاہئے اور ایسا انکشاف اکثر تو محض ظنی ہوتا ہے۔ اور اگر ظنی بھی نہ ہو تب بھی شرعاً حجت نہین۔

(۱۹۱) سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ایک صاحب حج کرنے گئے وہان جا کر شافعی ہو گئے۔ میرے

پاس اسکی اطلاع کا خط آیا۔ مین نے لکھا کہ یہان نہ شافعی عالم ہین اور نہ تمہارے پاس انکی پوری کتابین ہین اگر کوئی نیا مسئلہ پیش آئیگا تو پوچھو گے کس سے اُن سے اسکا جواب نہ بن پڑا تو حنفی ہو گئے مین نے بھی اسی نیت سے لکھا تھا۔

(۱۹۲) ایک مدرسہ کے طلبہ کی شورش کا حال سنکر فرمایا کہ مدرسہ والے بھی بہت ڈھیلے ہین سب کو نکال باہر کرین۔ مدرسہ والون کا سب کا یہی حال ہوتا ہے۔ جب مین ایک مدرسہ مین تھا تو مجھے بھی کچھ کچھ خیال ہوتا تھا کہ چندہ بند ہو جائیگا اور چندہ ہوتا ہے تکثیر سواد سے۔ لیکن تکثیر سواد خود مقصود ہی نہین مقصود تو یہ ہے کہ آدمی کام کے پیدا ہون اور جو کام نہ کرین انکو نکال باہر کرنا چاہئے اگر کم ہو جائینگے ہو جائین ورنہ یہ ترقی ایسی ہو گی جیسے مردہ مر کر پھول جاتا ہے کہ ترقی تو ہوئی مگر کس کام کی ہمارے اکابر کے زمانہ مین بڑے بڑے مدرسون مین ساٹھ ستر طلبہ سے زیادہ نہ ہوتے تھے مگر اُن مین سے ایسے ایسے نکلتے تھے کہ جنید وقت ہوتے تھے۔ سادگی اتنی تھی کہ اگر کسی کتاب کی غلطی درست کرنی ہوتی تھی تو قلم دوات نہین ملتا تھا بس دفتر سے مانگ کر بناتی تھے اور اب تو ہر حجرہ کے سامنے سائیکل نظر آتی ہے اور کتابین طاق مین سجی رکھی رہتی ہین اور کئی کئی طرح کے قلم روشنائی مُہیا رہتی ہے مگر کام کیلئے نہین بلکہ یہ بھی ایک فیشن ہو گیا ہے۔

اسی سلسلہ مین فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی کے زمانہ مین اہل شہر کی طرف سے مدرسہ دیوبند مین ایک ممبر بڑھانیکے لئے درخواست کرنے مین فتنہ کھڑا ہو گیا مگر مولانا یہی فرماتے رہے کہ انمین اہلیت نہین ہے غیر اہل کو ممبر بنانا جائز نہین۔ مین نے عرض کیا کیا حرج ہے ایک ممبر بڑھا دیجئے فتنہ دب جائیگا اور ضرر کچھ ہے نہین کیونکہ فیصلہ کثرت رائے سے ہوتا ہے اور کثرت آپکے خدام کی ہے اور نہ بڑھانے مین فتنہ بڑھنے سے اندیشہ ہے کہ مدرسہ ٹوٹ جائے۔ فرمایا اگر مدرسہ ٹوٹ گیا تو اسکے ٹوٹنے کے وہ ذمہ دار ہونگے اور اگر ہمنے نااہل کو بنایا تو ہم گنہگار اور ذمہ دار ہونگے اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہوگا سو ہمکو مدرسہ مقصود نہین رضائے حق مقصود ہے۔

اسی سلسلہ مین فرمایا کہ حضرت گنگوہیؒ نے زمانہ شورش مین حضرات مدرسہ کو ایک رائے تحریر فرمائی تھی کہ مدرسین مہتمم کے کام مین دخل نہ دین اپنا کام کئے جائین مگر اب تو طالب علم مہتمم کے کامون مین دخل دیتا ہے یہ حریت ہے لوگون کا مذاق ہی بگڑ گیا ہے اور ایسا بگڑا ہے کہ شور و شر کو حیات

سمجھتے ہین اور سکون کو موت یعنی وہ زندہ ہی کیا ہوا جو حرکت نہ کرے اور حرکت بھی کرے تو ایسی ان کے نزدیک جسطرح سکون منافی ہے حیات کے اسی طرح حرکت مستقیمہ بھی۔ بس حرکت غیر مستقیمہ کو حیات سمجھتے ہین۔

(۱۹۳) فرمایا آجکل ایک نیا رنگ یہ ہوا ہے کہ ایک صاحب نے اپنے نام کیساتھ لکھا ہو اشرفی مین مواخذہ کرون گا۔ اسی طرح تو تحزب ہو گیا ہے۔ پھر اسکی تفصیل فرمائی کہ ایک تو وہ نسبت ہو کہ اسکا بدعت وغیرہ سے مقابلہ ہو یعنی کسی اہل حق کی طرف منسوب کیا جاوے جس سے اہل حق کی جماعت مین ہونا ظاہر ہو جانے مثلاً سنی یا مثلاً اسوقت اعمال ظاہرہ و باطنہ مین بہت سی جماعتین اہل بدعت کی پیدا ہو گئی ہین اُن سے امتیاز کے لئے حنفی یا حسینی یا امدادی کہا جائے مضائقہ نہین باقی خود ایک ہی سلسلہ کے شعوب مین تمائز کہلا تفرق ہے جیسے محمودی خلیلی اشرفی وغیرہا۔ اور جہان یہ ضرورت نہ ہو محض فضول ہے یہ کیا ہے کوئی لکھتا ہے محمودی کوئی خلیلی وغیرہ۔ ان حضرات کو تو اپنا نام ہونا بھی پسند نہ تھا۔

(۱۹۴) مسلمانون کی سراسیمگی کے تذکرہ پر فرمایا کوئی تدبیر بدون نظم کے مفید نہین ہوتی بس نظم کا اہتمام کرنا چاہئے۔

(۱۹۵) فرمایا ایک صاحب نے مجکو خط مین اپنی کسی درخواست کی تقویت کیلئے حدیثین لکھین ہین مین نے جواب مین لکھا ہے کہ کیا مین ان حدیثون سے جاہل ہون یا جانکر عمل نہین کرتا۔ دونون صورتون مین مجھ سے تعلق مضر ہے کیونکہ پہلی صورت مین تو جاہل ہوا۔ اور دوسری صورت مین بدعمل اور دونون تعلق کے قابل نہین۔ لوگ اپنی علمی لیاقت جتاتے ہین۔ اب انجان آدمی تو یہ کہے گا کہ حدیثون سے چڑ گیا (نعوذ باللہ) معترض تو اسی عنوان سے تعبیر کرے گا۔ دیکھئے یہ لوگ ایک تو علم کا دعوی کر رہے ہین۔ دوسرے مخاطب کو مجبور کر رہے ہین کہ ضرور درخواست منظور کرو ورنہ ان حدیثون کے خلاف ہو گا۔ اگر یہ قصد بھی نہ ہو گا تو ایہام تو ضرور ہے سو ایہام سے بھی بچنا چاہئے۔ پھر فرمایا بعض لوگون کا خیال ہے کہ ایسے دقیق ادب کے قواعد بعد کے لوگون نے بنالئے ہین متقدمین مین نہ تھے حالانکہ خود سلف سے اسکے اشباہ منقول ہین۔ چنانچہ کسی نے امام ابو حنیفہ رح سے پوچھا کہ علقمہ افضل ہین یا اسود آپنے فرمایا ہمارا تو منہ بھی اس قابل نہین کہ ہم ان حضرات کا نام بھی لین پھر تفضیل کیسی۔

(۱۹۶) فرمایا ایک صاحب کا خط آیا کہ مین نے ایک رسالہ لکھا ہے اسپر نظر اصلاح کردو۔ مین نے جواب لکھا کہ مجھے تو فرصت نہین اور دوسرون سے بلا معاوضہ کام نہین لیتا اگر معاوضہ دوگے تو کسی سے کام کرادونگا۔ اُنہون نے لکھا کہ بہت دین فروشی کر چکے ہو اب تو نہ کرو۔ پھر فرمایا ایسے لوگون سے رنج نہین ہوتا ہے۔ رنج تو ہوتا ہے خلاف توقع سے سو ان سے توقع ہی کیا تھی اور جب کسی سے توقع ہی نہ رکھی جائے تو رنج ہی نہین ہوگا۔ ؎

جب توقع ہی اُٹھ گئی غالب   کیوں کسی کا گلا کرے کوئی

پھر فرمایا بلکہ اس مین بھی اللہ تعالیٰ کی ایک حکمت ہے کہ عجب کا علاج ہو جاتا ہے۔ جیسے بخار مین گولی ملجائے کُنین کی تو بہت ہی اچھا ہے اور یہان تو (نعمت) کونین کی ہے۔ غرض ایسے اعتراضون سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ہم ایسے ہین جیسے کوئی اختلافی مسئلہ اگر ایک معتقد ہے تو ایک غیر معتقد اور یہ اللہ ہی کو معلوم ہے کہ صواب کسکی رائے ہے تو اس تردد سے عُجب کا تو علاج ہو جاتا ہے۔

(۱۹۷) کچھ عورتون کے تذکرہ کے بعد فرمایا کہ ہمارے مامون صاحب فرماتے تھے کہ دو چیزین بہت قابل رعایت ہین ایک عورتین اور ایک مسجد کہ انکی رعایت کو کوئی اپنے ذمہ نہین سمجھتا۔

سہ شنبہ ۲۱ رجب ۱۳۵۷ھ بعد عصر مسجد خواص مین

(۱۹۸) کانپور مین ڈاکٹر عبدالصمد صاحب نے انجکشن کی ایک دوا پیش کی تھی اور قوت کے لئے اُسکے استعمال کا مشورہ دیا تھا۔ اور ڈاکٹر صاحب نے حضرت سے یہ بھی عرض کیا کہ اس مین کچھ جانورون کے اجزا ہین۔ فرمایا وہان تو ذبح ہی نہین ہوتا ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ حلال جانورون کے ہین فرمایا وہان تو حلال کو بھی حرام کر دیتے ہین۔ ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ ضرورت مین تو جائز ہوگا۔ فرمایا ضرورت اس درجہ کی نہین ہے پھر اس مین مفصل گفتگو لکھنؤ مین ڈاکٹر عبدالعلی صاحب سے ہوئی جسکا نتیجہ وہی رہا جو اوپر مذکور ہوا غرض اُس کا استعمال نہین کیا گیا۔

(۱۹۹) ایک صاحب نے بنگال سے لکھا کہ لکھنؤ آنیکی اجازت چاہتا ہون اور اگر وہان حضرت نہ ملے تو جہان تشریف رکھتے ہون وہان کی اجازت چاہتا ہون۔ جواب ارقام فرمایا اسوقت تھانہ بھون جا رہا ہون اجازت لینے کا وہان خط لکھو پھر فرمایا کہ وہان کی ساری مصلحتون پر یہان بیٹھے ہوئے کیسے نظر ہو سکتی ہے اسلئے یہان سے تھانہ بھون جانے نہ جانے کے متعلق کچھ نہین لکھا۔

ف یکشنبہ ۲۰ رجب کو احقر حاضر مجلس نہ ہو سکا ۱۲

(۲۰۰) فرمایا بھائی[ؒ] نے مجکو مشورہ دیا تھا کہ سکنڈ مین سفر کیا کرو اس مین آرام ملتا ہے اور وہ خود بھی اُس مین سفر کیا کرتے تھے۔ اور مین کم سے کم درجہ یعنی تیسرے درجہ مین سفر کرتا ہون مگر وہ جب پنشن لیکر آئے تو خود بھی تیسرے درجہ مین سفر کرنے لگے۔ ایک دفعہ مین نے پوچھا کہ اس مین تو آرام نہ ملتا ہوگا کہنے لگے کہ راحت اسی مین زیادہ ہے اسکی وجہ مین یہ کہا کرتا ہون کہ تیسرے مین تو وہ لوگ زیادہ ہوتے ہین جو ہماری رعایت کرتے ہین اور بڑے درجون مین وہ لوگ زیادہ ہوتے ہین جنکی رعایت ہم کو کرنا پڑتی ہے دوسرے یہان آزادی ہوتی ہے جیسے چاہو لیٹو بیٹھو اور وہ بھی آزاد کہ جس طرح چاہین رہین۔ بڑے درجون مین تو اکثر فرعون بنے بیٹھے رہتے ہین۔ اسی سلسلہ مین فرمایا کہ ایک دفعہ راندیر سے آتے ہوئے وہان کے لوگون نے سکنڈ کا ٹکٹ لے دیا جب پہونچانے والے سب لوگ اُتر گئے تو مین نے ایک رفیق سفر کو تو وہان بھیجدیا اور خود تیسرے مین بیٹھا وہ صاحب کہتے تھے کہ مجھے بڑی ضیق ہوئی کہ بالکل تنہا سفر کر رہا تھا اور ناجنس کی معیت بھی حکماً تنہائی ہی ہے بلکہ اُس سے بھی زیادہ موحش۔ اسی سلسلہ مین فرمایا بڑے بڑے لوگ نواب وغیرہ صاحبون نے بھی مجکو جب بُلایا ہے تو مین تیسرے ہی درجہ مین گیا ہون کہ پرایا مال کیا حرام کا ہے کہ اسکو ضائع کرون چنانچہ نواب صاحب ڈھاکہ کو وہان پہونچکر جب اسکی اطلاع دی کہ آپکی رقم ابھی بچی ہوئی ہے تو انکو بڑا تعجب ہوا۔ مین نے حساب کی اطلاع کردی۔ پھر جب مین واپس آگیا تو اس مین بیس[۲۰] روپیہ بچ گئے تھے مین نے انکو اسکی بھی اطلاع کردی کہ اس قدر رقم بچ گئی ہے مگر اورون کیلئے تو یہ معمول رہا کہ انکو تو واپس کردیتا ہون لیکن اس مین نواب صاحب کی اہانت ہوتی تھی اسلئے انکو لکھدیا کہ مسجد کے وضوخانہ مین سائبان کی ضرورت تھی آپ کی طرف سے سائبان مین یہ بیس[۲۰] روپیہ لگادئے اور مجھے یہ خشک زہد اچھا معلوم نہین ہوتا کہ سبکو ایک لکڑی سے ہانکا جائے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا اس مین سب حقوق آگئے۔ اب لوگ افراط و تفریط کرتے ہین۔ افراط تو یہ ہوتا ہے تو سب کے واپس کئے جاتے ہین۔ تفریط یہ ہوتی ہے تو سب کی رقم کا بچا ہوا رکھ لیا جاتا ہے اللہ کا شکر ہے کہ اس نے توسّط کی توفیق بخشی ہے کہ معمول اصلی تو واپسی کا ہے مگر واپسی جن کے شان کے خلاف ہے ان کا خود نہ رکھا جائے بلکہ کسی مصرف خیر مین صرف کر کے اطلاع دیدی جائے۔

(۲۰۱) ایک صاحب نے عرض کیا کہ آجکل مساوات کا بہت چرچا ہے فرمایا نبوت سے بڑھکر تو کوئی درجہ

[ؒ] مولوی شبیر علی صاحب کے والد ماجد جناب منشی محمد اکبر علی صاحب مرحوم ۱۲ ج

مقبولیت و محبوبیت کا نہین اسکے لئے بھی ارشاد ہے فضلنا بعضھم علی بعض تو اس مین بھی مساوات نہین تو افضلیت کا انکار تو محض باطل ہے۔ البتہ صاحب فضیلت کو فضیلت پر فخر کرنا ترفع اختیار کرنا یا دوسرے کی تحقیر کرنا یہ برا ہے۔

(۲۰۲) ایک انگریزی خوان شخص کا خط آیا کہ اُس نے انگریزی اسلئے پڑھی تھی کہ معاش مین سہولت ہو مگر چار سال ہو گئے ٹھوکرین کھاتے ہوئے۔ وائسرائے کے یہان کوئی جگہ خالی ہوئی ہے تو ڈہائی ہزار ۲۵۰۰ درخواستین پہونچی ہین پھر لکھا ہے کہ آپ آیت کریمہ کا ختم کرا کے دعا کیجئے امید ہے کہ اللہ تعالی کے کلام کی برکت سے مجھے کامیابی ہو جائے فرمایا بس لوگون نے اللہ کے کلام کی یہ برکت دیکھ رکھی ہے حالانکہ اسکی برکت کی حقیقت خود اس مین مذکور ہے کتاب انزلناہ الیک مبارک لیدبروا آیاتہ ولیتذکر اولوا الالباب تو اُسکی برکت کی روح تدبر و تذکر ہے یہ نہین فرمایا کہ لیرتوابہ مگر ان کا کیا قصور غرض پرست لوگون نے بگاڑ دیا ہے۔

(۲۰۳) فرمایا دھلی مین ایک پیر جی تھے ہمارے قصبہ رامپور کے رہنے والے دہلی مین اُن کی بود و باش تھی ایک صاحب اُن کے مُرید تھے۔ ملازمت ملتی نہ تھی اپنے شیخ سے عرض کیا کہ دعا فرمائیے۔ انہون نے فرمایا کہ پہلی تنخواہ پوری لون گا۔ اتفاق سے ملازمت ملگئی جب تنخواہ ملی تو آدھی لیکر آئے اور پیر سے سچ بولا کہ حضور یہ آدھی ہے آدھی معاف کر دیجئے میرے پاس اور کچھہ نہین ہے اسکو قبول فرمالیجئے۔ تو پیر صاحب کیا کہتے ہین کہ جاؤ پھر نوکری بھی کر لینا اُس غریب نے پوری دیدی۔ بس اب تو یہ حال ہے۔

اسی سلسلہ مین فرمایا رامپور ہی مین ایک شخص کسی پیر سے مرید ہو گئے تھے ایک عرصہ کے بعد کسی نے پوچھا کہ میان کچھ فائدہ بھی ہوا کہنے لگے کہ جب سقاوہ مین ہی کچھ نہ ہو تو بدھنی مین کیا آوے۔ انہون نے کہا کہ پھر چھوڑ دو کہنے لگے یہ شرافت کے خلاف ہے۔

(۲۰۴) فرمایا کہ کثرت سے میرے پاس خطوط آتے ہین پیرون کی شکایت کے کہ فرمائشین کر کر کے ناک مین دم کر دیا ہے۔ ایک صاحب نے لکھا تھا کہ کوئی بڑی فرمائش کی اور دام دینے کا بھی وعدہ کیا مگر دام نہین دئے مگر پھر بھی پیر پیر ہین اور مرید مرید جیسے آجکل کا نکاح کہ طلاق سے وہ نہین ٹوٹتا کفر سے وہ نہین ٹوٹتا بس ایک دفعہ پڑھدیا گیا تو ہمیشہ کو پکا ہو گیا۔ یہی حالت پیری مریدی کی ہو گئی کہ کسی بات سے بھی نہین ٹوٹتی۔

(۲۰۵) فرمایا پانی پت مین ایک پیر صاحب مُرید سے خفا ہوگئے تو فرمایا جا تجھے چودہ خانوادون سے نکالدیا بچارہ بہت رویا مگر اُن کو رحم نہ آیا۔ آخر مولوی غوث علی شاہ صاحب کے پاس گیا اور قصہ سنایا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ تیرے پیر کو خبر نہین کل پندرہ خانوادے ہین۔ مین تجھے اُس پندرہوین مین داخل کر لونگا مگر تو وہان جاکر اُن سے یہ پوچھ کہ مجکو اُن مین داخل ہونے سے کیا ملا تھا اور نکل جانے سے کیا کمی ہوگئی۔ اُس نے جاکر پوچھا تو وہ سمجھ گئے کہ مولوی غوث علی صاحب کا بھیجا ہوا ہے۔ یہان آنے اور اُن سے کہا کہ حضرت میرے مریدون کو یون سکھاؤ گے تو سب ہی نکل جاوینگے ایک بھی نہین رہیگا مولوی صاحب نے فرمایا کہ تم کو ستاتے ہوئے شرم نہین آتی ہے ایک ناواقف شخص نے اپنی دنیا تمہر نثار کی اپنا دین نذر کیا۔ تمہاری بھینسون کی خدمت کرتا ہے اور تمہارے پاس ہے گیا اور پھر اُس سے ایسا برتاؤ کرتے ہو تب انہون نے کہا کہ اچھا اب ایسا نہین کرونگا اسکو سمجھادو۔ انہون نے اُس سے کہدیا کہ جا ہم نے تیرے پیر کو سمجھا دیا ہے تو اب تو لوگ یون دھمکیان دیتے ہین مگر یہ نامناسب ہوا کہ پھر اُسی کے سپرد کردیا شاید اسکی تسلی اسی پر موقوف ہو اور ممکن ہے کہ روایت کا یہ جزو صحیح نہ ہو۔

(۲۰۶) فرمایا منگلور کے ایک پُرانے آدمی جو دفتر نہر مین نوکر تھے مین جس زمانہ مین کانپور تھا یہ قصہ بیان کرتے تھے کہ ایک پیر صاحب وہان اپنے مرید کے گھر آئے۔ یہ مرید کھیتی باڑی کرتے تھے اور اکثر باہر جنگل مین رہتے تھے پیر صاحب آئے اور بے تکلف گھر مین چلے گئے کیونکہ پیر سے کیا پردہ۔ اُنکی بیوی نے لڑکے سے کہا کہ اپنے باپ کے پاس جاکر کہدے کہ پیر صاحب آئے ہین انکے گھوڑے کیواسطے گھاس لیتے آنا وہ گیا اور خبر کی اُس نے پوچھا تیری مان کہان ہے لڑکے نے کہا پیر صاحب کے پاس بیٹھی ہے۔ بہت غصہ آیا۔ گھر آکر دروازہ پر آواز دی کہ مین آجاؤن عورت نے کہا کہ یہان کون ہے انہون نے کہا پیر صاحب ہین گھر کے مالک اُن سے اجازت تو لیلون۔ پیر صاحب اس طعن پر بہت خفا ہوئے کہ مردود ہوگیا ہے مرتد ہوگیا ہے اور خود اُٹھ کے چوپال مین چلے گئے۔ مرید کھانے کے وقت بلانے گیا تو انکار کردیا کہ جا مردود تو مرتد ہوگیا اُسنے ہاتھ پکڑکر کہا کہ بس چل بھی لوگ ہنسین گے کہ پیر مرید مین لڑائی ہورہی ہے اور چپکے سے کان مین کہا مین ایک روپیہ دیا کرتا تھا ایکے دو دیدونگا۔ بس اُٹھ کے ساتھ ہولئے۔

(۲۰۷) فرمایا حیدرآباد والے ماموں صاحب بیان فرماتے تھے کہ اُن کے کوئی شناسا گانون مین پیری مُریدی کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک مریدنی کے یہان ٹھیرے تو دوسری مریدنی آئی اور اُس نے

کہا کہ میرے یہان کھانا کھاوینگے۔ اس نے کہا مین سب انتظام کر چکی ہون اُس نے کہا نہین مین کھلاؤنگی اُس نے کہا کہ اچھا پیر صاحب سے ہی انصاف کرا لو۔ انہون نے کہا کہ انصاف تو یہ ہے کہ جسکے یہان ٹھرین اُسی کے یہان کھائین۔ اُس نے کہا بہتر مگر مین نے مُرغا کاٹا ہے تو پیر صاحب نرم ہو گئے اور کہا کہ اچھا بی پھر تو ہی اجازت دیدے اسکے گھر کھالون۔ تو گھر والی گالی دیکر کہتی ہے جا تو ہی لیجا پیرے یون تون کرالے۔ پیر صاحب آخر شریف آدمی تھے بہت غصہ آیا نہ یہان کھایا نہ وہان واپس چلے آئے اور خود پیری مریدی ہی سے ہمیشہ کیلئے توبہ کرلی۔

(۴۰۸) فرمایا نظام دکن محبوب علی خان صاحب نے ایک دن مقرر کیا مزارات پر حاضر ہونے کا اور صبح سے شام تک مزارات پر حاضری دیتے رہے جہان جہان گئے استقبال کیا گیا نذرین پیش کیگئین اور ان کی طرف سے عطائین ہوئین جب مرزا صاحب کے مزار پر حاضر ہوئے جو ہمارے ماموں صاحب کے پیر تھے پھر وہان کے صاحب سجادہ کو اطلاع ہوئی اور ماموں صاحب کو بھی اطلاع دی جو اس وقت احاطہ مزار مین کچھ پڑھ رہے تھے۔ صاحب سجادہ تو دوڑ پڑے مگر انہون نے التفات بھی نہ کیا۔ جب اندر آئے یہ کھڑے ہو گئے اور سلام کیا انہون نے یا انہون نے غرض سلام مسنون ہوا۔ نظام نے نذر دی انہون نے کہا کہ میرا حق نہین ہے صاحب سجادہ کو دیجئے۔ انہون نے انکا نہ استقبال کیا نہ مشایعت کی اور انکے جانے کے بعد بیٹھ گئے۔ مصاحب لوگون کو خیال ہوا کہین ایسی بے اعتنائی سے ناراض نہ ہوئے ہون اسلئے عرض کیا حضور یہ ایسے ہی ہین مدہوش سے شاہون کے آداب سے واقف نہین۔ نواب صاحب بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا تم اس شخص کو مدہوش کہتے ہو واللہ اگر آج مین اسکو نہ دیکھتا تو اپنے سارے دن کو ضائع سمجھتا پھر کسی مصاحب کو بھیجکر ان سے درخواست کی کہ مجھے سیری نہین ہوئی کسی وقت تشریف لائیے۔ انہون نے کہا غریبون کو کیا واسطہ شاہون سے۔ نواب صاحب نے کہا کہ بادشاہ ہو کر نہین نیازمند ہو کر درخواست کرتا ہون اور پھر سواری بھی بھیجی تو آپنے کہلا بھیجا کہ آپ مجکو یہان اپنی حکومت مین رہنے بھی دینگے یا نہین۔ مُلک خدا تنگ نیست پائے مرا لنگ نیست۔ اگر زیادہ پریشان کرینگے کہین چلا جاؤن گا۔ بہت ہی آزاد تھے لیکن خود اتنی آزادی ہی طریق کے لوازم سے نہین۔ یہ بھی ایک رنگ ہے۔

(۴۰۹) فرمایا حیدر آباد مین ایک پیر صاحب تھے کیا کہون ان کا ایک رسالہ بھی یہان آیا تھا

خرافات عقیدون سے بھرا ہوا ۔ مین نے اُسکی لوح پر اُسکا باطل ہونا لکھدیا تھا کہ کسی دیکھنے والیکو غلطی نہ ہو ۔ ایک دفعہ جب مین حیدرآباد گیا تھا ۔ مین نے وعظ مین ایسے مسائل کا بھی ذکر کیا تھا ۔ سب سامعین نے مسرت ظاہر کی مگر میری واپسی کے بعد وہان کے بعض مشائخ نے ایک وفد کی صورت مین جاکر نظام سے عرض کیا کہ ان کا داخلہ حیدرآباد مین قانوناً بند کردیجئے ان کے ایسے عقائد مین یہ سارے ملک کو بگاڑ دینگے مگر نواب صاحب نے فرمایا کہ ہم مسائل نہین جانتے تم سب اعتراضات لکھکر وہان بھیجو اور وہان سے جو جواب آوے وہ سب ہمکو دکھلاؤ اُسکے بعد ہم رائے ظاہر کرینگے ۔ پھر کسی کی ہمت نہین ہوئی ۔

(۲۱۰) فرمایا ایک دفعہ بھاول پور جانا ہوا ۔ مولوی رحیم بخش صاحب نے بلایا تھا ۔ وہان کے معمول کے موافق اکیس (۲۱) روپیہ دعوت کے اور ڈیڑھ سو (۱۵۰) روپیہ خلعت کے دینے چاہے ۔ مین نے انکار کردیا ۔ انہون نے کہا اب تو حساب وغیرہ بھی لکھا جاچکا ۔ واپسی مشکل ہے ۔ مین نے کہا کہ واپسی کے لکھنے کی ضرورت نہین وہان لکھا ہوا رہنے دیجئے ۔ اس رقم کو مستحقین بیت المال پر صرف کردیجئے مگر انہون نے واپسی ہی لکھدی ۔ اُنہون نے دیتے وقت یہ بھی کہا تھا کہ پھر بھی جب جب آوگے ملا کریگا ۔ مین نے کہا اپنی جان کو کون دق لگائے کہ جب ضرورت ہوا کریگی خیال آیا کریگا کہ چلو بھاول پور ۔ اس واپسی کے بعد عمائد ریاست نے کچھ دینا چاہا ۔ مین نے کہا کہ حلف لون گا کہ اس واپسی کو تو اس مین کوئی دخل نہین بلکہ پہلے سے ہی ارادہ تھا پھر حلف تو یاد نہین مگر ان لوگون نے اطمینان دلادیا کہ اسکو کوئی دخل نہین اور اسکی تائید اس سے ہوگئی کہ اسکی مقدار واپس شدہ رقم سے کم تھی اُن عمائد مین ایک ہندو نے بھی دس (۱۰) روپیہ دئے اسکو دیتے ہوئے ڈر تھا کہ شاید نہ لے مگر مولوی رحیم بخش صاحب نے سفارش کی کہ میرے دوست ہین ۔ مین نے کہا آپ میرے دوست ہین یہ آپ کے دوست ہین اور دوست کا دوست دوست ہوتا ہے ۔ اور اسلئے بھی لیلئے کہ اس کی دلشکنی اور تعصب کا گمان نہ ہو ۔ پھر فرمایا کہ جہانتک ہوسکے امرا کا ممنون نہ ہونا چاہئے مگر اکرام ان کا بھی کرے ۔ بات یہ ہے کہ غریب تو خود ممنون ہوتا ہے کہ ہماری چیز لیلی اور امرا یہ سمجھتے ہین کہ ہم نے دیکر اس کو خرید لیا ہے ۔

(۲۱۱) فرمایا امام غزالی رحؒ نے ایک بڑی مشکل بات لکھی ہے کہ جس کمال کے گمان پر کوئی کسیکو کچھہ دے اور اسکے اندر وہ کمال نہ ہو تو لینا جائز نہین اسلئے کہ اس مین دھوکہ دینا ہے ۔ اسپر ایک صاحب نے شبہ کیا کہ بزرگون کو لوگ بزرگ سمجھکر دیتے ہین اور بزرگ حضرات خود کو بزرگ نہین سمجھتے تو یہ دھوکہ ہوا جواب مین فرمایا کہ

حضرت امام کا کلام مجمل ہے۔ یہ اُس شخص کیلئے ہے جو اپنے آپ کو بنا دے اور دھوکہ دینے کیلئے کمال ظاہر کرے۔ پھر فرمایا کہ امام غزالی رح ہر تحقیق مین بہت دور پہونچتے ہین اسلئے احیاء العلوم کے معیار پر کوئی اتر جائے بہت مشکل ہے۔ حضرت امام کا معیار ہی بہت عالی ہے چونکہ خود محتاط ہین چاہتے ہین کہ دوسرون کو بھی اسی درجہ پر پہونچادین مگر ہم جیسے ضعفا وہان کہان پہونچ سکتے ہین اسلئے اس وقت مشائخ کو تسہیل کی ضرورت ہے

یکشنبہ ۲۲ رجب ۱۳۵۷ھ مسجد خواص مین بعد عصر

(۲۱۲) فرمایا مکہ معظمہ مین حضرت حاجی صاحب کے دولت خانہ کے پاس ایک رباط تھی لوگ اس مین آکے ٹھرتے تھے مین بھی اُسکو اسواسطے ترجیح دیتا تھا کہ حضرت کا قرب رہے۔ حضرت غایت ضعف کے سبب اکثر اوقات گھر ہی مین نماز پڑھتے تھے۔ مین نے ایک دن بعد ظہر دیکھا کہ حضرت تشریف لا رہے ہین۔ مین نے آگے بڑھکر سلام کیا۔ حضرت سے چلا نہ جاتا تھا۔ مین نے عرض کیا کہ حضرت نے اسوقت کیسے تکلیف فرمائی۔ فرمایا تم لوگ ہر روز آتے ہو کبھی تو ہم کو بھی آنا چاہئے۔ جب رباط پہونچے تو سب درجون کے لوگ نیچے کے ہی درجہ مین آگئے۔ حضرت بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر مین اُٹھکر اوپر کے درجہ کا ارادہ فرمایا۔ مین نے عرض کیا کہ سب یہین حاضر ہین۔ زائد تکلیف کیون فرمائی جائے۔ فرمایا نہین اُن کے پاس نہ جائین گے اُن کی دل شکنی ہوگی۔ پھر سب درجون مین تشریف لیگئے سوائے میرے درجہ کے جو سب سے اوپر تھا۔ مین نے عرض کر دیا تھا کہ کہ مجھے اس سے تکلیف ہوگی۔ یہ حالت تھی اخلاق کی۔ نیز جب ہندوستان کا قافلہ رخصت ہوتا تو بہت زیادہ مشایعت فرماتے۔ خدام اونٹون پر سے اترنا چاہتے تو روک دیتے۔ جب اول بار مین والد صاحب کے ہمراہ حاضر ہوا تو حضرت ہی کے مکان پر قیام ہوا خیال یہ تھا کہ غسل وغیرہ کرکے خدمت مین حاضر ہون گے میلے کچیلے جہاز کے سفر سے آئے تھے مگر دیکھا تو حضرت خود ملنے کیلئے تشریف لے آئے اور فرمایا سب ملتے جاؤ اور اپنا نام بتاتے جاؤ۔ مین کسیکو نہین پہچانتا اور سب کو گلے لگا لیا۔ پھر فرمایا کہ ہمارے حضرت رحمت مجسم تھے اسیواسطے حضرت سے فیض زیادہ ہوا جس شیخ کو اپنے خادمون سے زیادہ محبت ہوگی اس سے نفع زیادہ ہوگا۔ ہمارے حضرت کی شفقت بہت عام تھی۔ اور مجھ سے بھی بہت محبت فرماتے تھے ایک دفعہ فرمانے لگے کہ اگر مین تھانہ بھون جاؤن تو کہان ٹھہرون۔ لوگون نے ایک عزیز جو دور کے ہین ان کا نام لیا۔ فرمایا نہین جی وہان نہین اشرف علی کے پاس۔ ایک صاحب یہان کے رہنے والے مولوی محمود تھے۔ وہ کہتے تھے کہ جب مین حاضر ہوا تو مجھ سے وہان کے درختون اور دیوارون تک کو دریافت فرمایا کہ

وہ درخت قایم ہے یا نہین - اور وہ دیوار قائم ہے یا گر گئی -

اسی سلسلہ مین فرمایا حاجی عبدالکریم تھانوی اپنی والدہ کو حج کرانے گئے تھے اور حضرت غدر کیوقت سے گئے ہوئے تھے اسلئے نئے لوگون کو پہچانتے نہ تھے یہ دور بیٹھ گئے - کچھ دیر مین خود بخود فرمایا کہ اس وقت مجلس مین بوئے وطن آتی ہے کیا کوئی شخص وطن کا تو نہین تب یہ ملے اور عرض کیا کہ مین تھانہ بھون کا رہنے والا ہون - فرمایا کہان بیٹھ گئے تھے یہان آؤ اور اُن سے ملے -

اسی سلسلہ مین فرمایا حکیم معین الدین صاحب مولانا محمد یعقوب صاحب کے بیٹے شکاری بہت تھے ایک زمانہ مین تھانہ بھون بھی مدرس رہے تھے - خود کہتے تھے کہ مین نے تھانہ بھون کے جنگل مین ایک ہرن شکار کیا اور اُس کی کھال ایک حاجی کے ہاتھ حضرت کی خدمت مین بھیجی تو پیش کرتے ہی فرمایا کہ اس کھال مین سے بوئے وطن آتی ہے - انہون نے عرض کیا کہ حضرت تھانہ بھون کا ہرن تھا تو حضرت بہت خوش ہوئے اور قبول فرمالی -

(۲۱۳) فرمایا مین نے حضرت مولانا گنگوہی سے ایک دفعہ عرض کیا کہ حضرت کی کچھ کرامتین بیان فرما دیجئے تاکہ جمع کرلون - فرمایا تم نے ایسی چیز کی فرمائش کی کہ مین نے حضرت کو کبھی اس نظر سے دیکھا ہی نہین - پھر فرمایا اگر ہم جمع کرنا چاہتے تو ہزارون جمع کرلیتے - اصل مین صحیح پہچاننے والے اپنے بزرگون کے یہ حضرات تھے -

(۲۱۴) فرمایا حضرت کے بھتیجے تھے حافظ احمد حسین - اُن کے لڑکے تھے محمد مقصود - ہندوستان ہی مین رہتے تھے - انہین مین نے دیکھا ہے بڑے شوخ تھے - اُنہون نے ارادہ کیا کہ حضرت کی خدمت مین جاکر رہون اُس وقت حضرت گنگوہی حج کو جارہے تھے - انہون نے عرض کیا کہ مجکو بھی لیجائیے - حضرت گنگوہی مین شانِ انتظام بہت تھی - فرمایا شوخ بہت ہین کیا کرینگے جاکے بجز اسکے کہ حضرت کو تنگ کرین - یہ کسی اور قافلہ کیساتھ چلے گئے - حضرت مولانا کو بھی اطلاع ہوگئی - اتفاق سے وہ قافلہ حضرت گنگوہی سے پہلے پہونچ گیا تھا - جب مولانا گنگوہی پہونچے اور مقصود کو نہ دیکھا تو اول تو یہ سمجھا کہ شاید مقصود گھر مین ہو جب کئی دن ہوگئے تو حضرت سے دریافت کیا کہ حضرت مقصود کہان ہے - فرمایا کون مقصود - عرض کیا حضرت کا پوتا وہ ہم لوگون سے پہلے ایک قافلہ مین آیا ہے - فرمایا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون بس جی کہین گم ہوگیا - اور ایک بار یہ فرماکر خاموش ہوگئے - پھر حج کیلئے عرفات تشریف لیگئے اور خدام سے فرمایا کوئی مسجد مین نماز کو جائیگا دیوان جی اللہ دیا نے عرض کیا حضرت مین جاؤنگا - فرمایا فلان جگہ کنوئین کے فلان جانب ایک لڑکا سانولا

ایک آنکھ کا رو رہا ہے اُسے لے آنا۔ انہون نے دیکھا کہ واقعی ایسا ایک لڑکا کھڑا رو رہا ہے یہ اسکو لے آئے مزدلفہ تک مقصود کو حضرت نے اپنی ساتھ اونٹ پر بٹھلالیا۔ اُس نے تمام راستہ مولانا کی شکایت کا دفتر کھول دیا۔ اور مولانا کا اونٹ ایک اونٹ کے فصل سے حضرت کے اونٹ کے پیچھے تھا حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری مولانا کے ساتھ تھے آواز سب آتی تھی انکو یقین ہوگیا کہ بس آج مقصود نے حضرت کو مولانا سے ضرور خفا کردیا۔ مگر مولانا وہ کوہ وقار تھے کہ اُنپر کچھ اثر ظاہر نہین حضرت شکایتین سنتے رہے اور تسبیح پڑھتے رہے۔ جب مزدلفہ آیا اور اونٹ سے اُترنے لگے اُسوقت حضرت نے فرمایا مقصود تونے جو شکایات کی ہین مین تجھے جھوٹا نہین کہتا مگر مولوی رشید احمد نے جو کچھ کیا ہے وہ میری محبت مین کیا تیرے بغض مین نہین کیا۔ پھر مکہ مین جب مجلس مین سب جمع ہوتے تو حضرت فرماتے مقصود بتلا ان سب مین تیرا سب سے بڑا دشمن کون ہے مقصود کہتا کوئی نہین۔ تو مولانا کی طرف اشارہ کرکے فرماتے دیکھ یہ سب سے بڑے تیرے دشمن ہین چونکہ وہ حضرت مولانا کا معتقد ہوگیا تھا بہت شرمندہ ہوا۔ اسس مقصود کو پیرانی صاحبہ عربی سکھاتی تھین کہ جب کسی دکان پر جاؤ اور کسی چیز کی قیمت پوچھنا چاہو تو یہ کہا کرو یا عم ھذا ابکم۔ میان مقصود یا عم ھذا بکم یا عم ھذا ابکم کو سبق کی طرح رٹ رہے تھے مگر جب دکان پر پھونچے تو بھول گئے اور کہنے لگے یا عم انت بکم وہ یہ سنکر بہت ہنسا۔

(۲۱۵) فرمایا حضرت نے مولانا گنگوہی سے فرمایا مولوی صاحب ہمارے گھر مین سے تم سے مرید ہونا چاہتی ہین مُرید کرلو۔ مولانا نے عرض کیا حضرت آپ کے ہوتے ہوئے۔ فرمایا اسکا مدار اعتقاد پر ہے اُنکو مجھسے اعتقاد نہین تم سے اعتقاد ہے۔ مولانا نے گھر مین بھی فرمایا کہ حضرت کے ہوتے ہوئے مجھے کیا مناسب ہے انہون نے بھی یہی فرمایا کہ مجھے ان سے اعتقاد نہین تم سے اعتقاد ہے۔

(۲۱۶) فرمایا مولانا گنگوہی جب اول بار حضرت کی خدمت مین تھانہ بھون آئے تھے اسوقت مولانا شیخ محمد صاحب سے ایک مسئلہ مین اختلاف تھا خط وکتابت کیا کرتے تھے خیال ہوا کہ خط وکتابت سے زیادہ فائدہ نہین ہوتا زبانی گفتگو کرلین گے۔ مولانا اصل مین ایک برات مین رامپور آئے تھے وہان خیال ہوا کہ تھانہ بھون چلین۔ حضرت کو اس گفتگو کے ارادہ کی اطلاع ہوئی تو منع فرمادیا۔ حافظ محمد ضامن صاحب بہت تیز تھے فرمایا نہین جی گفتگو کرو مگر حضرت کے فرمانے کے بعد کیسے کرتے۔ پھر یہ داعیہ ہوا کہ بیعت کرلو۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ہوا کہ طور پر تشریف لائے کس ارادہ سے اور ملگئی کیا دولت اور

مولانا محمد قاسم صاحب کو بھی اسکے قبل بیعت کر لیا تھا۔ مگر مولانا گنگوہی نے کئی روز بعد درخواست کی اسلئے ان کی بیعت کئی دن بعد ہوئی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ کچھ روز اور دیکھ لیا ہوتا۔ بیعت مین حضرت طالب سے یہ کہلواتے تھے کہ کہو بیعت کی مین نے امداد اللہ سے۔ سب یون ہی کہدیتے تھے مگر حضرت گنگوہی نے اس طرح فرمایا بیعت کی ہین نے حضرت مرشدنا مولانا امداد اللہ صاحب سے تو فرمایا تم سمجھے۔ مولانا چالیس روز حضرت کی خدمت مین رہے۔ چلتے وقت حضرت نے فرمایا مجکو جو دینا تھا دیدیا اگر کوئی اللہ کا نام پوچھے بتا دیا کرو (جسکا حاصل بیعت وتلقین کی اجازت دینا تھا) مولانا بہت صاف تھے عرض کیا حضرت مین کسیکو مرید نہین کرون گا مجھ مین ہے ہی کیا۔ تیز ہو کر فرمایا ہم جانتے ہین یا تم مولانا ادب سے خاموش ہو گئے۔ پھر جب گنگوہ پہونچے تو ایک بی بی تھین مسماۃ کلثوم (غالباً یہی نام تھا) اُنھون نے مولانا سے بیعت ہونے کی درخواست کی مولانا نے عذر فرمادیا۔ اتفاق سے اُس زمانہ مین حضرت بھی گنگوہ تشریف لے آئے۔ اُن بی بی نے حضرت سے شکایت کی کہ اُنھون نے مجکو بیعت نہین کیا۔ حضرت نے مولانا سے فرمایا کیون صاحب ہمنے کیا کہا تھا۔ عرض کیا اب تو آپ تشریف رکھتے ہین آپ ہی کر لیجے۔ فرمایا یہ بھی کوئی بات ہے مجھ سے عقیدت نہین تم سے ہے۔ اچھا ہمارے سامنے کرو۔

اسی سلسلہ مین فرمایا کہ حضرت نے جو مولانا سے یہ فرمایا تھا کہ جو کچھ دینا تھا وہ دیدیا اور اس پر مولانا نے عرض کیا مین تو ویسا ہی ہون اور حضرت نے فرمایا تم جانتے ہو یا ہم۔ اسکی حقیقت ایک مثال سے سمجھئے کہ مریض جب اچھا ہے جب طبیب کہدے کہ تو اچھا ہو گیا خواہ مریض کی سمجھ مین نہ آوے اسیلئے تو ایک حکیم فرماتے ہین ؎

عیسے نتوان گشت بتصدیق خری چند بنمائے بصاحب نظرے گوہر خود را

(۲۱۷) فرمایا حضرت حاجی صاحب اتنا ادب کرتے تھے طریق کا کہ جو لوگ حضرت کے خلفاء سے بیعت ہوتے اور وہان تجدید کرنا چاہتے کہ برکت بڑھ جائے تو حضرت بیعت نہین کرتے تھے۔ ایک ناواقف صاحب نے دریافت کیا کہ آپ بھی تو اس زمانہ مین بیعت فرمایا کرتے تھے فرمایا مین تو بعد غدر پیدا ہون اور غدر ۱۲۷۴ھ مین ہوا ہے کسی نے مادہ تاریخ نکالا ہے غدا رہندی اور میری ولادت ہے ۱۲۸۰ھ کی تو مین اسوقت بیعت کیسے کر سکتا ہون۔

(۲۱۸) ایک صاحب نے پوچھا کہ کیا حضرت گنگوہی کا قیام حضرت حاجی صاحب کے یہان زیادہ

نہین رہا۔ فرمایا ابتدا مین صرف چالیس روز قیام رہا۔ مگر پھر بار بار آنا جانا رہا۔

(۲۱۹) فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب کو ایک صاحب نے بچپن مین بھی دیکھا تھا۔ انہون نے مجھ سے بیان کیا کہ یہ ابتدا سے ہی عفیف اور متقی تھے اور ایک صاحب نے یہ بھی بیان کیا کہ جب غدر کی ہڑبونگ ہوئی مولانا کی تنخواہ ڈیڑھ سو روپیہ ماہانہ تھی مدارس کے ڈپٹی انسپکٹر تھے تو چھ مہینہ کی تنخواہ نو سو روپیہ اکھٹی ملنے لگی مگر انکار فرمادیا کہ مین نے کام نہین کیا۔ حکام نے عرض بھی کیا کہ آپ کام کیلئے آمادہ تو ہے فرمایا نہین جب کام نہین کیا تو تنخواہ نہین لیتا۔

(۲۲۰) فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب کا خیال جب دیوبند مین مکان بنانے کا ہوا تو مولانا نے دعا فرمائی چنانچہ اتنی رقم آگئی کہ اس سے مکان بن گیا۔ پھر خواب مین جنت دیکھی اور اس مین ایک مکان دیکھا۔ نہایت عالی شان مگر اس کا ایک کنگرہ ٹوٹا ہوا ہے۔ پوچھا یہ مکان کسکا ہے تو کسی نے کہا محمد یعقوب کا۔ پھر پوچھا کہ اس کا کنگرہ ٹوٹا ہوا کیون ہے۔ جواب ملا انہون نے دنیا مین مانگ لیا مولانا کا مقام ادلال یعنی ناز کا تھا۔ عرض کیا کہ حضور اگر کنگرے توڑ توڑ دیے جائینگے تو ہم تو سارا مکان کھا جائینگے۔ آپ کے خزانہ مین کیا کمی ہے اپنے خزانہ سے ہی عطا فرمائیے۔ پھر معلوم نہین کیا ہوا۔

(۲۲۱) فرمایا مولانا گنگوہی فرماتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب کبھی کبھی دہلی تشریف لاتے تھے اور یہ مولانا کی طالب علمی کے زمانہ کا قصہ ہے۔ مولانا اس وقت مولانا محمد یعقوب صاحب کے والد ماجد مولانا مملوک علی صاحب سے پڑھتے تھے مولانا مملوک علی صاحب درس کے بہت پابند تھے کبھی ناغہ نہ فرماتے تھے۔ مگر ایک بار حضرت حاجی صاحب تشریف لائے تو مولانا نے فرمایا لو بھائی حاجی صاحب آگئے اب سبق نہ ہوگا تو ہمکو بڑا غصہ آیا کہ یہ کہان کے حاجی صاحب آئے کہ سبق ہی کا حرج ہوگیا اور یہ خبر نہ تھی کہ ہمیشہ ہی کا سبق چھڑا دینگے کیونکہ پھر درس تدریس کا وہ رنگ نہین رہتا پھر انہیکا ہی مطلب ہے

(۲۲۲) فرمایا حضرت حاجی صاحب کی ایسی مقبولیت تھی کہ امراء و غرباء اور قلعہ کی بیگمات اور شہزادے وغیرہ سب ہی ادب کرتے تھے۔ مشائخ اعراس وغیرہ مین بلاتے مگر حضرت جاتے نہ تھے۔ اُن لوگون نے ایک بار عرض کیا کہ آپ تو چشتی ہین گو آپ شریک نہ ہون مگر آپ کے سلسلہ کے علماء سماع سے کیون منع کرتے ہین۔ صوفیون کو مولویانہ جواب کیا مفید ہوتا اسلئے فرمایا علماء کو کیا منع کردون دیکھتے ہو سماع کا کیا حال ہوگیا ہے منع کے قابل تو ہو ہی گیا ہے۔

(۲۲۳) فرمایا قسطنطنیہ مین ایک سلسلہ مولویہ جو کہلاتا ہے مولانا رومی کی طرف منسوب ہے اُس سلسلہ کے ایک شخص جو نے بہت اچھی بجاتے تھے حج کرنے آئے۔ حضرت کی ایسی مقبولیت تھی کہ وہ بھی اعتقاد کیساتھ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری نے سُن لیجیے۔ حضرت نے نہ سنی نہ دل شکنی کی یہ ارشاد فرمایا کہ مین اس فن کو جانتا نہین تو ناشناس کے سامنے کمال کا پیش کرنا اسکو ضائع کرنا ہے اسلئے معاف رکھو۔ البتہ اگر ہمارے مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی ہوتے تو وہ اسکے قدردان تھے۔

(۲۲۴) فرمایا مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی جب مکہ معظمہ گئے وہان بہت شیوخ جمع تھے تردد ہوا کہ کس سے رجوع کرین۔ خواب مین شیخ محب اللہ الہ آبادی کو دیکھا فرماتے ہین ؎

باغ مرا چہ حاجت سرو و صنوبر ست　　　شمشاد خانہ پرور ما از کہ کمتر است

سمجھ گئے کہ اشارہ حاجی صاحب کی طرف ہے کیونکہ ان مشائخ مین صرف حضرت شیخ کے سلسلہ مین تھے۔ اسی سلسلہ مین فرمایا کسی نے مولانا موصوف سے کہا کہ آپ نے حضرت حاجی صاحب مین کیا دیکھا کہ بیعت ہوگئے۔ فرمایا اسی سبب بیعت ہوگئے کہ وہان کچھ نہین دیکھا یعنی کوئی بات رسوم عرفیہ کی نہین دیکھی پھر فرمایا کہ اوپر کے مجموعی واقعات سے ظاہر ہوا کہ حضرت کے یہان سب مختلف طبقات و مسالک کے لوگ سب جمع ہو جاتے تھے۔ جیسے سمندر مین سب دریا آکے جمع ہو جاتے ہین۔ حضرت ایسے اختلاف کے متعلق یہ فرمایا کرتے تھے۔ ؎

اختلاف خلق از نام اوفتاد　　　چون بمعنے رفت آرام اوفتاد

(۲۲۵) فرمایا ایک بار مولوی سلیمان صاحب پھلواری جو بہت ظریف تھے فرمانے لگے کہ مین تھوڑا سا بدعتی ہون۔ سماع سُن لیتا ہون اور تھوڑا سا غیر مقلد ہون جمع بین الصلوتین کر لیتا ہون اور جانے کیا کیا ہون۔ اسی سلسلہ مین فرمایا ایک دفعہ بہت سے مولوی جمع تھے اور کئی صاحبون کا نام سلیمان تھا تو مولوی صاحب نے کہا سلیمان تو یہان کئی ہین مگر سلیمان بن داود ایک ہی ہے ان کے والد کا نام داود تھا۔ مولوی صاحب کی ظرافت ہی کے سلسلہ مین یہ بھی فرمایا کہ ایک دفعہ مولوی صاحب نے وعظ مین ایک قصہ بیان کیا کہ ایک صاحب غیر مقلد بہت لڑاکا تھے ایک مسجد مین اُنھون نے آمین بالجہر کہی اُس وقت جماعت مین ایک گاؤن کا آدمی بھی تھا اُس نے کہا کہ ہمارے گاؤن مین آکر آمین کہو۔ پوچھا تمہارا گاؤن کہان ہے اُس نے پتہ نشان بتایا یہ بزرگ قصداً وہان گئے اور نماز پڑھی آمین جہر سے کہی پھر کیا تھا

لوگون نے رفع یدین شروع کر دیا۔
اسی سلسلہ مین فرمایا مولوی سلیمان صاحب مثنوی خوب پڑھتے تھے اور لوگ زیادہ اسی شوق مین ان کے وعظ مین بیٹھتے تھے۔ ان کا طرز ادا اور آواز دونون چیزین بہت اچھی تھین۔ اسی سلسلہ مین فرمایا کہ شاہ تجمل حسین مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے خادمون مین بڑے ظریف تھے وہ ہر چیز کی رجسٹری کیا کرتے تھے۔ ایک بار فرمانے لگے مین مولانا احمد حسن صاحب امروہوی کے تو حُسن کی رجسٹری کرتا ہون اور مولوی سلیمان صاحب کی خوش آوازی کی۔

(۲۲۶) ان ہی شاہ تجمل حسین صاحب کے متعلق فرمایا کہ صاحب ذوق و شوق تھے۔ ایک روز مکہ مکرمہ مین شافعی امام کیساتھ فجر کی نماز پڑھی۔ اکثر شافعی امام خوش الحان تھے لمبی لمبی سورتین پڑھا کرتے تھے جس سے ذوق شوق مین ترقی ہو جاتی تھی امام نے اپنے مذہب کے موافق دوسری رکعت مین رکوع کے بعد ہاتھ اُٹھا کر اللھم اھدنی فیمن ھدیت الخ پڑھا۔ مقتدی سب آمین کہہ رہے تھے اس منظر کو دیکھکر ان کو بھی جوش ہوا۔ دعائے قنوت تو یاد نہ تھی آپ نے بھی ہاتھ اُٹھا کر یہ دعا مانگنا شروع کیا ؎

پادشاہا جرم ما را در گذار　　　ما گنہگاریم و تو آمرزگار

یہ طویل مناجات ہے شیخ فرید عطار کی۔ عرب لوگ تو خاموش رہے مگر ہندیون نے بڑا شور مچایا یہ نماز مین تم نے کیا پڑھا نماز کہان رہی۔ حضرت حاجی صاحب نے بھی سنا تو ہنسنے لگے مگر کچھ فرمایا نہین دیکھئے حضرت کی فقہ کی ایسی جزئیات پر نظر نہ تھی مگر کیا وہی جو فقہا کا فتوی ہے یعنی نماز مین غیر عربی زبان مین دعا نا جائز ہے مگر اس سے نماز فاسد نہین ہوتی۔ باقی نا جائز فعل پر حضرت نے نکیر کیون نہین فرمایا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت کو ان کے غلبہ حال پر نظر تھی۔ یہی شاہ تجمل حسین صاحب کہا کرتے تھے کہ مین حضرت کا قوال ہون غالباً حضرت ان سے مثنوی سنتے تھے۔

(۲۲۷) فرمایا ایک صاحب جو حج فرض کر چکے تھے نفل حج کیلئے جا رہے تھے مین نے کہا کہ بعضے ضعفاء حج نفل تو ادا کرتے ہین اور فرض نماز کو قضا کرتے ہین۔ ایسون ہی کیلئے حضرت مسعود بک فرماتے ہین ؎

اے قوم بحج رفتہ کجائید کجائید　　　معشوق درینجاست بیائید بیائید

اور مولانا فرماتے ہین ؎

حج زیارت کردن خانہ بود　　　حج رب البیت مردانہ بود

(۲۲۸) ایک صاحب نے عرض کیا کہ مشہور یہ ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھم نے پیدل حج کیا ہے اور راستہ مین نماز پڑہتے جاتے تھے۔ فرمایا مین نے کہین نہین دیکھا۔ سیر کی کتابون سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جہاز مین گئے تھے پیدل نہین حج کیا۔ پھر فرمایا کہ شیخ سعدی نے تو اس مبالغہ پر نکیر کیا ہے جہان یہ حکایت لکھی ہے ؎

شنیدم کہ مردے براہ حجاز | بہر خطوہ کردے دو رکعت نماز

پھر الہام ہوا۔ مین کہتا ہون کہ جتنا وقت اس مین صرف کرتے ہین دوسرے اور ضروری کامون مین کیون نہ صرف کرین اور اکابر نے تو ایسا ہی کیا ہے کہ ایسی کاوش نہین کی مگر ناواقف لوگون کا اب اس اعتدال سے اعتقاد ہی جاتا رہا وہ غلو ہی کو بزرگی سمجھتے ہین مگر یہ نفس کی پیروی ہے۔

(۲۲۹) ایک صاحب نے حضرت رابعہ بصریہ کا ایک قصہ بیان کیا جو ظاہراً حدود سے باہر تھا۔ اُن ہی کی حکایت ہے کہ ایک دفعہ حج کیا اور حج کے بعد یہ دعا کی کہ اے اللہ مین ہر حال مین مستحق اجر ہون خواہ حج قبول ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ اگر قبول ہوا تو حج مبرور پر ثواب کا وعدہ ہے اور اگر نہ قبول ہوا ہو تو یہ ایک بڑی مصیبت ہوگی کہ اتنی مشقت کا یہ انجام ہوا جیسے شاعر کہتا ہے ؎

از درد دست چہ گویم بچہ عنوان رفتم | ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرمان رفتم

اور مصیبت زدون سے بھی آپ کا وعدہ ہے اجر دینے کا۔ ان مجاذیب کے بعض واقعات کی توجیہات نہین ہوسکتین اگر ہون بھی تو محض تکلف اسلئے یہی کہا جائیگا کہ غلبۂ حال تھا جس مین صاحب واقعہ معذور ہے اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے چھوٹے بچے داڑھی پکڑ لیتے ہین مگر کسی کو گران نہین گذرتا اور اگر کوئی بڑے صاحب یہ حرکت کرین تو دیکھئے ان کی کیا گت بنے اور اگر وہ معذور کی تقلید کا عذر کرے تو اُس سے یہ کہا جاویگا کہ ؎

ناز را روئے بباید ہمچو ورد | چون نداری گرد بدخوئی مگرد
زشت باشد روئے نازیبا و ناز | عیب باشد چشم نابینا و باز
پیش یوسف نازش و خوبی مکن | جز نیاز و آہ یعقوبی مکن
چون تو یوسف نیستی یعقوب باش | ہمچو او با گریہ و آشوب باش

اور اگر کبھی غلبہ کے ساتھ مقاومت کی بھی قدرت ہو پھر مقاومت نہ کرے تو گو تمامی بھی ہو جاتی ہے چنانچہ:-

(۲۳۰) ایک بزرگ تھے نازو اے شکستہ حال پراگندہ - ایک شہر کے دروازہ پر پہونچے تو شہر پناہ بند - لوگون سے پوچھا کہ دن مین شہر پناہ کیون بند ہے - جواب ملا کہ بادشاہ کا باز چھوٹ گیا ہے اسلئے دروازے بند کردیے کہ کہین نکل نہ جائے - آپ نے عرض کیا کہ حضور ایسون کو تو سلطنت دے رکھی ہے جن مین اتنی بھی عقل نہین ایک ہم ہین عقل بھی علم بھی مگر ضروریات سے بھی تنگ اسپر عتاب ہوا اور ارشاد ہوا کیا تم اسپر راضی ہو کہ تمہارا علم وورع اور افلاس اسکو دیدیا جائے اور اسکی سلطنت اور بے عقلی تم کو دیدی جائے بس کانپ اُٹھے اور توبہ کی -

(۲۳۱) فرمایا ایک دفعہ مجھے شدید قبض ہوا اور اتنی پریشانی تھی کہ وسوسے آتے تھے کہ خودکشی کرلون بس یہ حال تھا کہ ؎

اس درد دل سے موت ہو یا دل کو تاب ہو قسمت مین جو لکھا ہے الٰہی شتاب ہو

ایک دن یہ وسوسہ غالب ہوا کہ کام کرنے والے مین حسب استعداد طلب بھی ہے جس پر عطا کا مدار ہے اور انکو اس طلب کا علم بھی ہے اور وہ عطا پر قادر بھی ہین کہ جلد کامیاب کردین اور وہان رحمت بھی ہے کہ قدرت کے مقتضا کی تکمیل فرما ہی دین تو پھر کامیابی مین دیر کیون ہوتی ہے اسی اُلجھن مین مثنوی کھولی تو ایسا صاف جواب نکلا کہ سب شبہات دور ہو گئے - ؎

چارہ می جوید پئے من دردتو می شنودم دوش آہ سرد تو

اس مین طلب اور علم کا اثبات ہے - ؎

می توانم ہم کہ بے این انتظار رہ نمایم داد ہم راہ گذار

اس مین قُدرت کا اثبات ہے - ؎

تا ازین طوفان دوران وارہی بر سر گنج وصالم پا نہی

اس مین رحمت کی طرف اشارہ ہے - ؎

لیک شیرینی ولذات مقر ہست بر اندازۂ رنج سفر
آنگہ از فرزند وخویشان برخوری کز غریبی رنج ومحنت ہا بری -

اس مین جواب ہے اثبات حکمت کی ساکہ - حاصل اس جواب کا یہ ہوا کہ سب مقدمات تو ذہن مین لائے مگر حکمت کا مقدمہ ذہن مین نہ لائے کہ حکمت اسی کو مقتضی ہے بس یہ دیکھکر بہت ہی تسلی ہوئی -

اور سچ تو یہ ہے کہ اگر مولانا زندہ ہوتے اور مین اُن کو اپنی حالت کا خط لکھتا تو وہ جواب مین یہی لکھتے مگر اسکی ساتھ مین یہ بھی کہتا ہون کہ مثنوی کا دیکھنا ہر شخص کو جائز نہین گو مین خود اس مین مبتلا ہون ہان اس شخص کیلئے مثنوی نافع ہے جسے اس فن سے کامل مناسبت ہو ورنہ نہین جیسے قرآن شریف کا ترجمہ کہ عوام کو تو پڑھنا خطرناک ہی لیکن جن لوگون کو مناسبت ہو کہ سب ضروریات پر نظر رکھتے ہین اُن کو جائز ہے۔ اسی سلسلہ مین فرمایا کہ ترجمہ قرآن شریف پر یاد آیا۔ تحصیل کنڈہ مین ایک تحصیلدار صاحب میرے دوست تھے اُنہون نے مجکو بلایا تھا وہان ایک اہل مدلے بوڑھے اور بہت نیک قرآن کی تلاوت کے پابند تہجد کے پابند مترجم قرآن شریف لائے اور یہ آیت نکالی یا ایھا الذین امنوا لاتقولوا راعنا اور کہنے لگے کیا تلاوت مین لفظ راعنا چھوڑ جائے کیونکہ قرآن شریف مین اس سے منع فرمایا ہے کہ نہ کہو راعنا۔ مین نے کہا کہ مین اس واقعہ کو دیکھکر فتوی دیتا ہون کہ تم کو ترجمہ دیکھنا حرام ہے اور ایسے شخص کیلئے ایسا فتوی کیونکر نہ دون جس نے یہ معنے لئے لا تقولوا کے کہ قرآن شریف مین بھی نہ پڑھو۔

غرض جسطرح طب کی کتابین مفید تو ضرور ہین مگر طبیب کیلئے مفید ہین مریض کیلئے مفید نہین ایسے ہی قرآن شریف کے ترجمہ کا مطالعہ علوم دینیہ کے واقف کیلئے تو بہت مفید مگر جاہل کیلئے مُضر۔ آج کل پنجاب مین کثرت سے اور بھی بعض جگہ ترجمہ قرآن شریف کا بہت رواج ہوگیا ہے اور ان ترجمہ سنانے والون پڑہانے والون مین بعض نے تو ایسی تفسیر بالرای کی ہے کہ تحریف تک کی نوبت آگئی فقط۔

از جامع۔ دوشنبہ ۲۳ رجب کو احقر سامان درست کرنیکی ضرورت سے بعد عصر شریک مجلس نہین ہوا۔ اور سہ شنبہ ۲۴ رجب کو صبح آٹھ بجے کی گاڑی سے حضرت اقدس نے تھانہ بھون کی طرف تشریف بری شروع فرمادی سالئے جسقدر ملفوظات لکھنؤ مین احقر نے ضبط کئے تھے افادۂ عام کیلئے پیش ہین امید ہے کہ حضرات ناظرین صاحب ملفوظات و جامع و ناشر سب کیلئے دعا فرمائین۔

احقر جمیل احمد تھانوی عفا اللہ عنہ ۱۱ رمضان ۱۳۵۵ھ

اسعد الابرار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی نبیہ الکریم

۲۱ رجب ۱۳۵۷ھ روز جمعہ بر مکان مولوی محمد حسن صاحب محلہ مولوی گنج

(۱) کرنال کے ایک نواب زادہ کا خط آیا تھا اُس مین جواب کے لئے صرف ٹکٹ رکھا تھا پتہ لکھا ہوا لفافہ نہ تھا اور حضرت اقدس کا معمول یہ ہے کہ ایسی صورت مین پتہ اپنے قلم مبارک سے تحریر نہین فرماتے ہین بلکہ خط کے اُس حصّہ کو جہان کاتب نے اپنا پتہ خود لکھا ہے اوپر کر کے ٹکٹ چسپان فرما دیتے ہین تاکہ پتہ مین کسی قسم کی غلطی کا بھی احتمال نہ رہے اور کاتب کو یہ تنبیہ بھی ہو جائے کہ بلا ضرورت و بلا استحقاق اپنے کام کا بار دوسرون پر نہ ڈالنا چاہئے۔ چنانچہ نواب صاحب کے خط کیساتھ بھی یہی معاملہ کیا گیا۔ اور اُس پر یہ بھی تحریر فرمایا کہ اگر خود لفافہ لکھدیا جاتا تو مجکو سہولت ہوتی۔ پھر فرمایا کہ ان کے لئے یہی جواب مناسب ہے اور اصلاح کیلئے یہی کافی ہے۔ البتہ عام طور پر یہ لکھا کرتا ہون کہ اگر لفافہ ہوتا تو مجھکو تکلیف نہ ہوتی۔

اس واقعہ پر وصل صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے نواب صاحب کے لئے اپنا لفافہ غالباً اس وجہ سے خرچ نہین کیا کہ اُن کی اصلاح بھی ہو جائے کہ دوسرے کو خط لکھا جائے تو لفافہ پر پتہ خود لکھنا چاہئے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ ہم آپ کی نوابی اور ریاست سے متاثر نہین ہوتے ہین کہ دبکر بے اصول کام کرین اس طریقہ سے علماء کا وقار قائم رہتا ہے۔ البتہ اُن کی نوابی کی اس قدر رعایت ضرور فرمائی کہ نسخہ حسب مزاج نرم تجویز فرمایا گیا چنانچہ تکلیف کا اظہار بھی نہین کیا البتہ دوسری شق مین راحت کا ہونا بتلا دیا۔ یہ سنکر فرمایا کہ جی ہان یہی مصلحتین ہین جنکی طرف ہر ایک کا ذہن بھی نہین جاتا اور مین ہر مقام پر کہانتک اسرار و مصالح بیان کرون اور کچھ ضرورت بھی نہین اور اعتراض سے بچنا یہ کوئی ضرورت نہین۔

(۲) فرمایا ابن القیمؒ اور ابن تیمیہؒ دونون استاد شاگرد بہت سے مسائل مین متفرد ہین یہی وجہ ہے کہ جماہیر علماء اُن سے خوش نہین لیکن باوجود اسکے خود علماء اُن کے علم و فضل کی بہت عظمت کرتے ہین

ایک عالم صاحب سے کسی نے اُن کے متعلق دریافت کیا کہ یہ دونون بزرگ کس پایہ کے تھے۔ اُنہون نے ایک عجیب عنوان سے جواب دیا کہ علمھما اکثر من عقلھما یعنی ان دونون بزرگون کا علم وفضل اُن کی عقل واجتہاد سے زائد ہے۔ اس جواب سے اُن کا صحیح درجہ بھی بتادیا کہ اُن کی نقل تو معتبر ہے مگر اُن کا اجتہاد جمہور کی مخالفت مین غیر معتبر ہے اور اُن کے علم کے احترام کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ ورنہ اس مضمون کو دوسرے بُھدے عنوان سے بھی بیان کیا جاسکتا تھا۔ مثلاً عقلھما اقل من علمھما۔ اس اختیار فرمودہ عنوان سے جہان علم کی عظمت معلوم ہوئی وہان عقل کی قلت کی جانب بھی لطیف اشارہ ہوگیا اور دوسرے عنوانات سے یہ بات حاصل نہ ہوتی۔

(۳) ایک صاحب نے توسّل کی حقیقت اور اُسکے جواز وعدم جواز کے متعلق سوال کیا حضرت اقدس نے جواب مین حسب ذیل مبسوط تقریر فرمائی۔ توسُّل لغت مین تقرّب اور نزدیکی کو کہتے ہین۔ قرآن شریف مین ہے وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَةَ یعنی اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل کرو۔ بعض حضرات نے بلادلیل الوسیلة کی شیخ ومُرشد کے ساتھ بالتخصیص تفسیر کی ہے حالانکہ اس خصوصی تفسیر کی کوئی ضعیف دلیل بھی موجود نہین۔ ہان شیخ وسیلہ کے عموم مین آسکتا ہے اور اُس کا ایک فرد بن سکتا ہے کیونکہ وسیلہ کے معنے ہین مایتقرب بہ الی اللہ تعالیٰ یعنی ہر وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرّب حاصل ہو اور چونکہ شیخ سے بھی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اسلئے اسکو بھی وسیلہ کے عموم مین داخل کیا جاسکتا ہے۔ اور کہا جاسکتا ہے کہ اسباب قُرب مین سے ایک شیخ بھی ہے باقی بالتخصیص شیخ کے ساتھ تفسیر کرنا صحیح نہین۔ اور بعض نے تو اس سے بھی زائد غضب کیا۔ کہا کہ وسیلہ سے آیت مین بیعت شیخ مراد ہے یہ تو بالکل تحریف ہی ہے۔ ہان وسیلہ کے عموم مین شیخ کی تعلیم تلقین اور اصلاح داخل ہوسکتی ہے باقی بیعت وہ صرف اس تعلیم وتلقین کی اتباع کا معاہدہ ہے خود وہ اسباب قُرب سے نہین۔ حاصل یہ ہے کہ وسیلہ کے حاصل معنی حق تعالیٰ سے تقرّب حاصل کرنے کے ہین باقی اس توسّل کی ایک خاص صورت بھی ہے یعنی یہ دعا کرنا کہ یا اللہ فلان بزرگ کے وسیلہ سے ہماری فلان مُراد پوری کر۔ اسکو جمہور جائز کہتے ہین اور ابن تیمیہ منع کرتے ہین۔ اور چونکہ اسکی ممانعت کی دلیل نہین چنانچہ عنقریب اسکی تحقیق آتی ہے اسلئے اُس توسّل کو منع کرتے ہین جو استعانت و استغاثہ تک پہنچ جائے۔ کیونکہ اس سے شرک لازم آتا ہے اور ایسے توسّل کو سب علماء منع کرتے ہین اب مین توسُّل کی اس خاص صورت کی حقیقت بیان کرتا ہون اسکے متعلق مجکو بہت دنون تردد رہا کہ ان الفاظ

گے معنے کیا ہین - ایک دفعہ حضرت مولانا گنگوہیؒ سے دریافت کیا کہ حضرت یہ جو کہتے ہین کہ اے اللہ تعالیٰ ہمارا یہ کام فلان بزرگ کے واسطے سے کر دیجئے اسکی کیا حقیقت ہے - اور واسطہ کے کیا معنے - اخیر عمر مین حضرت کی ظاہری بینائی نہین رہی تھی اور آواز سے پہچانا نہین اسلئے دریافت فرمایا کہ کون دریافت کرتا ہے مین نے عرض کیا اشرف علی، حضرت کو میرا نام سنکر اپنے حسن ظن کی وجہ سے تعجب ہوا فرمایا تم پوچھتے ہو؟ مین خاموش ہوگیا اور پھر دریافت نہین کیا کیونکہ مین نے قرائن سے سمجھ لیا کہ حضرت کو اس وقت جواب مین نشاط نہین - لہذا دوبارہ سوال کر کے بار ڈالنا ادب کے خلاف ہے - پھر اسی سلسلہ مین جملہ معترضہ کے طور پر فرمایا کہ تحصیل درسیات مین بھی میرا یہی معمول رہا ہے کہ اُستاد کو جب بشاش نہین دیکھتا تھا تو دریافت نہین کرتا تھا (ماہرین فن تعلیم نے بھی طلبہ کیلئے یہی تجویز کیا ہے) اور دوسرے وقت پر اُٹھار کہتا تھا - اُستاد تو اُستاذ ہے - اُس کا بڑا درجہ ہے - میرا تو یہ دستور ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان پر بھی کسی قسم کا بار ڈالنا پسند نہین کرتا حتے کہ اپنے ذاتی تنخواہ دار ملازمون سے بھی کہہ رکھا ہے کہ اگر تمکو کوئی ایسا کام تبلایا جائے جسکا تم سے بسہولت تحمل ہو اور گرانی ہو تو فوراً مجھے اطلاع کر دینا - مین دوسرا انتظام کر لون گا - چنانچہ ملازمین بعض دفعہ صاف کہہ دیتے ہین کہ یہ کام ہم سے نہین ہو سکتا مین بخوشی دوسرا انتظام کر لیتا ہون - مین ایسی تو رعایتین کرتا ہون لیکن لوگ مجھکو پھر بھی سخت کہتے ہین - اسکے بعد پھر ماقبل کی جانب عود فرماکر بیان فرمایا کہ پھر حضرت سے سوال نہین کیا - چند روز کے بعد ایک روز مین خانقاہ سے مکان جا رہا تھا اور حوض والی مسجد کے قریب پلکھن کے نیچے پہنچا تھا تو خود بخود حضرت کی برکت اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مطلوب سمجھ مین آگیا - الحمد للہ ایسے مواقع خوب یاد ہین جہان پر اس قسم کی علمی نعمتین عطا ہوئی ہین - اسکے بعد اصل مسئلہ کی جانب عود فرمایا کہ اول مین ابن تیمیہؒ کا مذہب بیان کئے دیتا ہون پھر توسل کی حقیقت عرض کرون گا - ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ توسل اعمال صالحہ سے تو مطلقاً جائز ہے اور اعیان مین یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ زندہ ہون تو بایں معنے جائز ہے کہ ان سے دعا کی درخواست کی جاتی ہے اور اموات سے ناجائز کیونکہ وہان یہ معنے متحقق نہین - اور اسپر احادیث سے استدلال کیا ہے - چنانچہ توسل بالاعمال کے جواز پر بخاری کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ تین آدمی ایک غار مین بند ہوگئے تھے اور تینون مین سے ہر ایک نے اپنے ایک ایک عمل سے توسل کیا یعنی اُس کا واسطہ دیکر نجات کی دعا کی - اور وہ دعا قبول ہوگئی - پھر توسل بالاعیان کے متعلق حضرت عمرؓ کا واقعہ لکھا ہے کہ انہون نے استسقا مین حضرت عباسؓ سے توسل کیا جسکے وہی معنے ہین کہ اُن سے دعا کی درخواست کی - اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے توسّل نہین کیا۔ اگر غیر احیاء سے توسّل جائز ہوتا تو حضرت عمرؓ یقیناً حضور ہی کے توسّل کو اختیار فرماتے۔ جمہور علماء نے اس اخیر جزو کے متعلق بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عباس سے اس لئے توسل کیا کہ اُمت کو معلوم ہو جائے کہ حضور کے ساتھ تو جائز ہے ہی غیر نبی کیساتھ بھی جائز ہے نہ یہ کہ موتیٰ کے ساتھ توسّل ناجائز ہے۔ غرض ابن تیمیہ موتیٰ کے ساتھ توسل کو مطلقاً ناجائز کہتے ہین اور جسطرح ابن تیمیہ نے اسکی ممانعت مین غلو کیا ہے اسی طرح بعض جاہل صوفیون نے جانب جواز مین افراط سے کام لیا ہے وہ مُردہ کو مخاطب کر کے اُس سے حاجتین مانگتے ہین اور ایک درجہ یہین ہین ہے کہ مُردہ سے حاجت تو نہ مانگے مگر اُس سے یہ کہے کہ تم ہمارے واسطے دعا کرو سو اسکا بھی کہین ثبوت نہین۔ اور مین اسکو ناجائز تو نہین کہتا لیکن چونکہ ثبوت نہین ہے اسلئے احتیاطاً اس سے احتراز ہی چاہئے۔ ایک مرتبہ اسکے متعلق مولوی حکیم محمد اسمعیل صاحب گنگوہی سے میری تحریری گفتگو بھی ہوئی ہے۔ مین نے ایک مضمون مین یہ لکھا تھا کہ اس قسم کے توسّل کا نافع ہونا اُس وقت ثابت ہو سکتا ہے جب یہ ثابت ہو جائے کہ مُردے دعا کرتے ہین مولوی اسمعیل صاحب نے تلاش کر کے ایسی روایات پیش کین جن مین اموات کا احیاء کیلئے دعا کرنا منقول ہے مگر مین نے جواب مین لکھا کہ احادیث مین صرف اتنا وارد ہے کہ کسی کے ثواب بخشنے پر موتیٰ اُس واہب کی مغفرت کی دعا کرتے ہین۔ تو ان سے ایک خاص موقع پر خاص دعا کا ثبوت ہوا حالانکہ آپ کا دعویٰ عام ہے کہ جس حاجت کیلئے درخواست کی جائے مُردے اُسکے لئے دعا کرتے ہین۔ خاص دلیل سے عام دعویٰ ثابت نہین ہو سکتا ہے یعنی احادیث سے صرف اتنا ثابت ہوا کہ فلان عمل کی وجہ سے وہ فلان دعا کرتے ہین یہ نہین معلوم ہوا کہ جو دعا تم چاہو گے وہ کرینگے۔ لہذا دعویٰ بلا ثبوت ہی رہا۔ مولوی صاحب اسکی کچھ توجیہ کرنا چاہتے تھے۔ مین نے لکھدیا کہ اب مین جواب کی حاجت نہین سمجھتا کیونکہ آپ عموم دعا کی دلیل نہین پیش کر سکے اب آپ کو اختیار ہے خواہ رد کیجئے یا خاموش رہئے۔ دونون کی تحریرین شائع ہو گئی ہین اُن کو دیکھکر ہر شخص خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ کیا عقیدہ رکھا جائے۔ اُسی دوران مین مین نے مولوی صاحب کے صاحبزادہ کو لکھدیا جو مجھ سے دینی تعلق رکھتے ہین کہ اس مسئلہ مین میرا اور تمہارے والد صاحب کا اختلاف ہے۔ کسی ایک صورت پر اتفاق نہین ہوا۔ اب تم مختار ہو چاہے اپنے والد صاحب کا مسلک اختیار کرو۔ چاہے میری تحقیق و رائے کو مانو اُنہون نے نہایت اچھا جواب لکھا کہ والد صاحب کا اور میرا تعلق دنیوی اور حسی ہے اور آپ سے دینی اور معنوی ہے اور یہ مسئلہ بھی دینی ہے اسلئے مین اس مین آپ کے ساتھ ہون۔ اور مولوی محمد اسمعیل صاحب

ہے گو اس مسئلہ مین اختلاف تھا لیکن مجھ سے محبت بہت تھی - جب میرے بعض متعلقین حج کو جا رہے تھے
اور مین بمبئی اُنکو رخصت کرنے گیا تو بمبئی مین اُن کے صاحبزادہ ملے - کہا کہ والد صاحب کا خط آیا ہے اس
مین مجھے بتاکید لکھا ہے کہ مین آسایش کا مکان لیکر اُس مین حضرت کو ٹھہراؤن اور ہر طرح کی خدمت کا
اہتمام رکھون اگر حضرت نے قیام و طعام منظور نہ فرمایا تو وہ مجھپر سخت ناراض ہون گے چنانچہ اُنہون نے
تین سَو روپیہ ماہانہ کے کرایہ کا مکان تجویز کیا اور مین نے اُسی مین قیام کیا - یہ صاحبزادہ اپنے والد کے
بہت فرمانبردار و مطیع تھے - اپنی ساری آمدنی اُن کے سپرد کر دیتے تھے اور خود اگر کسی شے کی ضرورت
ہوئی تو اُن سے کہکر خرچ لے لیتے تھے - ان کی سکونت کا ایک مکان بمبئی مین تھا - اُن کے والد نے
پڑوس کی بے پردگی کی وجہ سے مکان کی ایک کھڑکی بند کر دی تھی - والد صاحب بمبئی سے وطن چلے آئے
اور وہ پڑوسی بھی کہین چلا گیا اُسوقت ان سے کہا گیا کہ اب اس کھڑکی کو کھولدو ہوا آئیگی - اُنہون نے کہا
توبہ توبہ میری کیا مجال کہ جس کھڑکی کو والد صاحب بند فرما گئے ہون اسکو مین کھولدون - دیکھئے باوجودیکہ
والد صاحب کے اس قدر اطاعت گزار تھے لیکن مسئلہ توسّل مین اُن کا ساتھ نہین دیا - اسکے بعد پھر
اصل مضمون کی جانب عَود فرمایا کہ توسّل بالاعمال کو تو ابن تیمیہؒ بھی جائز کہتے ہین - اگر مین اُن کے زمانہ مین
ہوتا یا وہ میرے زمانہ مین ہوتے تو مین نہایت ادب سے عرض کرتا کہ حضرت اس توسّل بالاعمال کی حقیقت
ہے کیا - میری سمجھ مین تو اسکی یہ حقیقت آئی ہے کہ جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ اے اللہ فلان عمل کے طفیل
و صدقہ مین یہ کام کر دے تو اسکے یہ معنے ہوتے ہین کہ اے اللہ یہ عمل آپ کے نزدیک محبوب ہے اور
آپ کا وعدہ ہے کہ آپکے عمل محبوب سے جسکو تلبس ہو اُسپر خاص رحمت ہوتی ہے اور اس عمل کے ساتھ
ہمکو بھی کسب و صدور کا تلبس ہے - لہٰذا اس تلبس پر جو وعدہ رحمت کا ہے ہم آپ سے اُس رحمت کو طلب
کرتے ہین - اس حقیقت کو سامنے رکھکر اگر کوئی توسّل بالاعیان بھی کرے تو توسّل بالاعیان اور توسّل بالاعمال
مین کیا فرق ہے کیونکہ خواہ وہ اعیان احیا ہون یا اموات کیونکہ اب اس توسّل بالاعیان کا حاصل یہ ہوگا کہ اے
اللہ یہ بزرگ زندہ یا مُردہ آپکے محبوب ہین اور آپ کا وعدہ ہے کہ آپکے محبوب سے جسکو تلبس ہو اُس پر رحمت
ہوتی ہے اور ہمکو ان بزرگ کیساتھ عقیدت و محبت کا تلبس ہے اسلئے ہم آپ کی اُس رحمت موعودہ
کے طلبگار ہین - اب فرمائیے کہ اس مین احیاء اور اموات کا کیا فرق رہ گیا - مجکو یقین ہے کہ اس حقیقت
کے واضح ہو جانے کے بعد ابن تیمیہ اگر زندہ ہوتے تو علی الاطلاق توسّل بالاعیان الموتیٰ کی ممانعت سے رجوع فرما لیتے

مگراب بھی مین اُن کے قول کی یہ توجیہ کرتا ہون کہ توسّل ممنوع سے مُراد اُن کی وہ توسّل ہے جو فریاد و استغاثہ تک پہنچا ہوا ہو۔ اور مطلقاً توسّل بالموتیٰ کی ممانعت نہین کرتے ہین یا یہ توجیہ کی جائے کہ توسّل ممنوع تو وہی توسّل ہے جو فریاد و استغاثہ کی شکل مین ہو مگر اُنہون نے سدّاً للباب مطلقاً ممانعت کردی تاکہ عوام جائز توسّل سے ناجائز مین نہ پھنس جائین۔ کیونکہ توسّل صرف مباح اور جائز ہی ہے۔ مقاصد و واجبات سے تو ہے نہین اور جس جائز امر سے فتنہ و گمراہی کے پھیلنے کا اندیشہ ہو اگر اہل علم اُس سے روک دین تو کچھ مضائقہ نہین۔ خُلاصہ یہ ہے کہ نہ مطلقاً توسّل بالموتیٰ کی ممانعت ہے جیسے ابن تیمیہ کا ظاہر قول ہے اور نہ یہان تک جواز کا ثبوت ہے کہ اُن سے حاجات یا بدرجۂ احتیاط دعا کی درخواست کی جائے۔ بیچ بیچ مین درجہ وہ ہے جسکو مین نے بیان کردیا کہ اُن کے طُفیل سے دُعا کرلی جاوے جسکی حقیقت طلب رحمت موعودہ بالتلبس ہے خواہ تلبس صدور کا ہو کما فی الاعمال خواہ محبت کا ہو کما فی الاعیان پس اعتدال پر رہکر افراط و تفریط سے بچنا لازم ہے۔

(۴) ایک صاحب نے سماع موتیٰ کے متعلق دریافت کیا۔ فرمایا کہ اہل کشف تو عموماً سماع موتیٰ کے قائل ہین اور اس مسئلہ مین مین اُنہین کا معتقد ہون۔ کیونکہ مجھے ظن غالب ہے کہ موتیٰ سُنتے ہین۔ دیکھئے حدیث مین صاف وارد ہے وانہ لیسمع قرع نعالھم یعنی مُردہ گورستان مین آنے والون کے جوتون کی آواز سُنتا ہے اور خبر واحد موجب ظن ہی ہوسکتی ہے۔

(۵) ایک گفتگو کے دوران مین فرمایا فقہاء جنکو لوگ خشک کہا کرتے ہین وہ کس قدر ادب کی بات فرماتے ہین۔ ہر شخص کی میّت کے ساتھ وہ معاملہ کرنا چاہئے جو اُسکے ساتھ اُسکی حیات مین کرتے۔ مثلاً زندگی مین یہ شخص ازراہ ادب اُن سے جتنے فاصلہ سے بیٹھا کرتا تھا اُسکی قبر سے بھی اُتنا ہی فاصلہ رکھنا چاہئے فقہاء حکمائے اسلام مین سے ہین وہ خشک تھوڑا ہی تھے۔ اُنہون نے جہان زیادہ روک تھام کی ہے عوام کی اصلاح کے لئے کی ہے۔

(۶) فرمایا مولانا گنگوہیؒ سے ایک صاحب نے تصورِ شیخ کے متعلق سوال کیا کہ جائز ہے یا نہین۔ فرمایا حرام ہے۔ اور ایک صاحب کو خود تصورِ شیخ کی ترغیب دی۔ واقعہ یہ ہے کہ مریض اور اُسکا مزاج جیسا ہوتا ہے ویسی ہی دوا بتائی جاتی ہے۔ شریعت کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ بعض اوقات انسان کسی غلط فہمی وغیرہ کی وجہ سے حدود و قیود کی رعایت نہین کرتا ہے تو جو شے فی نفسہٖ جائز تھی اُسکے

لئے اس رعایت نہ کرنے سے وہ جائز نہیں رہتی ہے۔ یہی حال تصور شیخ اور دوسرے خاص مسائل کا ہے کہ خاص شروط کیساتھ جائز ہیں۔ اگر اُن شروط کی رعایت نہ کی جائیگی تو ناجائز ہو جائینگے۔ اور یہ عدم جواز قاعدہ تو اُن ہی کی ساتھ خاص ہوگا جو رعایت نہیں کرتے۔ مگر چونکہ اکثر لوگ غلو بھی کرنے والے ہیں اسلئے علی العموم ممانعت کردینا مناسب ہوتا ہے۔

(۷) فرمایا ایک شیخ طریق نے مجھ سے کہا کہ آپ چشتی ہوکر سماع کے منکر ہیں آپ کیسے چشتی ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ بتلائیے کہ روح طریقت کی کیا ہے۔ فرمایا مجاہدہ یعنی نفس کی مخالفت۔ پھر میں نے پوچھا کہ سماع کو آپ کا دل چاہتا ہے۔ فرمایا جی ہاں۔ میں نے کہا کہ میرا دل بھی سماع کا بہت مشتاق ہے مگر میں نہیں سُنتا اور آپ سُنتے ہیں۔ اب فرمائیے مجاہدہ آپ کرتے ہیں یا ہم لوگ یہ سنکر فرمایا کہ آج سماع کی حقیقت معلوم ہوئی۔ اور سماع چھوڑ دیا۔ پھر مجھسے درخواست کی کہ حضرت حاجی صاحب سے بیعت کرادو چنانچہ بذریعہ خط بیعت ہوگئے۔ یہ بزرگ صاحب تصانیف بھی تھے۔ سماع کے متعلق سہل فیصلہ یہ ہے کہ یہ مقاصد اور ضروریات طریق سے نہیں اور اکثر لوگ حد سے بڑھ جاتے ہیں اسلئے احتیاط ہی اسلم ہے۔

(۸) فرمایا کسی شخص کو ظنًا تو جنتی یا دوزخی کہہ سکتے ہیں مگر قطعًا نہیں کہہ سکتے۔ حدیث شریف میں ہے لا یزکی علی اللّٰہ احدًا او احسب کذا و اللّٰہ حسیبہ۔ او کما قال۔ اسی طرح کسی شخص کو ظنًا ولی اللّٰہ کہنا اور سمجھنا جائز ہے ہاں یقین کرنا کہ فلاں شخص ولی اللّٰہ ہے صحیح نہیں۔ کیونکہ ولایت کا حاصل ہے قُرب باللّٰہ۔ اور اسکو سوائے اللّٰہ کے کون جا سکتا ہے۔ البتہ کسی شخص کو بالیقین شیخ کہنا اور سمجھنا جائز ہے کیونکہ طریق تربیت ایک فن ہے اور اس فن کے جاننے والے کو شیخ کہتے ہیں۔ اور فن جاننے کا علم مشاہدہ سے ہو سکتا ہے۔ اسلئے فن داں کو بالیقین شیخ کہنے میں مضائقہ نہیں۔

(۹) فرمایا ایک مرتبہ مجھ سے ایک صاحب نے دریافت کیا کہ تجدی مُقلد ہیں یا غیر مقلد۔ میں نے کہا نہ یہاں کے مقلدوں کی طرح مقلد ہیں اور نہ یہاں کے غیر مقلدوں کی طرح غیر مقلد ہیں۔ بین بین حالت ہے۔

(۱۰) ایک صاحب کا خط آیا لکھا تھا کہ میں نے مکاتبت میں بہت تغافل سے کام لیا ہے مدت سے کوئی عریضہ روانہ نہیں کیا۔ اسی وجہ سے بہت مصائب میں مبتلا رہا۔ انشاء اللّٰہ آیندہ اس سلسلہ مکاتبت کو برابر جاری رکھونگا۔ اور گذشتہ کی معافی چاہتا ہوں۔ حضرت اقدس نے جواب میں تحریر فرمایا کہ کیا دفع مصائب کی غرض سے مکاتبت کا ارادہ ہوا ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر ان کا ایسا ارادہ ہو تو نفع کیا ہوگا

مقصود خط کتابت سے صرف اصلاح نفس ہونا چاہیئے۔

(۱۱) فرمایا گنگوہ کے اکثر پیرزادے مولانا گنگوہی کے بہت معتقد ہو گئے تھے۔ مگر مولانا اُنکو بیعت نہین کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ بدعتی کتنا ہی متقی ہو جائے اکثر اُسکے دل سے بدعت نہین نکلتی ہے کچھ نہ کچھ اثر ضرور رہتا ہے۔ اسلئے مین پیرزادون کو سلسلہ مین داخل نہین کرتا (۱۹ نادر)

(۱۲) فرمایا حضرت مولانا گنگوہیؒ کے یہان سماع کے متعلق فتوی مین تنگی تھی مگر دوسرون کی ساتھ معاملہ مین توسُّع تھا۔ مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی حضرت حاجی صاحبؒ کے خلیفہ ومجاز تھے۔ اخیر عمر مین سماع کی عادت ہوگئی تھی مگر حضرت مولانا نے اُنکے متعلق فرمایا تھا کہ معذور ہین۔

بعد عصر شنبہ ۱۰ ستمبر ۱۹۳۳ء برمکان جناب حاجی دلدار خان صاحب رئیس کانپور

(۱۳) ایک صاحب مجلس مین ہاتھ باندھے ہوئے بیٹھے تھے حضرت اقدس نے اُن کو دیکھکر فرمایا کہ اس خاص نشست مین کیا مصلحت ہے۔ ایسی باتون سے دوسرون پر بار پڑتا ہے۔ لوگ عقیدت ظاہر کرنے کے لئے اس قسم کی لغو باتین کرتے ہین۔ ان تکلفات نے ناس کردیا ہے۔ زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ کوئی ان باتون پر روک ٹوک نہین کرتا۔ کہین ان پر دار وگیر نہین ہوتی۔ آج کل تو اہل حق کی حالت بھی بہت ابتر ہو رہی ہے۔ ایک شیخ کا واقعہ سنکر حیرت ہوئی کہ اُن کے کسی معتقد نے جوش عقیدت مین اُن کے پاؤن چوم لئے تو وہ حاضرین کو مخاطب کرکے فرماتے ہین دیکھو اعتقاد ومحبت اسکو کہتے ہین۔ بجائے ممانعت کے یہ فرمایا۔ ان تکلفات کو رواج دیا جاتا ہے۔ لوگون مین اعتدال بالکل نہین ہے۔ ہر چیز مین حدود سے باہر ہو جاتے ہین۔ اگر ادب کرتے ہین تو اتنا کہ وہ تکلّف ہو جاتا ہے۔ اور بے تکلفی کرتے ہین تو اتنی کہ بے ادبی بن جاتی ہے۔ غرض یا افراط ہے یا تفریط۔ اعتدال عنقا ہے۔ حالانکہ ہر شے مین حدود وقیود کی رعایت ضروری ہے تاکہ اعتدال قائم رہے۔

(۱۴) فرمایا ہمیشہ سے میرا معمول ہے کہ اگر کوئی شخص مجکو کہانے کیلئے مدعو کرتا ہے تو مین تنہا جاتا ہون کسی کو ساتھ نہین لیجاتا۔ سفر مین بھی ہمیشہ اسی قاعدہ پر کاربند رہا ہون۔ اگر کبھی کسی ضرورت کی وجہ سے کسی کو ساتھ لیا ہے یا کوئی اپنی خوشی سے میرے ہمراہ ہوگیا ہے تو اُسکا بار بُلانے والے پر کبھی نہین ڈالا۔ اُسکے طعام وغیرہ کا انتظام علیحدہ کیا گیا۔ اگر میزبان نے ہمراہی کے قیام وغیرہ پر اصرار بھی کیا تو مین نے صاف کہدیا کہ بجائے مجھ سے کہنے کے اُن سے خود براہ راست کہئے۔ مجکو واسطہ نہ بنائیے۔ اگر وہ مجھ سے

اجازت مانگین گے تو جو مصلحت ہو گی دیکھا جائے گا۔ اسی طرح ہم اہیون کو اس کی ممانعت تھی کہ وہ بلا اجازت کسی کی دعوت قبول نہ کریں جب میزبان اُن سے مستقل طور پر درخواست کرتے تھے اور وہ مجھ سے اجازت مانگتے تھے تو مصالح پر نظر کرکے کسی کو اجازت مل جاتی تھی اور کسی کو نہین۔ اس معمول مین بہت سی مصلحتین ہین۔ مین کسی کو اپنا طفیلی بنانا نہین چاہتا۔ میزبان کی اجازت سے تو اسلئے کہ اس سے مہمان کی ذلت ہوتی ہے اور بلا اجازت اسلئے کہ اس سے دوسرے کو گرانی اور خود کو ذلت ہوتی ہے اور کسیکو گران بار کرنا اور خود ذلیل ہونا دونون باتین ناجائز ہین۔ لوگون نے دعوت کے معاملہ مین بہت گڑبڑ کر رکھی ہے۔ ایک صاحب اچھے خاصے نیک و بزرگ آدمی تھے۔ اُن کا دستور تھا کہ جب کوئی دعوت کرتا تو قبول فرمالیتے اور گھر سے جب روانہ ہوتے تو راستہ مین جو شناسا بھی ملتا تھا اُس سے بلا تکلف فرماتے تھے کہ بھائی دعوت ہے چلو۔ غرض دعوت ہوتی ایک کی اور جمع ہو جاتے دس بیس۔ میزبان اس ہجوم کو دیکھکر بہت گھبراتا تھا اور فوری انتظام یہ کرتا تھا کہ بازار سے پوری کچوری وغیرہ لاکر ان ناخواندہ مہمانون کی مصیبت ٹالتا تھا۔ اسپر لُطف یہ تھا کہ میزبان کی تو گرہ کھلتی تھی اور مُرید و معتقد یہ اُڑاتے تھے کہ پیر صاحب بڑی برکت والے ہین کہ ایک آدمی کا کھانا دس بیس کو کافی ہو گیا۔ تعجب ہے کہ ان بزرگ کی نظر اس امر پر نہ گئی کہ دعوت مین اپنے ہمراہ غیر مدعو کو بلا اجازت میزبان لے جانا حرام اور ناجائز ہے ان احتیاطون کو لوگون نے بالکل چھوڑ ہی دیا ہے۔

(۱۵) فرمایا ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ اپنا کسی قسم کا بار دوسرون پر نہ ڈالتے تھے بلکہ خود بقدر استطاعت دوسرون کی اعانت فرماتے تھے۔ اپنے حواشی کی مثنوی کی اشاعت کے لئے مولانا احمد حسن صاحب کانپوری کو اپنی جیب سے ایک ہزار روپیہ نقد مرحمت کیا اور فرمایا کہ فی الحال اس سے کام شروع کرو۔ پھر انشاء اللہ اور انتظام ہو جائے گا۔ نیز حصۂ اول کی اشاعت کی رقم سے بھی کام چلنے کی امید ہے۔ اسکے چند روز بعد مولوی صاحب سے فرمایا کہ مین یہ رقم ہبہ کرتا ہون۔ تاکہ حساب و واپسی کا جھگڑا ہی نہ رہے۔ اسی طرح حضرتؒ نے رسالہ ارشاد مُرشد میری معرفت چھپوانا چاہا اور فرمایا چھپائی کے دام مین دونگا۔ عبد الرحمٰن خان صاحب مالک مطبع نظامی نے چھاپ کر پیش کیا اور کہا کہ مین لاگت نہین لینا چاہتا۔ چونکہ مخلص اور معتقد تھے اسلئے مین نے بھی اصرار نہین کیا بلکہ حضرت کو اطلاع کر دی اور بطور سفارش کے عرض کیا کہ وہ بہت سخی ہین انکو گرانی نہ ہو گی۔ فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے عبد الرحمٰن خان صاحب بہت حریص اور بخیل ہین کہ دین دنیا دونون کی دولت حاصل کرنا چاہتے ہین۔ کسی کو ثواب آخرت بھی نہین کمانے دیتے۔ حضرت حاجی صاحب اگر کسی سے کوئی فرمائش کرتے تھے

تو دام ضرور ادا فرماتے تھے وہ دوسرے پیرون کی طرح لینے والے پیر نہ تھے بلکہ اورون کے برخلاف دینے والے پیر تھے۔ ایک مرتبہ ایک دم چھ ہزار روپیہ حضرت کے پاس آیا آپنے فوراً اس خطیر رقم کو ایک شریف حاجتمند کو یکمشت دیدیا۔ پھر اسی سلسلہ مین فرمایا کہ ایک مولوی صاحب حضرتؒ کی خدمت مین مختلف ہدایا لائے لیکن ایک دم پیش نہین کئے بلکہ روزانہ ایک ہدیہ پیش کیا کرتے تھے۔ حضرت کو یہ تصنّع اور روز کا اظہار ناگوار ہوا مگر لُطف سے فرمایا کہ مولوی لوگ بڑے عقلمند ہوتے ہین روزانہ ایک ہدیہ دیتے ہین تاکہ ہر دن دعا ملے۔ مولوی صاحب اس لطیف اشارہ کو سمجھ گئے اور باقی اشیا ایک ساتھ پیش کردین۔ قصبہ تیترون ضلع سہارنپور کی دو بڑھیان جو حضرت کی معتقد تھین۔ مکہ معظمہ پہنچ گئین واپسی کے وقت اُن کے پاس کچھ نہین رہا۔ حضرت کو معلوم ہوا تو دونون کے لئے بمبئی تک کا جہاز کا خود انتظام فرمادیا اور بمبئی سے وطن تک کے لئے بمبئی کے ایک مخلص سیٹھ کے نام خط تحریر فرمادیا کہ ان دونون عورتون کو وطن تک پہنچانے کا انتظام کردین۔ حضرت نے یہ خط مجھے دیا کہ تم اسی جہاز سے جارہے ہو لہذا یہ خط فلان سیٹھ صاحب کو پہنچادینا۔ مین نے بمبئی پہنچکر عام مسافرخانہ مین قیام کیا اور چند ساتھیون کے ہمراہ ان سیٹھ صاحب کے دوکان تک گیا مگر اس سے غیرت آئی کہ ان سے پہلے سے تو تعارف ہے نہین اب یہ خط لیکر کیسے ملون جس مین سوال ہے گو اپنے لئے نہین مگر پھر مین اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی سے قریب کی ایک مسجد مین بیٹھ گیا اور ایک رفیق کی معرفت خط سیٹھ صاحب کے پاس بھیجدیا۔ اور اُس رفیق سے کہدیا کہ اگر خط دیکھکر وہ ملاقات کا اشتیاق ظاہر کرین اور تمہارے ساتھ تعظیم و تکریم سے پیش آئین اور دریافت کرین تو کہدینا کہ اشرف علی مسجد مین ہے۔ اور اگر وہ بے رُخی سے ملین تو میرا پتہ بھی ندینا۔ سیٹھ صاحب نے خط دیکھکر سر پر رکھا آنکھون سے لگایا۔ اور بہت محبّت و تعظیم سے اُن کے ساتھ پیش آئے اور اپنے لڑکے کو بھیجکر مجکو بلوایا جب مین گیا بہت محبت سے پیش آئے اور فوراً ہی کہا کہ مجھے کچھ خلوت مین عرض کرنا ہے۔ مین اُن کے ساتھ علیحدہ ہوگیا۔ اُنہون نے تمام امور خانہ داری کا کچا چٹھا بیان کرکے مسئلہ دریافت کیا مشورہ لیا۔ مین نے کہا کہ آپنے مجکو ایسی جلدی امین کیسے سمجھ لیا کہ یہ صحیح رائے دیگا۔ حالانکہ پہلے کبھی آپ سے ملاقات نہین ہوئی۔ فرمایا کہ میرے دل نے گواہی دی۔ مین شام تک اُنہین کے دوکان پر رہا۔ پھر سواری پر مجکو لیکر مسافرخانہ مین آئے اور راستہ مین پھل وغیرہ خریدتے ہوئے آئے۔ مین نے عذر بھی کیا لیکن وہ مانے نہین۔ پھر دوسرے دن سوار کرنے کیلئے بیچارے اسٹیشن

پر بھی آئے۔ میں نے متوی طور پر اپنے ٹکٹ کے دام بھی دے۔ اُنہوں نے اُن عورتوں کے ٹکٹ بھی خریدے اور بلا میری اطلاع میرا ٹکٹ بھی خرید لیا۔ اور عین گاڑی کی روانگی کے وقت دام واپس کئے۔ حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ میرا ٹکٹ بھی انہوں ہی نے اپنے پاس سے خریدا ہے اور مجھ پر ظاہر نہیں کیا۔ بہت محبت اور خلوص کے آدمی تھے۔ خلوص و محبت میں اظہار نہیں ہوتا ہے۔ صرف محبوب کے نفع و راحت پر نظر ہوتی ہے خواہ محبوب کو خبر بھی نہ ہو۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ بمبئی سے روانگی کے وقت ایک عجیب واقعہ ہوا۔ مولوی صادق الیقین صاحب کرسوی بھی ہمراہ تھے اُن کے پاس سامان زائد تھا جسکا محصول بہت ہوتا تھا۔ اُن کو طبعًا ناگوار ہوا کہ اتنا محصول دینا ہوگا۔ میں نے کہا کہ صاحب یہ حق شرعی ہے اسکو خوشی سے ادا کیجئے۔ ناگواری کے ساتھ ادا کرنا مناسب نہیں۔ مولوی صاحب نے محصول ادا کر کے رسید لے لی مگر طبعی ناگواری ضرور ہوئی۔ اتفاقًا دو چار اسٹیشن کے بعد مولوی صاحب کا ٹکٹ گم ہو گیا۔ بہت پریشان ہوئے۔ میں نے دریافت کیا کہ سامان کی بلٹی تو موجود ہے۔ کہنے لگے کہ ہاں۔ میں نے کہا کہ پھر پریشان ہونے کی کیا وجہ ہے۔ آپ کے ٹکٹ کے نمبر اس میں درج ہیں جو کافی ثبوت ہے ٹکٹ خریدنے کا یہ سنکر مولوی صاحب خوش ہوئے اور لکھنؤ تک اسی بلٹی کی بدولت نہایت اطمینان سے پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں پر خاص فضل فرماتا ہے چنانچہ مولوی صاحب کو واضح کرا دیا کہ سامان کے محصول کے ادا کرنے سے ناگواری نہ ہونی چاہیے تھی۔ امور شرعیہ کی پابندی سے اخروی نجات کیساتھ دنیوی نفع بھی ہوتا ہے۔

(۱۶) وصیؔ صاحب نے ذکر کیا کہ میں نے سنا ہے کہ ایک بزرگ ریاست رامپور گئے۔ نواب صاحب نے بیحد تعظیم کی۔ پھر مولانا نے ریاست میں ملازمت کر لی۔ نواب صاحب نے دوسری ملاقات کے وقت اتنی تعظیم نہ کی۔ مولانا فورًا استعفا دیکر چلے آئے اور پھر تمام عمر نہیں گئے کہتے تھے کہ اگر ملازمت سے دین کی وقعت نہیں رہتی ہے تو بھوکا رہنا گوارا ہے اور یہ بے وقعتی گوارا نہیں یہ سنکر حضرت اقدس نے فرمایا غیرت پسندیدہ اور مامور بہ وہی ہے کہ دین کی ذلت کو گوارا نہ کیا جائے۔

(۱۷) فرمایا مال کا نشہ بھی بُرا ہوتا ہے۔ آدمی مال کی وجہ سے دوسروں کی تذلیل کرنے لگتا ہے اور اپنے آپ کو تمام قواعد سے مُستثنیٰ سمجھتا ہے کہ سب ہمارے غلام ہیں جو چاہیں کریں کوئی روک ٹوک کرنے والا نہیں۔ مالی گاؤں بمبئی کے قریب ایک جگہ ہے۔ وہاں کے ایک تاجر چرم جو مجھ سے بیعت تھے مع اپنے ایک رفیق کے تھانہ بھون آئے۔ میں نے پہچانا نہیں اسلئے دریافت کیا مگر بالکل خاموش رہے

مین نے اُنکے رفیق سے پوچھا اُنہون نے کہا کہ یہ تو آپ کا نام سنکر اپنے حواس مین بھی نہین رہتے۔ بیہوش ہو جاتے ہین اور بعض دفعہ گر پڑتے ہین۔ غنیمت ہے کہ اس وقت بیٹھے تو ہین۔ بولتے تو کیا۔ خیر رفیق نے تعارف کرا دیا۔ اسکے بعد اُن تاجر صاحب نے دس(۱۰) روپے کا نوٹ پیش کیا۔ مین نے کہا کہ آپ سفر مین ہین۔ یہان دینا مصلحت نہین ممکن ہے کہ آپکو کوئی ضرورت پڑ جائے۔ ایسا ہی اصرار ہے تو مکان جاکر بشرط گنجایش بھیجدینا۔ اُنہون نے زائد اصرار کیا تو مین نے یہ خیال کرکے قبول کر لیا کہ کہین بیہوش ہوکر نہ گر پڑین جو پریشانی کا باعث ہو۔ ظہر کی نماز کے بعد اُنہون نے ایک مسئلہ پوچھا مین نے بتا دیا۔ اسپر آپنے معارضہ کیا کہ فلان کتاب مین تو اسکے خلاف لکھا ہے۔ مین نے کہا کہ اگر تم کتاب کے مسئلہ کو صحیح جانتے تھے تو مجھ سے کیون پوچھا اور اگر مجھ پر اعتماد ہے تو پھر معارضہ کیون کیا۔ اسکے بعد مین نے غور کیا کہ یا تو یہ بالکل ایسے خاموش تھے کہ منہ سے آواز بھی نہین نکلتی تھی بات کا جواب بھی نہین دیتے تھے یا اب اس بیباکی سے گفتگو کرنے لگے اسکی کیا وجہ ہے۔ معاً خیال آیا کہ یہ سب دس(۱۰) روپیہ کی برکت ہے تاجر صاحب نے خیال کیا کہ دس روپیہ دیکر مجکو خرید لیا اور تمام قواعد سے مستثنےٰ ہو گئے۔ مین نے وہ نوٹ نکال کر واپس کیا اور کہا کہ اب خوب جی کھول کر مسائل پوچھئے اور اعتراضات کیجئے مجھے کچھ گرانی نہ ہوگی۔ اسکے بعد حسب سابق وہ پھر گُم ہو گئے اور ایک مسئلہ بھی نہ پوچھا۔ وہ سارا زور نذرانہ کی وجہ سے تھا۔ روپیہ کو لوگ خدا جانے کیا خیال کرتے ہین۔ ایک اور واقعہ یاد آیا۔ کُرسی ضلع بارہ بنکی کے قریب ایک موضع ہے انواری۔ وہان کے ایک صاحب میرے مُرید تھے۔ اتفاقاً میرا کرسی جانا ہوا اور لوگ ملے مگر وہ ملنے نہین آئے۔ بعض لوگون نے اُن سے کہا تمہارے پیر آئے ہین تم ملنے نہین گئے۔ شاید اُن کو خیال ہو (حالانکہ یہ گمان بالکل غلط تھا) جواب مین ارشاد ہوا کہ جہان دو(۲) روپے پیش کئے سب ناراضی کافور ہو جائیگی۔ خیر جب مین کرسی سے لکھنؤ کو واپس ہونے لگا تو وہ گانون رستہ پر ہے وہان سڑک پر ملے اور اُنھون نے مجمع کے سامنے دو روپے پیش کئے۔ چونکہ یہ بزرگ وہان کے زمیندار اور رئیس تھے اسلئے مین نے خاموشی سے لے لئے تاکہ انکار سے ان کی سُبکی نہ ہو۔ مگر جب سب رخصت ہو گئے مین نے وہ دونون روپے لکھنؤ پہونچکر مولوی صادق الیقین صاحب کو دیدئے کہ اُنہین تنہائی مین پہنچا دیجئے گا تاکہ اُن کی عزت محفوظ رہے اور میری طرف سے کہدیجئے گا کہ جو شخص دو(۲) روپیہ لیکر خوش ہو جاتا ہو اُسکو دیدینا یہ نشہ ہے روپیہ کا۔

(۱۸) فرمایا سفارشی مریدین بہت گڑ بڑ کرتے ہین اکثر بدسلیقہ ہوتے ہین۔ مین پہلے اکابر اور مخلص احباب کی سفارش سے بعض لوگون کو بیعت کر لیا کرتا تھا۔ اور اُس وقت بہت بااخلاق مشہور تھا۔ لیکن مین نے تلخ تجربات سے مجبور ہو کر سفارشی بیعت کو چھوڑ دیا اسلئے اب بداخلاق مشہور ہو گیا واقعہ یہی ہے کہ سفارشی مُرید اکثر مہمل ثابت ہوتا ہے۔ اگر مہمل نہ ہوتا تو کسی کو سفارشی نہ لاتا۔ اسکے معنے تو یہ ہوئے کہ نیازمندی سے عار ہے۔ دوسرون کے ذریعے سے زور ڈال کر کام نکالنا چاہتا ہے۔ دوستون کو بھی چاہئے کہ اس قسم کے معاملات مین سفارش نہ کیا کرین سفارش سے وہ مقصود فوت ہو جاتا ہی جسکے لئے بیعت کی جاتی ہے۔

(۱۹) دعوت و طعام کے تذکرہ پر فرمایا کہ ہر جگہ کا مذاق مختلف ہے۔ گوشت ہی کو لے لیجئے۔ کہین تقریباً خام کہین نیم پخت۔ کہین بالکل گلا کر اور کہین بھون کر کھاتے ہین۔ دعوت کرنے والیکو چاہئے کہ جسکی دعوت کرے اُسکے مذاق کی رعایت کرے جسکا سہل طریق یہ ہے کہ اُسی سے پوچھ لیا جائے۔ اُسکو اپنے مذاق کا تابع نہ بنائے۔ اسکے متعلق شیخ اصغر علی صاحب تاجر عطر لکھنؤ نے جو بڑے مدبر و دانشمند تھے خوب تفصیل فرمائی تھی کہ دعوت کی تین قسمین ہین۔ اعلیٰ۔ اوسط۔ ادنیٰ۔ اعلیٰ تو یہ ہے کہ نقد دام دیدئے جائین کہ جب چاہے کھاؤ اور جو چاہے کھاؤ یا اور کہین ضرورت مین صرف کر لو۔ اور اوسط یہ ہے کہ جنس دیدی جائے کہ جب چاہے کھاؤ اور جس طرح چاہے استعمال کرو۔ اور ادنیٰ یہ ہے کہ پکا کر کھلایا جائے جس مین عموماً یہ ہوتا ہے کہ وقت سے بے وقت ہو جاتا ہے۔ خلاف معمول کھانا پڑتا ہے۔ مُفید و مُضر چیزون کا اہتمام نہین ہوتا۔ پھر طرہ یہ کہ لینے تو جائیگی سواری اور واپسی پر سید ہا راستہ بتا دیا جائے گا۔ اسی سلسلہ مین فرمایا ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب نے میری دعوت کی تھی۔ مین فرش پر بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا اور حضرت چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ مجکو ایک بزرگ نے وصیت کی تھی کہ کسی کی دعوت نہ کرنا۔ یہ سُنکر مجکو وسوسہ ہوا کہ پھر میری دعوت حضرت نے کیون کی۔ حضرت نے فوراً فرمایا کہ تم یہ خیال نہ کرنا کہ تمہاری دعوت ہے تمہارا تو یہ گھر ہے۔ جسطرح گھر کھایا اُسی طرح یہان۔ دعوت وہ ہے جس مین تکلفات ہون۔ وقت سے بے وقت ہو۔ خلاف معمول ہو۔ یہان کچھ بھی نہین۔

(۲۰) فرمایا ایک مرتبہ نواب صاحب ڈھاکہ نے کہا کہ مین تھانہ بھون حاضر ہونا چاہتا ہون۔ مین نے کہدیا کہ دو باتون کے لئے طیار ہو کر آئیے ایک یہ کہ مکان آپ کی شان کی لائق نہ ہوگا دوسرے کھانا

آپ کی شان کے لائق نہ ہوگا۔ اسکے جواب مین اُنہون نے کہا کہ مین تو سبز ترکاریان کھانے اور جنگل مین درختون کے نیچے زندگی بسر کرنے والا ہون۔ ایک زمانہ مین نواب صاحب کی اپنے والد صاحب سے کچھ چشمک ہوگئی تھی جسکی وجہ سے کچھ دنون سخت مصائب کا مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ اس جواب مین اُنہین مصائب کی جانب اشارہ تھا۔ اُسکے بعد نواب صاحب دہلی کے دربار مین شامل ہوئے۔ فرصت کے وقت تھانہ بھون آنے کا گمان غالب تھا۔ مگر اتفاقاً قدم مین پھوڑا نکل آیا جسکی وجہ سے تھانہ بھون نہ آسکے۔ ایک مرتبہ ایک بزرگ کسی صاحب کے یہان مہمان ہوئے۔ اُنہون نے کئی قسم کے کھانے ایک وقت مین طیار کرائے اُن بزرگ نے فرمایا کہ کھانا تو بہت اچھا تھا لیکن آپ کو کھلانا نہین آیا۔ آپ کو چاہئے تھا کہ ایک ایک وقت ایک ایک کھانا کھلاتے تاکہ مین زیادہ قیام کرتا اب مین جلد ہی چلا جاؤنگا کیونکہ ان تکلفات سے گرانی ہوتی ہے۔ اسی سلسلہ مین فرمایا کہ جونپور مین مولوی ابوبکر صاحب نے میری دعوت کی اور دریافت کیا کہ جو کھانا مرغوب ہو بتا دیجئے تاکہ وہی پکوایا جائے۔ یہ بات سب سے پہلے مین نے اُنہین سے سُنی میرا جی بہت خوش ہوا۔ ماشاءاللہ بہت سلیم الطبع شخص ہین۔ مین نے کہا کہ گوشت خواہ بکری کا ہو خواہ گائے کا اُس مین لوکی ڈلوا دیجئے۔ روٹی سادی بغیر گھی کے ہونا چاہئے۔ پھر پوچھا کہ سالن مین گھی کیسا ہو۔ مین نے کہا کہ تھوڑا۔ مین زیادہ گھی نہین کھاتا ہون۔ پھر کہا کہ مرچ کیسی ہو۔ مین نے کہا کسی قدر تیز ہو۔ اُنہون نے فرمایش کے مطابق کھانا کھلایا۔ اگر صرف ایک کھانا پکایا جائے تو عمدہ بھی پکتا ہے اور بیفکری سے کھایا جاتا ہے۔ اور زیادہ قسم کے کھانون کے تیاری مین بعض اوقات سب کے سب خراب ہو جاتے ہین۔ اسکی مثال اس واقعہ سے سمجھئے کہ ایک آدمی ہر دل عزیز تھا۔ ہر شخص کو خوش رکھنا چاہتا تھا۔ ایک مرتبہ دریا پر پہونچا دیکھا کہ دریا کے دونون کنارون پر دو معذور شخص بیٹھے ہوئے رو رہے ہین۔ ایک اس طرف آنا چاہتا تھا۔ دوسرا اُس طرف جانا چاہتا تھا۔ یہ شخص قریب والے کو کندھے پر بٹھا کر دریا مین اُتر گیا۔ بیچ مین پہنچکر خیال کیا کہ یہ تو آدھی دور آگیا اب دوسرے کا حق ہے۔ آپ اُس بیچارے کو بیچ مین چھوڑ دوسرے کو لانے جب وہ بیچ تک پہونچا دیکھا کہ وہ پہلا ڈوب رہا ہے۔ آپ دوسرے کو چھوڑ اُسکو بچانے آئے مگر وہ پہنچنے سے پہلے ہی ڈوب چکا تھا۔ اب دوسرے کو دیکھا کہ وہ ڈوب رہا ہے اُسکے بچانے کو چلے وہ بھی ڈوب چکا تھا۔ اس بزرگ نے دونون کو ڈبو بھی دیا اور پریشانی مفت مین اُٹھائی۔ اسی طرح زیادہ ہانڈیان پکانے والون کا بھی یہی حال ہوتا ہے کہ ایک کی اصلاح مین لگے دوسری بگڑ گئی۔ پھر دوسری کی طرف

توجہ کی پہلی بگڑ گئی۔ اور خود کھانے والے کو جو کثرت الوان اطعمہ سے حیرت ہوتی ہے وہ اسکے علاوہ۔ موجز مین تصریح ہے کثرۃ الالوان محیر للطبیعۃ اھ

(۲۱) فرمایا حضرت حاجی صاحب ذکر و عمل کے عاشق تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ بس کام کرو اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرو

(۲۲) فرمایا مریض کو چاہئے کہ اپنے آپ کو بالکل طبیب کے سپرد کردے اور طبیب کو چاہئے کہ بیجا رعایت نہ کرے ورنہ نفع نہین ہوگا۔ اسی طرح اگر مصلح مریض باطن کی بیجا رعایت کرے اور مناسب روک ٹوک نکرے تو فائدہ نہین ہوگا۔ اور ایسے طبیب مُصلح خائن کہلائین گے۔

(۲۳) فرمایا مشائخ کا قول ہے کہ اگر شیخ کی کوئی تعلیم سمجھ مین نہ آئے تو یون سمجھے کہ میری سمجھ کی کوتاہی ہے اور اُسپر عمل شروع کردے۔ شیخ پر اعتراضات نہ کرے ورنہ نفع نہین ہوسکتا۔ جیسے طبیب نسخہ لکھتے تو گو اُسکی علت سمجھ مین نہ آئے مگر اُسپر عمل کرنا چاہئے۔ اگر طبیب پر نکتہ چینی کریگا تو اُس سے نفع نہ ہوگا۔ پہلے نسخہ کو استعمال کرے پھر دیکھے کیا ہوتا ہے۔ بس یہی حال تعلیم شیخ کا ہے۔ عمل کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر نفع ہوا۔ البتہ اگر دلیل شرعی سے وہ معصیت ہو تو ادب کے ساتھ عذر کردے

(۲۴) فرمایا غیر ضروری سوالات کے جوابات کا قصد نہ کرنا چاہئے۔ آج کل اکثر اہل علم ہر سوال کے جواب کا قصد کرتے ہین خواہ سوال معقول ہو یا نامعقول۔ اسی وجہ سے بہت گڑبڑ ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ مولانا محمد نعیم صاحب سے کسی شخص نے عرض کیا کہ فلان شخص حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے واقعہ کی حقیقت معلوم کرنا چاہتا ہے۔ مولانا نے فرمایا تم کیا کام کرتے ہو۔ اُس نے کہا رنگریزی۔ پھر فرمایا اور وہ کیا کرتا ہے۔ بتایا جفت فروشی۔ فرمایا بھائی تم رنگ ریزی مین لگے رہو اور وہ جوتے بیچتا رہے تم سے قیامت مین یہ سوال نہ ہوگا کہ اس واقعہ کی حقیقت کیا تھی۔

(۲۵) حضرت اقدس کا ارادہ لکھنؤ سے دو تین یوم کے لئے کانپور تشریف لے جانیکا تھا۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ کانپور مین ملاقات کا کیا معمول ہوگا۔ فرمایا آپ کو کسی کے معمولات مستقبلہ کے دریافت کرنے کا کوئی حق نہین ہے۔ جواب دینے سے وعدہ ہو جاتا ہے اور آدمی مقید ہو جاتا ہے۔ ابھی تو مین کانپور پہنچا بھی نہین۔ معمول ضرورت وقت کے تابع ہوتا ہے۔ لکھنؤ بیٹھے بیٹھے کیسے معمول بن سکتا ہے خود لکھنؤ مین حالات بدلنے کی وجہ سے کئی معمول بدل چکے ہین۔

(۲۶) فرمایا ایک صاحب نے مجھ سے بذریعہ خط کسی حکم شرعی کی مصلحت پوچھی کہ اس مین کیا حکمت ہے

مین نے لکھا کہ آپ کے اس سوال عن الحکمۃ مین کیا حکمت ہے۔ اسکا جواب کچھ نہین آیا۔ حکم شرعی کی حکمت خواہ معلوم ہو یا نہ ہو مگر اس سوال کی حکمت تو ضرور اُن کے ذہن مین ہوگی کیونکہ سوال اُن کا فعل اختیاری ہے اور ہر فعل اختیاری کا صدور مسبوق ہوتا ہے تصوّر غایت کے ساتھ۔ لیکن پھر بھی کوئی جواب نہین دیا۔

(۲۷) فرمایا بزرگون کی اولاد مین بھی اکثر کچھ نہ کچھ بزرگی کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ خواہ وہ بزرگ نسل قریب مین ہون یا بعید مین۔ اسی طرح نسب معنوی مین بھی۔ اسی وجہ سے بزرگون نے فرمایا ہے کہ صحیح سلسلہ مین بیعت ہونا چاہئے گو شیخ قریب کمالات باطنی مین کامل نہ ہو۔ پھر بھی سلسلہ کی برکت ضرور ہوتی ہے بشرطیکہ اس سلسلہ مین کوئی بابرکت شیخ گذرا ہو خواہ کتنا ہی بعید ہو۔ البتہ شیخ قریب کا پابند شرع ہونا ضروری ہے۔

(۲۸) فرمایا مین نے اس سفر مین بیعت کرنے سے اکثر سے انکار کردیا ہے۔ مگر عورتین بشرط اذن شوہر اس سے مستثنٰے ہین۔ وہ واجب الرحم ہین۔ مجھے ان پر بہت رحم آتا ہے۔ باقی تعلیم کیلئے سفر مین بھی خط بھیجنے کی اجازت ہے۔

(۲۹) فرمایا مجھے مسلمان کے ایک ایک پیسہ کا خیال رہتا ہے کہ بیجا صرف نہ ہو۔ اور مین اس معاملہ مین بہ نسبت غُرباء کے اُمراء کی زیادہ رعایت کرتا ہون۔ کیونکہ اُمراء بظاہر تو ٹھاٹھ سے رہتے ہین لیکن حال یہ ہوتا ہے کہ اکثر خرچ اُنکی آمدنی سے زائد ہوتا ہے۔ دوسرون کے مقروض ہوتے ہین۔ اور غریب بیچارے عموماً حسب حیثیت خرچ کرتے ہین بلکہ آمدنی سے کم ہی خرچ کرتے ہین اسلئے بھی مین ہدیہ مین امراء کے لئے زیادہ قیدین لگاتا ہون۔ غُرباء کیلئے اتنی قیود کی ضرورت نہین۔ البتہ اصول کی رعایت غرباء و امراء دونون کیلئے لازمی ہے۔ مین خلاف اصول ہدیہ کسی سے قبول نہین کرتا۔

(۳۰) فرمایا میرٹھ مین سلامت علی نامی ایک بہت متقی طبیب تھے۔ نبض دیکھنے کے وقت سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم پڑھا کرتے تھے اور نسخہ لکھکر آیات شفاء اُسپر دم کیا کرتے تھے اس سے بہت نفع ہوتا تھا۔ اسی سلسلہ مین فرمایا کہ مولوی سید محمد صاحب مچھلی شہری سب جج جب اجلاس پر بیٹھتے تھے وہ بھی سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم پڑھا کرتے تھے اور دعاء کرتے تھے کہ قلم سے حق ہی نکلے۔ متقی اور پابند صوم و صلوٰۃ تھے۔

ایک مرتبہ یہ مسجد مین حسب عادت نماز پڑھنے گئے۔ ایک شخص نے قصداً ان کے پاس کھڑے ہوکر نماز پڑھی اور پھر اتنے زور سے دُعا مانگی کہ یہ بھی سُن لین۔ کہنے لگا اے اللہ تو جانتا ہے کہ فلان مقدمہ مین مین حق پر ہون تو میرے مطابق فیصلہ کرادے۔ سب جج صاحب گھبرائے کہ اب کیا فیصلہ کرون۔ کاغذ کچھ اور بتاتے ہین یہ شخص کچھ اور کہتا ہے اور پھر قسم کے ساتھ۔ کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے یہ لوگ ایسی باتون سے میری جماعت چھڑوائینگے۔ اس واقعہ کو بیان فرماکر فرمایا پہلے دنیادار بھی ایسے دیندار ہوتے تھے کہ آج کل کے مشایخ وعلماء دہان تک مشکل پہنچتے ہین۔ پھر اسی سلسلہ مین فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا سلامت اللہ صاحب کانپوری نے وعظ فرمایا اُس جلسہ مین ایک سب جج صاحب بھی جو مولوی تھے موجود تھے کسی نے مولانا سے مسئلہ پوچھا۔ مولانا نے جواب دیا۔ اُس نے جواب سُنکر کہا کہ فلان سب جج صاحب تو یہ کہتے ہین (ان ہی کا نام لیا) فرمایا کہ وہ گوہ کھاتے ہین۔ سب جج صاحب فوراً اسی مجلس مین دست بستہ ہوکر کہنے لگے واقعی مین گنہگار ہون سود کی ڈگریان دیتا ہون۔ مجکو مسئلہ بتانے کا حق نہین۔ انشاء اللہ آیندہ ایسا نہ ہوگا جو کچھ ان سب جج نے کیا آج کل بڑے بڑے علماء سے نہین ہوسکتا۔ الا ماشاء اللہ۔

یکشنبہ ۱۱ ستمبر ۱۹۳۸ء

(۱۳۱) فرمایا ہدیہ کا حق یہ ہے کہ جسکو ہدیہ دیا جارہا ہے اُسپر کوئی بار نہ پڑے۔ ایک صاحب نے مجکو ریل سے امرود بھیجے اُس مین میرے آٹھ آنہ خرچ ہوئے۔ مین نے لکھ بھیجا کہ میرے آٹھ آنہ خرچ ہوئے ہین وہ بھیجدیجئے کیونکہ ہدیہ مین مؤنت نہین ہوتی ہے اُنہون نے بھیجدئے۔

(۱۳۲) فرمایا عموماً ہچکیون کے دفع کرنے کی یہ آسان ترکیب بہت کارآمد سمجھی جاتی ہے کہ مریض کے خیال کو کسی دوسری طرف متوجہ کردیا جائے اور کسی فکر مین مشغول کردیا جائے۔ اس ترکیب سے ہچکی فوراً بند ہوجاتی ہے۔ ایک طبیب کے پاس ایک شخص آیا کہ فلان شخص ہچکیون کا علاج کرتے کرتے تھک گیا ہے مگر ہچکیان بند نہین ہوتین۔ اُنہون نے اُسکو دیکھکر اُسی اصل مذکور کے تحت مین کہا کہ بھائی اب یہ مریض بچیگا نہین نسخہ وغیرہ لکھکر کیا کرون۔ کسی نے اُن کی یہ رائے مریض تک پہونچادی فکر مین پڑگیا اور فوراً ہچکی بند ہوگئی۔ طبیب کو اس کی اطلاع ہوئی اُنہون نے کہا کہ اب اطمینان رکھو اچھا ہوگیا۔ مریض کو اسکی بھی اطلاع ہوئی اور فوراً ہچکیون کا سلسلہ پھر شروع ہوگیا

طبیب کو دوبارہ اطلاع دی گئی - انہون نے کہا کہ مین نے تو مریض کی خاطر سے ایسا کہدیا تھا ورنہ حقیقۃً اُس کے بچنے کی کوئی اُمید نہین - مریض کو پھر خبر ہوئی اور موت کا یقین آگیا اور سکے ساتھ ہی ہچکیان بند ہوگئین - پھر طبیب نے امید کی بات نہین کہی - عوام مین جو یہ مشہور ہے کہ مریض سے کہتے ہین کہ سوچو تم کو کون یاد کرتا ہے تو حقیقۃً یہ بھی اسی علاج (تبدیل خیال) کا ایک جزو ہے - ان باتون سے آدمی دوسری طرف متوجہ ہو جاتا ہے ورنہ یاد واد کوئی بھی نہین کرتا - اسی سلسلہ مین فرمایا اسی طرح مسمریزم مین بھی صرف عامل کی توجہ اور خیال کی قوت سے چیزین چلنے پھرنے اور اُچھلنے کودنے لگتی ہین ناواقف آدمی یہ خیال کرتے ہین کہ روحین آتی ہین اور یہ روحانی تصرفات ہین - روح وغیرہ کوئی نہین آتی جاتی - صرف عامل کی قوت خیال مُؤثر ہوتی ہے - یہی راز ہے کہ مسمریزم کے عامل کے خیال کو اگر منتشر کردیا جائے پھر سب تصرفات باطل ہو جاتے ہین - اصطلاحات مقررہ سے جواب حاصل کرتے ہین ورنہ ارواح کو اس انتشار سے کیا اثر ہوتا -

دوشنبہ ۱۲ ستمبر ۱۹۳۸ء

(۳۳) فرمایا بعض لوگ فخر یہ کہا کرتے ہین کہ ہمارے ہر موئے تن سے اللہ اللہ نکلتا ہے حالانکہ یہ کوئی کمال باطنی یا مقبولیت کی علامت نہین - اس قسم کی باتین صرف مشق پر موقوف ہین - ایسے ہی حبس دم کی مشق سے تصرفات ظاہر ہونے لگتے ہین - حتی کہ ایسے تصرفات کے لئے اسلام بھی شرط نہین - چنانچہ جیپال جوگی وغیرہ کے واقعات مشہور ہین -

بعد عصر سہ شنبہ ۱۳ ستمبر ۱۹۳۸ء مسجد خواص لکھنؤ

(۳۴) کانپور سے لکھنؤ واپس تشریف لانے کے بعد فرمایا - کانپور مین عورتون کی کثرت کی وجہ سے بہت پریشانی رہی - عورتون نے ایک ستم یہ کیا کہ جہان مین بیٹھتا وہان آکر حلقہ بنا کر کھڑی ہو جاتین - مین بیٹھے بیٹھے گردن جھکائے ہوئے ہر چند منع کرتا لیکن کوئی نہین مانتا - مجبور ہو کر مین نے بڑے گھر مین سے بُلایا کہ ان کو ہٹاؤ مجکو تکلیف ہوتی ہے - مین اس کا عادی نہین - خیر اُن کی کوشش سے اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت کو دور کیا - پھر کچھ عورتون کے خواص بیان ہونے لگے - فرمایا کہ غیر تعلیم یافتہ عورتین گو عُرفی تہذیب سے عاری ہوتی ہین لیکن آج کل کی تعلیم یافتہ عورتون سے ہزار درجے بہتر ہین - بعضی تعلیم یافتہ عورتین اپنے شوہر سے بھی نفاق برتتی ہین اُن کی تہذیب صرف دکھاوے کی ہوتی ہے اور غیر تعلیم یافتہ اپنے

شوہرون پر دل وجان سے فدا ہوتی ہین - میرا تجربہ ہے کہ اکثر جو عورت جس قدر پھوہڑ اور بدسلیقہ ہوگی اُسی قدر عفیف و باعصمت ہوگی - اور شریر عورتین اکثر عُرفی طور پر مہذب و تعلیم یافتہ ہوتی ہین مگر اسکا یہ مطلب نہین کہ تہذیب اور عفت جمع نہین ہوتین -

(۳۵) فرمایا - بعض بعض بزرگون کی بیویان بہت بدمزاج ہوئی ہین مگر وہ اُن کی بدمزاجی پر صبر فرماتے تھے - چنانچہ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ جو انتہا درجہ کے نازک مزاج لطیف الطبع مشہور ہین - اُن کی بیوی اسی درجہ کی تُند خو و بدمزاج تھین - حضرت مرزا صاحب کا معمول تھا کہ روزانہ صبح کو ایک خادم کو مکان پر بھیجا کرتے تھے کہ خیریت معلوم کر آؤ اور ضروریات پوچھتے آؤ تاکہ انتظام کر دیا جائے مگر بیوی صاحبہ آڑے ہاتھون سب کی خبر لیتین - مگر مرزا صاحب حسب عادت صبر فرماتے - اتفاقاً ایک روز کسی ولایتی کو اس خدمت پر مامور فرما دیا - اُس نے جب یہ باتین سنین تو آگ بگولا ہو گیا لیکن پیر کے ادب سے خاموش رہا اور جلتا بُھنتا مرزا صاحب کی خدمت مین حاضر ہو کر خاموش بیٹھ گیا - مرزا صاحب نے پوچھا تو کہنے لگا کہ حضرت بیوی صاحبہ نے آپ کی شان مین جو گستاخیان اور بے ادبیان کی ہین جی چاہتا تھا کہ اُن کو قتل کر دون مگر اس خیال سے کہ حضرت سے نسبت ہے اور حضرت ہی کی بیوی ہین مین خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا - مرزا صاحب نے فرمایا یہ میری بڑی محسنہ ہین - مین کچھ بھی نہین تھا - ہر کمال سے عاری تھا - مجکو جو کچھ دولت ملی ہے انہین کا صدقہ ہے - مین نے ان کی بدعنوانیون بدمزاجیون اور تکلیفون پر صبر کیا - اللہ تعالیٰ نے مجکو اسکے صلہ مین گوناگون نعمتون سے مالامال فرمایا - مرزا صاحب کے انتقال کا جب وقت قریب آیا تو ان بیوی سے فرمایا کہ تم قاضی ثناء اللہ صاحب کے یہان پانی پت چلی جانا - تمہارا نباہ بجز قاضی صاحب کے اور کہین نہین ہوسکیگا - قاضی صاحب مرزا صاحب کے خلیفہ اعظم تھے - چنانچہ انتقال کے بعد وہ پانی پت چلی آئین تھین - مین جب پانی پت گیا تو وہان کے ایک رئیس کی والدہ نے جو قاضی صاحب کی اولاد مین تھے مجکو کچھ پوچھنے پاچھنے کو بلایا تھا - مکان مین ایک کوٹھری کی جانب اشارہ کر کے کہا کہ مرزا صاحب کی بیوی دہلی سے آکر اس مین رہا کرتی تھین - بچیون کو کلام اللہ اور مسائل ضروریہ کی حسبۃ للہ تعلیم دیا کرتی تھین - بڑی عبادت گذار تھین - اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ بہت نیک اور عابدہ تھین - باقی بدمزاجی ایک دوسری چیز ہے - اسی سلسلہ مین فرمایا کہ ایک لکھنوی بزرگ کی بیوی بھی بہت بدخو اور تیز مزاج تھین - ایک دفعہ انہون نے بیوی سے کہا کہ تم

بہت بدقسمت ہو کہ مجھ سے کچھ نفع حاصل نہین کرتین حالانکہ ایک بڑی مخلوق اللہ کے فضل سے نفع اُٹھارہی ہے۔ بیوی نے جواب دیا مین کیون بدقسمت ہوتی۔ بدقسمت تم ہو کہ تمکو مجھ جیسی بیوی تند ملی۔ مین تو بہت خوش قسمت ہون کہ تم جیسا شوہر ملا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معتقد تو یہ بھی تھین مگر بڑی اعتقاد سے جب باہم بے تکلفی ہو مزاج نہین بدلا کرتا۔ ان واقعات کے بعد حضرت اقدس سے ایک مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ اس قسم کی بدمزاجی سے حبط اعمال تو نہین ہوتا ہے۔ فرمایا کہ ایسی چیزین جن سے اعمال خیر حبط ہو جاتے ہین صرف کفر و شرک ہین اور کسی معصیت سے ایسا نہین ہوتا۔ بدمزاجی تو معمولی شی ہے بعض بدمزاجیان تو معصیت بھی نہین ہوتین۔ ہان یہ ضرور ہے کہ معاصی سے اعمال کی نورانیت مین کمی آجاتی ہے۔ البتہ بدمزاج کو چاہئے کہ جن لوگون سے اُس نے بدمزاجی کی ہے معافی بھی مانگتا رہے۔ اور استغفار بھی کرتا رہے تاکہ تلافی مافات ہوتی رہے۔ اسپر ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ اس صورت مین تو استغفار و طلب معافی بھی بہت ہی کثرت کیساتھ اسکے ذمہ جمع ہو جایا کریگی کیونکہ یہ تو بظاہر بہت دشوار معلوم ہوتا ہے کہ جب بدمزاجی ہو فوراً اُسکے تدارک کے لئے معافی بھی مانگ لی جائے اور توبہ بھی کر لی جائے۔ فرمایا اگر علاج مقصود ہے تو کچھ بھی دشوار نہین۔ اگر کسی کو یومیہ بخار آتا ہو تو اُسکی دوا بھی یومیہ ہی پینا ہوگی۔ بلکہ بعض مرتبہ دن مین کئی کئی مرتبہ کر کے دی دوا پینا پڑیگی۔ جیسا مرض ہوتا ہے ویسا ہی اُس کا علاج ہوتا ہے۔ جب بدمزاجی بار بار ہوگی تو اسکا علاج بھی ساتھ ساتھ ہونا چاہئے۔

(۳۶) فرمایا اکثر غلطیون کا منشا قلت فکر ہے۔ اگر تفکر و تدبّر سے کام لیا جائے تو غلطیان بہت کم ہو جاتی ہین۔ اگر شاذ و نادر کوئی غلطی سرزد بھی ہوتی ہے تو اس کا اثر بہت خفیف ہوتا ہے اسی واسطے مین انسان کی تعریف مین بجائے حیوان ناطق کے حیوان متفکر کہا کرتا ہون۔ کیونکہ مجھے انسان کی تعریف حیوان ناطق کرنے مین کلام ہے اسلئے کہ ناطق کے حاصل معنے ہین عاقل۔ تو اس تعریف کا حاصل یہ ہوا کہ عاقل صرف انسان ہی ہے دوسرے حیوان مین عقل نہین پائی جاتی حالانکہ یہ مشاہدہ کے خلاف ہے دوسرے حیوانات مین بھی عقل ہوتی ہے اگر دوسرے حیوانات مین عقل نہ ہوتی تو ان کو تعلیم کیسے دی جاسکتی تھی۔ اشارون پر کیسے چل سکتے تھے۔ اور یہ بدیہی امر ہے کہ تعلیم بلا عقل کے نہین ہو سکتی ہے دیکھئے پاگل کو کوئی تعلیم نہین دیسکتا نہ ایسا سدھا سکتا ہے جیسا کہ جانورون کو سدھایا جاتا ہے۔ مین نے خود ایسے واقعات کا مشاہدہ کیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جانورون مین بھی عقل ہوتی ہے

ایک مرتبہ مین جامع مسجد کو جا رہا تھا اور میرے آگے آگے ایک کتا بھی جا رہا تھا۔ راستہ مین اُس نے منہ پھیر کر میری جانب دیکھا اور پھر چلنا شروع کر دیا۔ کئی بار ایسا ہی کیا پلٹ پلٹ کر مجکو دیکھتا تھا اور پھر حسب دستور چلنا شروع کر دیتا تھا۔ اتفاقاً اسکو راستہ مین ایک کھلا ہوا مکان ملگیا اس مین داخل ہوگیا اور جب مین اُس مکان سے آگے نکل آیا تو وہ مکان سے نکل کر اُس طرف کو واپس ہوگیا جس سے مین آیا تھا۔ دیکھئے یہ کتا واپس ہونا چاہتا تھا مگر اس خوف سے کہ کہین یہ مارے پیٹے نہین وہ پلٹ نہ سکا حتی کہ ایک مکان مین پناہ لیکر اُس نے اپنے لئے راستہ صاف کیا یہ انتظام بلا عقل کے نہین ہوسکتا ہے۔ فقط حواس ایسے انتظام کے لئے کافی نہین۔ بندر کے افعال تو اس سے بدرجہا زائد حیرت انگیز وعجیب ہوتے ہین۔ ہمارے یہان ایک طوطا پلا ہوا تھا۔ مین نے اسکو چھوڑ دینا چاہا مگر معلوم ہوا کہ جنگلی طوطے اس قسم کے پالتو طوطون کو اپنے مین شامل نہین کرتے بلکہ مار ڈالتے ہین اسلئے اُسکے پر کاٹ کر یونہی کھلا ہوا چھوڑ دیا جاتا تھا اور وہ آزادی سے ہوا کھاتا پھرتا تھا۔ ایک دن گھر مین اسکے سامنے کسی نے پان بنا کر کھایا اور اُس پان مین تمباکو بھی ڈالا تھا۔ طوطے صاحب بھی موقع پا کر پاندان پر جا دھمکے۔ پاندان کھلا رہ گیا تھا چونچ سے پان کترا چونچ مین کتھا چونہ لیا چھالیہ لی اور کھا گئے۔ مگر تمباکو کو چھوا بھی نہین۔ اُس نے تمباکو کی بو سے معلوم کر لیا کہ یہ کوئی اچھی شے نہ ہوگی اسلئے اسکو نہین کھایا۔ ظاہر ہے یہ امتیاز بلا عقل کے نہین ہوسکتا ہے۔ ایک بلی [۵] ہمارے گھر پلی تھی ایک بار اُسکے سامنے دودھ رکھ دیا گیا جس مین بھاپ اُٹھ رہی تھی اُس بلی نے اول منہ نہین ڈالا بلکہ اس مین پنجہ ڈالکر دیکھا جب پینے کے قابل ہوگیا تب پیا۔ جانورون کے اس قسم کے ہزارون واقعات آئے دن پیش آتے رہتے ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقل کا کچھ نہ کچھ حصہ ان کو بھی عطا فرمایا ہے (آجکل تو بعض جانورون کو حساب تک سکھایا جاتا ہے ۱۲ جامع) چونکہ یہ مسئلہ تعریف انسان کا سمعی نہین محض عقلی ہے اسلئے اگر کوئی شخص حکمائے یونان کے قول کو خلاف تحقیق ومشاہدہ سمجھکر چھوڑ دے تو کچھ حرج نہیں لیکن اشکال یہ ہوگا کہ حکمائے اسلام نے بھی تو ایسا ہی لکھا ہے کہ عقل صرف انسان مین ہے دوسرے حیوانات مین عقل نہین۔ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ حکمائے اسلام نے جس عقل کی نفی کی ہے اُس سے مراد عقل کا وہ درجہ ہے جس سے احکام شرعیہ کی پابندی

[۵] بلی کا واقعہ بعد مین بڑھایا گیا ہے ۱۲

لازمی ہو جاتی ہے۔ مطلقاً عقل کی نفی مقصود نہیں۔ اُنہوں نے دیکھا کہ شریعت نے حیوانات کو مکلف نہیں کیا ہے لہذا فرمادیا کہ حیوانات مین عقل نہین یعنی اتنی عقل نہین جو مدار تکلیف ہو سکے دیکھئے مراہق (جو بلوغ کے قریب ہوا) مکلف نہین۔ پھر بالغ ہوتے ہی مکلف ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اس قلیل مدت مین یہ نہین ہو سکتا کہ پہلے بالکل عقل نہ تھی اور اب ایک دم عقل کا چشمہ پھوٹ پڑا بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مراہق بلوغ سے پہلے بھی عاقل تھا۔ مگر معتدبہ عقل نہ تھی۔ اور مدار تکلیف مطلق عقل نہین بلکہ عقل معتدبہ ہے۔ ہان اُس عقل معتدبہ کے مراتب مین بھی فرق ضرور ہوتا ہے۔ چنانچہ بعض آدمیون مین زیادہ عقل ہوتی ہے بعض مین کم۔ ایسے ہی بعض حیوانات زیادہ ہوشیار ہوتے ہین بعض کم۔ خلاصہ یہ ہے کہ حیوانات مین عقل ہے تو ضرور جسکی وجہ سے انسان کی تعریف حیوان ناطق کیساتھ صحیح نہین ٹھرتی مگر اتنی نہین جسکی وجہ سے ان کو مکلف کہا جاسکتا۔

(۲۳) فرمایا مجذوب مختلف قسمون کے ہوتے ہین۔ بعض مجذوب کھاتے ہین پیتے ہین۔ خوشی سے خوش اور رنج سے رنجیدہ ہوتے ہین۔ سارے کام عام لوگون کی طرح کرتے ہین مگر نماز روزہ کے پابند نہین ہوتے۔ اسلئے اہل ظاہر ان پر طعن کرتے ہین وہ ان کو مکلف خیال کرتے ہین حالانکہ ان مین وہ عقل نہین ہوتی جو مدار تکلیف ہے۔ ہان حواس صحیح ہوتے ہین لیکن صحت حواس مدار تکلیف نہین مگر اکثر لوگ صحت حواس وصحت عقل کے فرق سے ناآشنا ہین۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے بیان کیا ہے کہ جیسے حیوانات مکلف نہین حالانکہ چلتے پھرتے کھاتے پیتے اور سوتے جاگتے ہین دوست دشمن کو پہچانتے ہین۔ ایسے ہی بعض مجذوب بھی باوجود ان سب افعال کے صدور کے غیر مکلف ہوتے ہین۔ حاصل یہ ہے کہ وہ عقل جو مدار تکلیف ہے۔ نہ حیوانات مین ہے نہ مجاذیب مین۔ باقی یہ بات کہ ایسے مجذوبون اور پاگلون مین کیا فرق ہے سو اس مین میری رائے یہ ہے کہ اُنکے ساتھ اُس وقت کے اہل بصیرت صلحاء کا معاملہ دیکھا جائے اگر وہ ان کے ساتھ ادب وتعظیم سے پیش آتے ہون تو وہ مجذوب ہے اُس کی بے ادبی نہ کیجائے اور اگر وہ اسکی طرف توجہ نہ کرتے ہون تو پاگل سمجھا جاوے۔ باقی ان مجاذیب کا اتباع کرنا کسی حال مین بھی جائز نہین کیونکہ جب وہ مکلف ہی نہین تو دینی حیثیت سے اُن کے قول وفعل کا کیا اعتبار۔ پھر اسی سلسلہ مین فرمایا دیوبند مین ایک مجذوب تھے شمس الدین جو فارسی بولتے تھے۔ ہم لوگ اپنے بزرگون کے فرمانے سے جانتے تھے کہ یہ تکوینی طور پر غیر مسلمین کے حامی ہین اور یہ کچھ تعجب کی

بات نہین جیسے ملائکہ کفار کی حفاظت کرتے ہین اور اُن کو درندون، سانپون اور بچھوون سے بچاتے ہین۔ ایسے ہی بعض مجذوبون کے سپرد یہ خدمت کردی جاتی ہے کہ اہل باطل کی حمایت کرین۔ بہرحال ہم لوگ طالب علمی کے زمانہ مین ان مجذوب صاحب سے کہا کرتے تھے کہ دعا کیجے کہ یہ غیر مسلمین مغلوب ہوجائین تو وہ جواب مین صرف یہ کہا کرتے تھے کہ خدا خیر کند خدا خیر کند۔ جب اُن مجذوب کا انتقال ہوا تو مین افسوس کرنے لگا تو ایک بزرگ نے فرمایا کہ آج ہمارا دشمن مرگیا۔ اسی سلسلہ مین فرمایا تکوینی خدمات جن لوگون کے سپرد کی جاتی ہین عموماً اعلیٰ درجہ کے نہین ہوتے جیسے ملازم بڑے یا چھوٹے ایسے ہی ان کا حال ہے۔ اور سالکین حضرات انبیاء علیہم السلام کے جانشین ہین قُرب وفضیلت کا اعلےٰ درجہ رکھتے ہین البتہ اگر کوئی جامع ہو اُسکا ذکر نہین اس فرق کو دوسری مثال مین یون سمجھیے کہ مجذوب تو حضرت خضر علیہ السلام کے مانند ہوتا ہے اور سالک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا درجہ حضرت خضر علیہ السلام سے بہت زائد ہے خواہ حضرت خضرؑ ولی ہون جیسے کہ بعض کا خیال ہے یا نبی ہون جیسے بعض لوگ کہتے ہین مگر موسیٰ علیہ السلام اولو العزم مین سے ہین اسلئے قُرب وفضیلت مین زائد ہین۔ اسی سلسلہ مین فرمایا کہ بعض جاہل صوفی کہا کرتے ہین کہ علم طریقت علم شریعت سے بڑھا ہوا ہے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو کہ عالم شریعت تھے حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت مین جو طریقت کے عالم تھے تحصیل علم کے لئے بھیجا گیا۔ اس کا عکس نہین کیا گیا کہ حضرت خضر کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت مین بھیجا جاتا مگر یہ دعویٰ اور استدلال دونون بالکل غلط ہین۔ حضرت خضر علیہ السلام کے یہ علوم طریقت نہین ہین بلکہ تکوینیہ ہین جو علوم شریعت کے مقابلہ مین بہت کم درجہ کے ہین اور موسیٰ علیہ السلام طریقت مین بھی اُن سے بڑھے ہوئے ہین باقی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضرؑ کے پاس بھیجنا وہ اس وجہ سے نہین تھا کہ حضرت خضر کے علوم افضل ہین اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اُن کی احتیاج ہے۔ بلکہ اس بھیجنے مین حکمت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک خاص اصلاح ہے یعنی اپنی شان بلند کے مطابق الفاظ کی بھی رعایت کیا کرین اور عبارت کے آداب بھی ملحوظ رکھا کرین۔ واقعہ یہ ہے کہ کسی مجمع مین حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کچھ وعظ بیان فرمایا تھا۔ اُس مجمع مین سے ایک شخص نے پوچھا کہ اس زمانہ مین سب سے زیادہ عالم کون ہے آپ نے فرمایا مین ہون۔ اس جواب کے عنوان کو حق تعالیٰ نے پسند نہین فرمایا کہ اپنے آپ کو علی الاطلاق سب سے زیادہ عالم کہا جائے بلکہ اس قید کے ساتھ جواب دینا چاہیے تھا کہ علوم مقصودہ مین سب سے اعلم ہون

گو مُراد یہی تھی مگر اس قید کا لفظون مین بھی ظاہر کرنا چاہیے تھا اسی پر ارشاد ہوا کہ ہمارے ایک بندہ خضر ہین ہم نے اُن کو ایسے علوم دئے ہین کہ آپ نہین جانتے۔ بس اب آپ جا کر اُس بندہ یعنی حضرت خضر سے ملاقات کیجئے تاکہ مُشاہدہ ہو جائے کہ اُن کو وہ علوم دئے گئے ہین جو آپ کو نہین دئے گئے۔ گو اُن کے علوم درجہ و مرتبہ مین آپ کے علوم سے بہت کم ہین۔ بہر حال حضرت موسیٰ کو الفاظ کا ادب و رعایت کہانے کیلئے سفر کا حکم ہوا تھا۔ نہ کہ علوم تکوینیہ کی فضیلت کی وجہ سے۔ اسی سلسلہ مین فرمایا کہ ناواقف لوگ مجھہ پر اعتراض کرتے ہین کہ بعضے آنے والون کیلئے یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ مجلس مین خاموش بیٹھے رہو۔ سوالات کا تمکو کچھہ حق نہ ہوگا مگر دیکھہ لیجئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت خضر نے جو ان سے درجہ مین بہت کم تھے یہی شرط کی تھی فلا تسئلني الخ اور اُنہون نے بخوشی اسکو منظور بھی فرما لیا تھا اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر مصلح اصلاح کیلئے مناسب اور جائز شرائط مقرر کرے تو کچھہ حرج نہین اور طالب کیلئے اُن کا اتباع ضروری ہے۔ اسی سلسلہ مین فرمایا کہ حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیہما السلام کے قصہ مین قتل غلام و خرق سفینہ کے متعلق ایک طالب علمانہ اشکال ہے کہ اگر یہ اُمور جائز تھے تو حضرت موسیٰؑ نے اعتراض کیون کیا اور اگر ناجائز تھے تو حضرت خضر علیہ السلام نے ان کا ارتکاب کیوں کیا خصوص جبکہ پیغمبر وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام ان پر نکیر بھی کر رہے تھے۔ اس اشکال کا اجمالی جواب یہ ہے کہ یہ افعال قواعد کی رو سے بظاہر خلاف شرع تھے اسلئے حضرت موسیٰؑ نے اعتراض کیا اور حکمت و مصلحت معلوم ہونے کے بعد خلاف شرع نہ تھے چونکہ حضرت خضر اُس حکمت کو جانتے تھے اسلئے انہون نے ارتکاب کیا۔ اس اجمال کی تفصیل جو طلبہ کیلئے طرب انگیز و وجد آور ہے میری سمجھہ مین یہ آئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت حضرت خضر علیہ السلام پر حجت نہ تھی کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت عام نہ تھی بلکہ ایک خاص جماعت یعنی بنی اسرائیل کیلئے تھی۔ دیکھئے حضرت خضر علیہ السلام نے آپ سے بوقت ملاقات دریافت کیا تھا کہ آپ کون ہین۔ آپ نے فرمایا تھا موسیٰ۔ حضرت خضرؑ نے اسپر کہا تھا وہ موسیٰ جو بنی اسرائیل کی جانب مبعوث ہوئے ہین۔ آپنے فرمایا تھا جی ہان۔ پھر جملہ معترضہ کے طور پر فرمایا بعثت عام صرف ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تھی اور کسی دوسرے نبی و رسول کی بعثت عام نہ تھی۔ مگر اس پر ایک مشہور اشکال ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت اگر عام نہ تھی تو اُن کے نہ ماننے سے تمام عالم کیون غرق ہوا لہذا حضور ہی کیساتھ بعثت عامہ کی تخصیص نہین رہی۔ علماء نے اسکے مختلف جوابات دئے ہین۔ ایک

جواب جو میری سمجھ مین آیا ہے اور کہین نظر سے نہین گذرا بیان کرتا ہون۔ احکام کی دو قسمین ہین۔ ایک اصول جیسے توحید۔ رسالت۔ حشر نشر۔ دوزخ جنت وغیرہ دوسرے فروع جیسے وضو۔ غسل۔ نماز۔ روزہ حج اور ان کی جزئی خصوصیات وغیرہ۔ اصول مین تو ہر نبی کا اتباع عام طور پر فرض ہے۔ کوئی فرد بشر اُس سے مستثنےٰ نہین ہوتا۔ جو شخص اصول کو نہ مانے گا وہ کافر ہوگا۔ دنیا مین بھی سزا کا مستحق اور آخرت مین بھی۔ باقی فروع مین وجوب اتباع یہ بجز سید الانبیاء محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی نبی کے لئے عام نہین۔ اس تحقیق کے بعد کوئی اشکال نہین رہا۔ کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت اور اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت اصول مین عام تھی چونکہ توحید و رسالت کا سب نے انکار کیا اسلئے اس انکار کی وجہ سے سب غرق کئے گئے۔ (حاصل هذا الجواب ان بعثة نبينا صلى الله عليه وسلم عامة من جميع الوجوه وبعثة سائر الرسل والانبياء عامة من وجه وخاصة من وجه. فانظروا ايها الطلاب. ما احسن هذا الجواب ما رأينا ما يقاربه في رسالة ولا كتاب ۱۲) اسکے بعد پھر اصل قصہ کی جانب عود فرماکر بیان فرمایا کہ الحاصل حضرت خضر علیہ السلام دوسری شریعت کے پیرو تھے اور جس شریعت کے حضرت خضر علیہ السلام پیرو تھے منجملہ اُسکے دیگر احکام کے یہ حکم بھی احتمالاً معلوم ہوتا ہے کہ الہام حجت قطعیہ اور واجب العمل ہے اور اس احتمال پر قتل غلام اور خرق سفینہ پر کوئی اشکال نہین رہتا کیونکہ ممکن ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو ایسا کرنے کا الہام ہوا ہو جو اُن کی شریعت مین بُرہان قاطع تھا۔ اور دوسری نصوص عامہ قطعیہ الہام کی قطعیت کی وجہ سے اُن جزئیات خاصہ کے حق مین منسوخ ہوگئی ہون کیونکہ ایک قطعی دوسرے قطعی کیلئے ناسخ ہوسکتا ہے۔ اور اگر علی سبیل التنزل الہام اُن کے یہان حجت قطعیہ نہ ہو بلکہ دلیل ظنی ہو تب بھی گنجائش ہے کیونکہ ممکن ہے اُن کے یہان یہ بھی قاعدہ ہو کہ عام قطعی کی تخصیص مطلقاً دلیل ظنی سے جائز ہے خواہ وہ اس سے پہلے کسی قطعی سے مخصوص ہو یا نہ ہو۔ اور وہ شرط نہ ہو جیسے ہمارے یہان ہے کہ اول ایکبار کسی قطعی سے تخصیص ہو جاوے اُسکے بعد پھر دلیل ظنی خبر واحد یا قیاس سے تخصیص جائز ہوتی ہے اور الہام اس درجہ کی بھی دلیل نہین ہے اُس شریعت مین یہ نہ ہو اور اس بناء پر الہام سے دوسرے عمومات کی تخصیص ہو جاتی ہو۔ اور چونکہ یہ جواب بدرجہ منع ہے اسلئے ان مقدمات پر دلیل لانے کی ضرورت نہین واللہ اعلم بالصواب۔ مین نے اس جواب کو حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی خدمت مین بھی پیش کیا تھا مولانا نے بہت پسند فرمایا تھا۔ اسی سلسلہ مین فرمایا کہ بعضے بزرگون نے حضرت خضر علیہ السلام کیساتھ

زیادہ شغف کا برتاؤ نہیں کیا۔ غالباً حضرت ابراہیم ادہم کا واقعہ ہے اُنسے حضرت خضر علیہ السلام نے ملاقات کی۔ پھر پوچھا مجھے پہچانا۔ اُنہوں نے فرمایا مجھے پہچاننے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی مشغولی اتنی فرصت ہی نہیں حضرت خضرؑ نے خود ہی بتادیا کہ میں خضر ہوں۔ انہوں نے فرمایا بہتر مگر مجھے کیا حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ لوگ تو میری ملاقات کی تمنا کرتے ہیں انہوں نے فرمایا جی ہاں کرتے ہونگے حضرت خضرؑ نے فرمایا لوگ مجھ سے دعا کرایا کرتے ہیں۔ آپ بھی دعا کرا لیجئے اُنہوں نے فرمایا اُن کا دربار عام ہے ہر شخص کیلئے دروازہ کھلا ہوا ہے کسی واسطہ پر موقوف نہیں جو کچھ مجھے مانگنا ہے میں خود ہی مانگ لونگا حضرت خضرؑ نے اصرار فرمایا تو اُنہوں نے کہا بہتر ہے اگر آپ دعا کیواسطے حکم ہی دے رہے ہیں تو یہ دعا کر دیجئے کہ مجھکو نبوت مل جائے حضرت خضرؑ نے فرمایا یہ دعا کیسے ہو سکتی ہے نبوت تو ختم ہو گئی۔ (اور مستحیلات شرعیہ کی دعا نا جائز ہے ۱۲) اُنہوں نے کہا کہ میں نے آپ کے اصرار پر ایک دعا کی فرمائش کی تھی وہی آپکے قابو سے باہر ہے۔ اسی سلسلہ گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ ایک مرتبہ چند محدثین حطیم کعبہ میں بیٹھے ہوئے احادیث کا مذاکرہ کر رہے تھے صرف ایک بزرگ گوشہ میں علیحدہ بیٹھے ہوئے تھے حضرت خضر ان کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کیوں اس فضیلت سے محروم رہتے ہیں شریک ہو کر احادیث سنیئے۔ ان بزرگ نے دریافت کیا کہ یہ حضرات احادیث کس سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت خضرؑ نے جواب دیا کہ سفیان ثوری اور ابن عیینہ وغیرہما سے نقل کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جو شخص خود حق تعالیٰ سے بلا واسطہ روایت کرتا ہو اسکو ان وسائط کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ اس دعویٰ کی دلیل کیا ہے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ دلیل یہ ہے کہ آپ کو تو میں پہچانتا ہوں کہ آپ خضر ہیں لیکن آپ مجھے نہیں پہچانتے یعنی میرے مقام سے ناآشنا ہیں۔ حضرت خضرؑ نے فرمایا مجھکو آج معلوم ہوا کہ بعض اولیاء اللہ کو میں بھی نہیں پہچانتا ہوں مگر یہ سب واقعات غلبہ حال کے ہیں جو محتاج تاویل ہیں احکام اصلیہ نہیں۔ اسکے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ میرے ایک ماموں صاحب شاید اسی بناء پر فرماتے ہوں کہ یہ جو مشہور مقولہ ہے ولی را ولی می شناسد یہ صحیح نہیں ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ولی را نبی می شناسد کیونکہ اولیاء کے احوال اور مذاق مختلف ہوتے ہیں ایک حالت اور مذاق والا ولی دوسری حالت اور مذاق والے ولی کو نہیں پہچان سکتا۔ ہاں نبی تمام مقامات کا جامع ہوتا ہے اسلئے وہ ہر ولی کو پہچان سکتا ہے (البتہ اس مقولہ کے یہ معنے لئے جائیں کہ غیر ولی ولی کو نہیں پہچان سکتا خواہ ولی پہچان سکے یا نہیں تو صحیح ہو سکتا ہے ۱۲ جامع) اس تقریر کو جاری رکھتے

ہوئے فرمایا۔ دیکھئے پولیس کے دو محکمے ہین ایک ظاہر پولیس جو کھلم کھلا پکڑ دھکڑ اور دار وگیر کرتی ہے حفاظت وغیرہ کے فرائض کو انجام دیتی ہے۔ ایک خفیہ پولیس جو خاموشی اور پوشیدگی کے ساتھ اپنا کام کرتی ہے۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر پولیس خفیہ پولیس کو پہچان بھی نہین سکتی چنانچہ ایک مرتبہ کسی خفیہ پولیس والے پر ظاہر پولیس نے کوئی مقدمہ چلادیا۔ بیچارہ پھنس گیا اور قریب تھا کہ قید کا حکم سنادیا جائے۔ اُسنے کہا کہ مین کہ مین حاکم سے کچھ تنہائی مین کہنا چاہتا ہون تنہائی مین اپنے کاغذات وغیرہ دکھلائے۔ حاکم نے کوئی قانونی گنجائش نکالکر بری کردیا۔ مگر خفیہ پولیس کے اعلیٰ حکام اس شخص پر ناراض ہوئے کہ تونے اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام نہین دئے اور ملازمت ومحکمہ کا حق ادا نہین کیا۔ تونے کیون ظاہر کیا کہ مین خفیہ پولیس مین ملازم ہون۔ تجھکو خاموشی سے جیل خانہ جانا چاہئے تھا اور وہان بھی اپنے فرائض انجام دیتا۔ اسیطرح اولیاء اللہ کے احوال مختلف ہوتے ہین۔ بعض اولیاء عوام مین ایسے ملے جُلے ہوتے ہین کہ لوگ ان کو خواہ ولی ہون یا غیر ولی پہچان نہین سکے۔

(۳۸) ایک صاحبنے جو ایک تفسیر کے مختلف حصے ملک مین شائع کرچکے ہین حضرت والا کی خدمت مین اپنی اصلاح کا تعلق پیدا کرنے کی درخواست بھیجی۔ حضرت والانے تحریر فرمایا کہ کیا آپ اُن مضامین سے جو آپنے تفسیر مین غلط سلط لکھے ہین رجوع فرمالین گے۔ اسکے بعد اُن کا خط آیا۔ حضرت نے مجمع کو خطاب کرکے فرمایا کہ آج فلان صاحب کا خط آیا ہے اُنہون نے صریح اور صاف الفاظ مین تفسیر کے محرّف مضامین سے رجوع کرلیا اور لکھا ہے کہ آپ جس طرح چاہین اس رجوع کو شائع کردین مین نے جواب مین لکھدیا ہے کہ چونکہ رجوع کے شائع کرنے مین میری کوئی مصلحت نہین سراسر آپ ہی کی مصلحت ومنفعت ہے اسلئے آپ خود ہی شائع کرین۔ پھر فرمایا انہون نے شائع شدہ تفسیر سے رجوع کرنے مین ہمت سے کام لیا۔ مین اسکی داد دیتا ہون۔ جب طلب صادق ہوتی ہے تو یہی اثر ہوتا ہے۔ (ان صاحب نے اپنا رجوع نامہ لکھکر حضرت کی خدمت مین بھیجا تھا حضرت نے مناسب ترمیم کردی تھی۔ اسکے بعد انھون نے روزنامہ انقلاب مین اسکو شائع کرادیا تھا ۱۲ جامع)

(۳۹) فرمایا آج کلجو لوگ شرافت کے مدعی ہین وہ علی العموم غریب اقوام کی تحقیر کرتے ہین اور ادھر ان غریب اقوام کو یہ خبط ہوا ہے کہ وہ اپنی حد سے آگے بڑھنا چاہتے ہین۔ میرے نزدیک دونون

فریق تکبر د خود بینی مین گرفتار ہین - کیونکہ مدعیان شرافت تو کھلم کھلا تحقیر کرتے ہی ہین اور دوسرون کی تحقیر ظاہر ہے کہ عین تکبر ہے اور غریب اقوام اپنی برادری کو ذلیل سمجھتے ہین - اسی واسطے اس سے جُدا ہوکر دوسری برادریون مین شامل ہونا چاہتے ہین - اور یہ بھی تکبر ہی ہے کیونکہ اپنے بھائیون کو بنظر حقارت دیکھتے ہین - اسی سلسلہ مین فرمایا کہ بعض نصوص سے تو تمام انسانون مین مساوات معلوم ہوتی ہے اور بعض نصوص سے تفاضل اور مراتب کی کمی بیشی مفہوم ہوتی ہے - مین نے اسکے متعلق ایک مختصر مگر جامع مضمون ابھی کانپور مین لکھا تھا - اس مضمون سے معلوم ہو جائے گا کہ ان دونون قسم کی نصوص مین کوئی تعارض نہین - اور یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ مساوات کا کیا محل ہے اور تفاضل کا کیا اور مساوات و تفاضل کی حدود کیا ہین (احقر اسعد اللہ عرض کرتا ہے کہ یہ مضمون کانپور کے رسالہ الادب کانپور بابت ماہ رمضان ۱۳۵۷ھ صفحہ ۳۳ و ۳۴ پر شائع ہو چکا ہے - اور غالباً النور مین بھی بسلسلہ امداد الفتاوی شائع ہوگا عہ - مین تتمیماً للفائدہ اُس کا خلاصہ یہان بھی لکھتا ہون حضرت سے سوال کیا گیا کہ بعض قومین دوسری قومون کی تحقیر کرتی ہین اور بعض قومین بلا دلیل اپنے کو دوسری قومون مین داخل کرتی ہین یہ دونون فعل شرعاً کیسے ہین - اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونون فعل شرعاً قبیح ہین، پہلا تفریط ہے دوسرا افراط - اسکی تفصیل یہ ہے کہ نصوص شرعیہ کی اس باب مین دو قسمین ہین ایک مثبت مساوات ایک مُثبت تفاضل اور چونکہ نصوص مین تعارض ناممکن ہے اسلئے ہر ایک کا محل جدا قرار دیا جائیگا - پس نصوص مساوات تو آخرت کے متعلق ہین یعنی نجات کے لئے ایمان و عمل صالح کے مدار ہونے مین اسلامی حقوق مین اور دینی کمال حاصل کرنے کے بعد تقدم مین سب برابر ہین - چنانچہ مدعیان شرافت بھی سب قومون کے پیچھے نماز پڑھتے ہین اُن سے مُرید ہوتے ہین اُن سے علم حاصل کرتے ہین - اور نصوص تفاوت احکام راجعہ الی المصالح الدنیویہ کے باب مین ہین جیسے شرف نسب یا نکاح مین کفاءت حتی کہ جو اقوام عُرفاً اعلی طبقہ کی مشہور ہین خود اُن مین بھی باہم دگر تفاوت شرعاً معتبر ہے - قریش مین بنی ہاشم کا شرف نسبی بقیہ قریش پر نص مین وارد ہے - کفاءت مین قریش کو غیر قریش پر فضیلت (گو وہ عربی ہی ہین) دلائل شرعیہ سے ثابت ہے - اب نصوص مین کوئی تعارض نہین رہا - پس جو لوگ اپنے کو بڑا اور دوسرون کو اعتقاداً یا عملاً حقیر سمجھتے ہین یا جو لوگ بلا دلیل شرعی بڑی قومون مین داخل ہونے کی کوشش کرتے ہین دونون افراط و تفریط مین مبتلا ہین - پہلی جماعت کا تکبر تو کھلا ہوا ہی مگر دوسری جماعت بھی متکبر ہے کیونکہ جب دوسری قوم مین

عہ [illegible]

بلا دلیل داخل ہونے کی کوشش کی تو اپنی قوم کو ذلیل سمجھا ورنہ اُس سے نکلنے کی کوشش نہ کی جاتی اور اس جماعت کو علاوہ تکبّر کے نسب بدلنے کا بھی گناہ ہے جسپر حدیث مین سخت وعید وارد ہے۔ ان دونون جماعتون پر واجب ہے کہ افراط وتفریط سے توبہ کرکے حدود شرعیہ کے اندر رہین ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھین۔ اور دونون کمالات دینیہ حاصل کرین جو کہ مسلمانون کا اصل مقصود ہین ۱۲)۔

(۴۰) فرمایا ایک صاحب نے لکھا ہے کہ پارہ الٓمّ کی تفسیر بطرز جدید دارسال خدمت کر رہا ہون اسپر تقریظ لکھدیجئے۔ مین نے لکھدیا ہے کہ نہ اتنی فرصت اور نہ طاقت لہذا مجبوری ہی۔ پھر فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ تقریظ کے لئے جو کتاب آتی ہے اگر مین اُسپر تقریظ نہین لکھتا ہون تو واپس کردیتا ہون گو اُس نے ہبہ ہونا ظاہر کیا ہو۔ کیونکہ بھیجنے والیکا مقصود تقریظ ہے جب وہ حاصل نہین ہوا تو کتاب کا رکھنا مُدیَّنًا درست نہین

(۴۱) فرمایا مین داڑھی منڈانے والون سے بھی بلا ظاہری استنکاف کے مل لیا کرتا ہون۔ فیروزپور کے ایک صاحب نے لکھا تھا کہ مین کوٹ پتلون اور ہیٹ کی وضع مین آنا چاہتا ہون۔ مین نے لکھدیا کہ شوق سے آئیے آپ اگر ظاہری امراض مین مبتلا ہین تو مین باطنی امراض مین گرفتار ہون۔ ایک مریض کی دوسرے مریض سے ملاقات مین کیا حرج ہے مگر اسکے ساتھ یہ بھی لکھا تھا کہ خانقاہ مین ٹھہرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ دوسری جگہ مناسب انتظام کردیا جائیگا تاکہ نہ آپ کو خانقاہ والون سے اذیت ہو اور نہ اُن کو آپ کی حالت سے وحشت لیکن وہ جب آئے تو بالکل مُلّا بنکر آئے۔

(۴۲) فرمایا جو لوگ محض ملاقات کے لئے آتے ہین اُن سے خشونت برتنا نافع نہین۔ البتہ اگر کوئی شخص مرید ہو یا زیر تربیت ہو تو اُسپر بقدر ضرورت سختی بھی کرنا نافع ہے

(۴۳) فرمایا آج کل مین اسکو دیکھا کرتا ہون کہ صحیح طور پر مسلمانون کی سچی محبت وحمایت کرنے والا کون ہی مجھے ایسے شخص سے محبت ہو جاتی ہے۔

(۴۴) فرمایا لوگ کہا کرتے ہین کہ حضرت مرزا مظہر جانجاناںؒ حسن پرست تھی۔ مگر مین کہتا ہون کہ یہ غلط ہے۔ پرستش تو معبود برحق کی ہوتی ہے۔ مرزا صاحب صرف خدا پرست تھے ہان حُسن پسند تھے یعنی لطافت مزاج ونظافت احساس کی وجہ سے ہر شے کو حسین وجمیل اور صاف ستھرا دیکھنا چاہتے تھے کسی آدمی کسی حسن کسی چیز کی تخصیص نہ تھی (تذکرہ آب حیات مین آزاد نے مرزا صاحب کے جو حالات لکھے ہین وہ قابل اعتبار نہین۔ مرزا صاحب شیخ المشایخ ہین ۱۲ اسعد) مرزا صاحب مین یہ لطافت بچپن ہی سے تھی

چنانچہ خوبصورت اور صاف لباس والے کی گود مین فوراً چلے جاتے تھے اور بدصورت میلے کچیلے کی گود مین ہرگز نہ جاتے تھے۔

(۴۵) فرمایا ایک صاحب نے لکھا ہے کہ نیا مکان طیار ہوا ہے۔ دو نام زیر تجویز ہین اشرف البیوت اور بیت الشرف۔ آپ جو نام مناسب سمجھین مطلع فرمائین۔ مین نے لکھا ہے کہ دوسرا نام مختصر ہے۔ وجہ ترجیح کی کسی مین نہین لکھی۔ اب اُن کو اختیار ہے جو چاہین رکھین بعض لوگ عمارات بنواکر درخواست کرتے ہین کہ ایسا نام تجویز کردیجئے جس مین آپ کا نام بھی آجائے مگر مجھے ایسا نام بتاتے ہوئے شرم آتی ہے چنانچہ نہین بتاتا ہون (حالانکہ نامون کے رکھنے مین اللہ تعالیٰ نے حضرت کو ایسا ملکہ عطا فرمایا ہے کہ بایدوشاید)

(۴۶) ایک صاحب نے دستی پرچہ بھیجا حضرت نے اُسپر جواب لکھکر لانیوالے کے حوالہ کرکے فرمایا کہ گو اس مین لکھا تھا کہ جواب خواہ زبانی دیدیا جائے یا تحریری مگر مین نے باوجودیکہ زبانی جواب سہل تھا تحریری ہی جواب دیا کیونکہ میری عادت ہے کہ تحریر کا جواب تحریر سے اور تقریر کا جواب تقریر سے دیا کرتا ہون اس مین بہت مصالح ہین۔

(۴۷) ایک سن رسیدہ صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت کل کس وقت زیارت ہوسکے گی فرمایا کہ کل صبح کو آجایئے جب دوسرے اصحاب کو بلایا جائے تو آپ بھی مجھکو اپنے موجودگی کی اطلاع کرادین۔ اسپر اُنہون نے کہا کہ مین ڈہائی برس حاضر خدمت رہا ہون۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ کو جو جواب دیا گیا ہے آپ اُسے سمجھے یا نہین۔ کچھ سکوت کے بعد کہا نہین۔ حضرت نے جواب مکرر بیان فرمادیا اُنہون نے کہا بہت اچھا اور پھر دوبارہ بھی کہا کہ مین ڈہائی برس حاضر خدمت رہا ہون۔ حضرت نے فرمایا کہ غالباً آپ اس سے اپنا تعارُف کرانا چاہتے ہین۔ حالانکہ تعارُف کیلئے صرف اتنا پتہ کافی نہین۔ نیز الماضی لایذکر۔ ماضی کو چھوڑیئے یہ بتایئے کہ کیا آپنے مکاتبت وغیرہ سے تعلقات کو قائم رکھا ہے کہ تعارف رہتا حالانکہ تعلقات کا باقی رکھنا کچھ مشکل نہین اگر کم از کم ہر مہینے ایک خیریت طلب خط ہی لکھدیا جائے تو بھی کافی ہے

صبح ۹ ۱/۲ بجے چہارشنبہ ۱۴ ستمبر ۱۹۳۸ء لکھنؤ

(۴۸) ایک صاحب اجازت لیکر زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور دروازہ کے قریب ایک بیٹھے ہوئے شخص سے خوب ملکر بیٹھ گئے۔ فرمایا بہت جگہ خالی ہے ادھر آرام سے بیٹھئے۔ افسوس کسی کو اس کا بالکل خیال

نہیں کیا جاتا کہ اس طرح بلا ضرورت ملکر بیٹھنے سے دوسرے کو تکلیف ہوتی ہے۔ بعضے لوگ قصداً ذلیل جگہ بیٹھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ حقیقی تواضع یہی ہے گو کسی کو اذیت ہی کیوں نہ ہو۔ یہ سب لایعنی تکلفات ہیں۔ جہاں فراغت کی جگہ ہو وہاں بیٹھنا چاہئے۔ اگر ہر شخص جوتیوں ہی میں بیٹھنا شروع کر دے تو منتظم کے لئے ایک کام اور بڑھے کہ ہر ایک سے کہے کہ یہاں تشریف رکھئے۔ اس تصنع نے ناس کر دیا ہے۔ نیز یہ تکلّف و تصنع سُنّت کے بھی خلاف ہے۔

(۴۹) فرمایا کہ مولوی عبدالماجد صاحب دریابادی ؔ آنے کو لکھا تھا یاد نہیں رہا کہ آج کا دن مقرر کیا تھا یا کل کا ایک صاحب نے کہا کہ آج ہی کا دن مقرر کیا تھا۔ اسپر حضرت نے فرمایا اپنے بھولنے پر ایک لطیفہ یاد آیا تھانہ بھون سے قصبہ کیرانہ ضلع مظفر نگر ایک برات گئی مگر طے شدہ تاریخ سے ایک روز بعد میں پہنچی لڑکی والے بہت بگڑے کہ قرارداد کے خلاف کیا انتظام میں ابتری ہوئی۔ نقصان ہوا۔ یہ دیکھکر براتی گھبرا گئے براتیوں میں ایک ظریف بھی تھے وہ بولے کہ بھائی ہم تھانہ بھون سے تو اُسی مقررہ دن مثلاً بدھ کو چلے تھے لیکن یہاں پہنچکر معلوم ہوا کہ آج بدھ نہیں جمعرات ہے۔ لڑکی والوں نے کہا کہ تھانہ بھون سے یہاں تک کا راستہ چند گھنٹوں میں قطع ہو جاتا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہاں سے بدھ کو چلے اور یہاں جمعرات کو پہنچے ظریف صاحب نے فرمایا تو پھر زمین کا ہیر پھیر معلوم ہوتا ہے۔ اُن لوگوں نے کہا اسکا کیا مطلب یہ کیسے ہو سکتا ہے ظریف صاحب نے کہا اگر آپ کو یقین نہیں آتا تو تھانہ بھون جاکر دریافت کر لیجئے وہاں ہر شخص آج بدھ ہی بتائیگا بس یہ صرف زمین ہی کا پھیر ہے۔ یہ سُنکر سب ہنس پڑے اور ناراضی ختم ہو گئی۔

(۵۰) وصل صاحب بلگرامی نے عرض کیا کہ اخبارات میں شائع ہوا ہے کہ ہٹلر نے حکومت برطانیہ کو بہت سخت جواب دیا ہے کہ تم ہمکو فلسطین کے عربوں کی طرح نہ سمجھنا جو تمہارے ظلم و تشدد کا انسداد نہیں کر سکے ہم تمہارے چھکے چھڑا دینگے۔ حضرت نے یہ سنکر فرمایا ان لوگوں کی نہ صلح کا اعتبار نہ جنگ کا اور جب اپنے وعدہ ہی کا پاس نہ ہو تو کسی چیز کا بھی اعتبار نہیں۔

(۵۱) فرمایا آج کل لوگوں نے جیل میں جانا فرض اور عبادت مقصودہ سمجھ رکھا ہے گو واجبات کا اہتمام نہ ہو گو فرائض کی فکر نہ ہو لیکن جیل میں جانے کو طیار ہیں۔ عموماً صرف ریا، وسمعہ اس پر آمادہ کرتا ہے اگر دینی جذبہ ہوتا تو تمام امور دینیہ یکساں طور پر انجام دئے جاتے۔

(۵۲) فرمایا جو بات ڈھنگ کی ہوتی ہے گو بے باکی ہی کی ساتھ کیوں نہ ہو وہ ناگوار نہیں ہوتی۔ ایسی بات

صرف اُسکو ناگوار ہوتی ہے جسکو یہ خیال ہو کہ ہمارا ادب و احترام کیون نہین کیا گیا۔ الحمدللہ یہان اس کا وسوسہ بھی نہین ہوتا۔ البتہ بے ڈھنگی اور بے تکی بات سے ضرور اذیت ہوتی ہے۔

(۵۳) ایک معمر معزز صاحب نے پوچھا کہ کل یوم ھو فی شان کے کیا معنی ہین۔ فرمایا گستاخی معاف ہو اس وقت اس سوال کی کیا ضرورت ہے یہان تو ضروری باتین دریافت کرنا چاہئین۔ اس قسم کے سوالات تو بذریعہ خط وطن سے بھی کئے جا سکتے ہین۔ قرآن شریف اتنا سہل نہین ہے کہ منہ اُٹھا کر اسکے معانی بلا تکلف بیان کر دئے جائین۔ اگر کوئی شخص تمام عمر بھی خدمت قرآن مین صرف کرے اور تفاسیر کا مطالعہ رکھے تب بھی جب اُسکی کوئی آیت آئیگی اُسکو ضرور غور و فکر و تتبع کی ضرورت پڑیگی۔ آپ کو کم از کم میری بیماری کا تو خیال کرنا چاہئے تھا کہ غور و فکر اور طویل تقریر سے تکلیف ہوگی۔ خصوصاً اس حالت مین کہ میری تفسیر بیان القرآن موجود ہے اُس مین ملاحظہ فرما لیتے اور مجکو خود تفسیر کے مضامین ہر وقت مستحضر نہین رہتے۔ بعض اوقات مین خود اپنی تفسیر دیکھنے کی ضرورت محسوس کرتا ہون۔

(۵۴) فرمایا جس قدر کام جوش کے ہوتے ہین سب کے سب غیر مستقل اور ناپائدار ہوتے ہین اور کچھ دنون مین ختم ہو جاتے ہین اور جو کام تدبر و تفکر کی ساتھ تدریجاً انجام دئے جاتے ہین وہ محکم اور مثمر ہوتے ہین۔ دیکھئے تیز بارش سے پیداوار نہین ہوتی اور ہلکی بارش سے کھیتی خوب لہلہاتی ہے۔

(۵۵) فرمایا آج کل اکثر لوگون کو دینی رسائل اور دینی مسائل کی طرف بالکل توجہ نہین۔ صرف ایسی ناولون کی قدر ہے جن مین حسن و عشق کے مخرب اخلاق قصے ہون۔ جھوٹے اور دین سوز افسانے ہون۔ مہمل اور غیر مثمر نظمین ہون۔ لوگون کی ناجائز عیب جوئی اور غیبت ہو۔ بس ان کی قدر ہے اور دینی باتون کو خشک بتایا جاتا ہے۔ جس زمانہ مین القاسم دیوبند سے شائع ہوتا تھا اُس مین میرا مضمون تربیۃ السالک بھی مدتون تک مسلسل نکلتا رہا کہ اس اثناء مین ایک پنجابی صاحب کا خط آیا کہ ہمکو ایسے خشک مضامین کے رسالہ کی ضرورت نہین کوئی تاریخی مضمون ہونا چاہئے۔ یہ خط پڑھکر مجھکو وہم ہوا کہ شاید اس قسم کا کوئی خط دیوبند بھی آیا ہو جس سے ارکان القاسم کو اندیشہ ہوا ہو کہ ایسے مضامین سے رسالہ کو نقصان پہنچیگا مگر میری رعایت کی وجہ سے مجکو مطلع نہ کیا ہو۔ اسلئے مین نے فوراً لکھدیا کہ لوگ اس قسم کے مضمون پسند نہین کرتے ہین لہٰذا میری رائے ہے کہ اس مضمون کو بند کر دیا جائے وہ ارکان بخوشی اس پر راضی ہو گئے۔ دیکھئے میرا وہم صحیح نکلا۔ لوگ کہا کرتے ہین کہ تو بڑا وہمی ہے مگر مین کیا کرون جب

جب سائے اوہام واقعات ثابت ہوتے ہین۔ اور جس شخص کے متعلق مین جو رائے قایم کرتا ہون اکثر بعد تجربہ وہ اُسکے مطابق ثابت ہوتا ہی۔

(۵۶) فرمایا بہت سے ضروری اور مفید کتابون کے مسودے مدرسہ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون مین کہ بٹے ہین مگر مین نے آج تک کبھی کسی شخص کو خاص خطاب کرکے تحریک نہین کی کہ فلان کتاب چھاپ لو یا چھپوالو۔ حالانکہ مخلص دوستون مین ایسے باوسعت لوگون کی کمی نہین ہے جو برضا ورغبت بہتر طور پر اس کام کو انجام دے سکتے ہین مگر مجکو شرم آتی ہے۔ نیز اس مین علم اور کتاب کی بھی اہانت ہی۔ اسکا یہ مطلب ہوگا کہ علم اور کتاب اُن کے محتاج ہین حالانکہ واقعہ اسکے برعکس ہے۔ ہاں اگر کوئی از خود درخواست کرے کہ فلان مسودہ مجھے دیدیجئے مین شایع کرونگا تو خاص بشرائط کے ساتھ دیدیا جاتا ہے یا یہ کہے کہ میری رقم سی فلان کتاب شایع کردی جائے تو اُس کا انتظام بھی ہوسکتا ہے۔

(۵۷) فرمایا معاملات سے میری اس قدر یکسوئی پر بھی لوگون کو شبہ ہی کہ مین درپردہ تجارت کرتا ہون چنانچہ اسی خیال پر کتابون کی فرمایش بھی میرے نام آجاتی ہین۔ مین لکھدیتا ہون کہ مین تجارت نہین کرتا ہون خیر یہ لوگ تو بیچارے اجنبی اور دور کے رہنے والے ہین جنکو میرے معمولات اور حالات کا پورا علم نہیں۔ تعجب تو اس سے ہے کہ ایک خان صاحب جو مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون کی ایک دوکان مین کرایہ پر بیٹھتے تھے۔ ہر وقت آمد و رفت رہتی تھی مدرسہ ہی کی مسجد مین پنجوقتہ نماز بھی پڑھتے تھے مجھسے اچھے خاصے تعلقات تھے محبت کرتے تھے جو چیز موسم کے مناسب تجارت کیلئے تیار کرتے تھے مجھے ہدیۃ دیتے تھے۔ بہرحال ان کو میرے حالات کا کافی علم ہونا چاہیئے تھا خصوصاً اُن حالات کا جو بالکل ظاہر اور کُھلے ہوئے ہین لیکن وہ ایک روز آئے اور کہنے لگے کہ ایک شخص تم پر اعتراض کررہا تھا کہ فتوحات بھی بہت ہین مطبع کی آمدنی بھی ہے کتابون کی تجارت سے بھی کافی آمدنی ہے۔ ہدیے اور تحفے بھی آتے رہتے ہین۔ مین نے اُس شخص کو یہ جواب دیا کہ تم نے آمدنی کے ذرائع تو دیکھے لیکن خرچ کو بھی دیکھا کہ وہ کتنا ہے۔ یہ گفتگو سنکر مین نے کہا کہ خانصاحب کیا آپ کا بھی یہی خیال ہی کہ مطبع وغیرہ میرا ہے۔ وہ بہت تعجب سے بولے اچھا کیا یہ آپ کا نہین ہی۔ اب دیکھئے جب پاس رہنے والے متعلقین کا یہ حال ہے تو دور کے رہنے والون کی کیا شکایت۔ اسی سلسلہ مین فرمایا اگر مین تجارت کرتا ہوتا تو چھپانے کی کیا ضرورت تھی۔ نہ اس مین شرعاً کوئی گناہ ہے۔ نہ عرفاً کوئی ذلت ہی۔ باقی مین جو تجارت وغیرہ کا انکار کردیتا ہون اس سے میرا مقصود یہ ہے کہ لوگون کو صحیح حال معلوم ہوجائے۔ دھوکہ مین

مبتلا نہ ہوں بلکہ اگر تجارت عُرفاً ذلت بھی ہوتی اور میں کرتا ہوتا تو تب بھی ضرور ظاہر کر دیتا کیونکہ اس میں شرعاً کچھ حرج نہیں۔

(۵۸) فرمایا ہدیہ میں جو چیزیں آتی ہیں اگر وہ میری ضرورت سے زائد ہوتی ہیں تو یا تو کسی رشتہ دار اور دوست کو بلا قیمت دیدیتا ہوں اور اگر بلا قیمت دینے کی ہمت نہیں ہوتی تو فروخت کر دیا کرتا ہوں گو بظاہر اس میں سُبکی ہے عُرف کے خلاف ہے۔ مگر اسکے سوا کیا کر سکتا ہوں۔ رکھنا فضول۔ اور تقسیم کے لائق نہیں یا تقسیم کی ہمت نہیں تو اب بجز بیع کے اُس سے انتفاع کی کیا صورت ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رح کے پاس جب ہدایا ضرورت سے زائد جمع ہو جاتے تھے تو سہارنپور اپنے مجاز حافظ قمر الدین صاحب رح کے پاس فروخت کرنے کیلئے بھیجدیا کرتے تھے۔ لوگوں کے اعتراض کی بالکل پروا نہیں فرماتے تھے۔ ہدایا کے فروخت کرنے میں ہم نے نہ تو کسی پر ظلم کیا نہ کسی سے بھیک مانگی جو مصلحت سمجھی اُسکے موافق کیا اب اگر کوئی اعتراض کرتا ہے تو اُسکی حماقت ہے۔ ہاں دیکھنے کی بات یہ ہے کہ کچھ شریعت کے خلاف تو نہیں کیا۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ چونکہ میں شریعت کے مطابق دونوں گھروں میں عدل کرنا چاہتا ہوں اسلئے جو ہدیہ تقسیم و تجزی کو قابل ہوتا ہے اسکو برابر تقسیم کر دیتا ہوں اگر دونوں حصوں میں کچھ تفاوت نہ ہوا تو تقسیم میں کچھ تکلف ہی نہیں اور اگر کوئی عارضی تفاوت ہوا تو بلحاظ قیمت کا اور دوسری صورت میں اگر بعد تقسیم کوئی ایک ہی حصہ دونوں گھروں میں پسند ہوا تو قرعہ سے تعیین کر دیتا ہوں۔ یا کسی ایک گھر میں پسند نہیں ہوتا ہے تو میں دوسرے گھر میں اُس کو بقیمت فروخت کر دیتا ہوں۔ گو یہ عرف کے خلاف ہے لیکن اگر مفت دیا جائے تو عدل شرعی کے خلاف ہے۔ ہاں جو چیزیں تجزیہ قبول کرتی ہیں ان کو دو مساوی حصوں میں منقسم کر کے دونوں گھروں میں بھیجدیتا ہوں۔ محض عرف کے پیچھے پڑ جانا دانشمندی سے بعید ہے۔ پہلے دیکھنا چاہئے کہ شرع کے تو خلاف نہیں پھر اسکے بعد راحت و آرام کا خیال ہونا چاہئے خواہ عُرف کے مخالف ہو یا موافق۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ اگر کسی شخص کا اعتقاد ان جائز اور راحت رساں امور کو دیکھکر جاتا رہے تو سمجھنا چاہئے کہ وہ پہلے ہی سے معتقد نہ تھا کیونکہ اس کا حاصل تو یہ ہوا کہ شریعت مقدسہ پر عمل کرنے کی وجہ سے اعتقاد رخصت ہو گیا۔ نفرین ہے ایسے اعتقاد پر۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی معتقد نہیں رہا تو ہمارا کیا ضرر ہمیں کیا فکر۔ بحمد اللہ تعالیٰ نہ اسکی طلب نہ حاجت۔

(۵۹) فرمایا جب کوئی مہمان ہوتا ہے تو میں گھر میں نہ رکے کہ انکے دام علیحدہ دیدیتا ہوں۔ میں ہر معاملہ کو صاف رکھنا چاہتا ہوں۔

(۶۰) فرمایا رسم ورواج ایسی بلا ہے کہ اکابر تک بھی اس مین کسی نہ کسی قدر مبتلا ہوتے ہین اِلّا ماشاء اللہ۔ ایک بڑے مدرسہ کا ایک زبردست جلسہ ہوا۔ دیکھنے والے تجربہ کار اصحاب نے تیئس ہزار آدمیون کے اجتماع کا اندازہ کیا تھا۔ مین نے منتظمین کی خدمت مین یہ رائے پیش کی کہ اہل مدرسہ اپنے زیر انتظام کچھ دُکانین کھلوادین۔ مختلف کھانے ہر وقت طیار رہین تاکہ ہر شخص کو اُسکے مذاق کے مطابق کھانا مل سکے نیز نرخ بھی بلاجبر واکراہ مقرر کرکے دوکانون پر آویزان کردیا جائے یا کسی اور طریقہ سے مشتہر کردیا جائے تاکہ کمی بیشی اور مہمانون کی پریشانی کا احتمال نہ رہے۔ اہل مدرسہ صرف قیام کا انتظام اپنے ذمہ لین اور کھانے کا انتظام نکرین آنے والے دوکانون پر کھالین اور جو لوگ دس دس بیس بیس روپئے آمدورفت مین خرچ کرسکتے ہین ان کو کھانے مین ایک دو روپئے کا خرچ کرنا کچھ مشکل نہ ہوگا اور ادھر مدرسہ کو ایک بڑی رقم بچ جائیگی لیکن میری اس رائے کو تسلیم نہین کیا گیا اور صرف یہ فرماکر ٹال دیا گیا کہ عُرف ومعمول کے خلاف ہے۔ رواج اسکی اجازت نہین دیتا ہے۔ تیئس ہزار کے مجمع کو کئی وقت کھانا کھلایا اور کھانا بھی ایسا لذیذ وعمدہ کہ ایسے ایسے متمول لوگ جنکو اپنے یہاں کے کھانے پر ناز تھا کہتے تھے کہ ہمنے ایسا کھانا کہین نہین کھایا تھا۔ ادھر تو مدرسہ کو زبردست زیرباری ہوئی اور ادھر منتظمین کی ایک بڑی جماعت مواعظ مین شریک نہ ہوسکی حالانکہ جلسہ کا اصل مقصود مواعظ ہی تھے۔ یہ ہی رواج کی پابندی کا نتیجہ۔ اسی سلسلہ میں یہ مسئلہ فرمایا کہ زبردستی نرخ مقرر کرنا جائز نہین ہے ہاں لوگوں کو راحت پہنچانے کیلئے اگر باہمی مفاہمت سے ایسا کر دیا جائے تو بہتر ہے۔ پھر فرمایا میرے یہاں اب یہ دستور ہے کہ مہمان جتنے دنوں چاہے قیام کریں اپنے کھانے کا انتظام خود کرین گے۔ ہان جن سے خصوصیت اور بے تکلفی ہے اور ان کا قیام بھی قلیل ہو یا ان کو انتظام مین دقت ہو تو اُن کا کھانا مکان سے آتا ہی گو میرا یہ دستور رواج کے خلاف ہی لیکن اس مین طرفین کو راحت ہی۔ مہمان جب چاہین اور جو چاہین کھاپی سکتے ہین۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قیام مین آزاد ہین جتنا جی چاہے قیام کریں ورنہ بہت سے غیور طبع انسان بجائے ہفت دہ یوم کے پانچ یوم بھی نہ ٹھہر سکتے۔ یون کہتے کہ مفت کی روٹیاں کھانا یا بار ڈالنا مناسب نہین۔ نیز جلد جلد آنے کا ارادہ بھی نہ کر سکتے۔ اور ان باتون سے ان کا دینی نقصان ہوتا۔ اب بحمد اللہ تعالیٰ یہ خرخشے نہین ہین۔ اور مین اس فکر سے آزاد ہوں کہ مہمانون کے لئے کیا پکا اور کب پکا۔ کون مہمان موجود ہی کون غائب ہی۔ کوئی پرہیزی کھانا تو نہین کھاتا وغیرہ وغیرہ۔

اب جس اطمینان کے ساتھ مین دینی خدمات انجام دیسکتا ہون مہمان نوازی کی صورت مین کہان ممکن تھا۔ خصوصًا اس صورت مین کہ مہمان بھی بڑی تعداد مین بکثرت آتے رہتے ہین۔ اسی سلسلہ مین فرمایا ایک مرتبہ مدارس عربیہ کی تعطیلات کے زمانہ مین اسّی مہمان جمع ہوگئے تھے جن میں اکثریت طلبہ کی تھی مین نے حافظ اعجاز احمد سے جو مہمانوں کو بقیمت کھانا کھلاتے ہین کہدیا تھا کہ ہر طالب علم سے علیحدہ علیحدہ پوچھکر کتنا قیام کرنا چاہتے ہو اور تمہارے پاس دام کافی ہین یا نہین۔ جسکے پاس خرچ نہ ہو اسکو میرے حساب مین برابر کھلاتے رہو دام مین دونگا کیونکہ دام دینا آسان ہے انتظام مشکل ہے۔ اتفاقًا اُسی زمانہ میں مولوی حسین احمد صاحب تیستروں سے واپسی مین تھانہ بھون آئے۔ اُنہون نے طلبہ کے مجمع سے جو کہ عمومًا اُن کے شاگرد تھے فرمایا کہ تم لوگ کیسے لا پرواہ ہو کہ مولانا پر اپنے کھانے کا بار ڈالتے ہو۔ کسی ذریعہ سے اسکی اطلاع مجھکو بھی ہوگئی۔ مین نے مولوی صاحب سے کہا آپ جانتے ہین کہ مین عرف اور رسم و رواج کا پابند نہین مجھکو تنگی ہوتی مین خود انکار کردیتا اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے معمولی خدمت کرسکتا ہون۔ اور طلبہ تو بجائے میری اولاد کے ہین ان کے حقوق تو اور زائد ہین آپ کچھ نہ فرمائین اُنکو آزادی سے رہنے دیں

(۶۱) فرمایا مجھکو شاگردوں سے جتنی محبت ہے۔ مریدین و معتقدین سے اُتنی نہین۔ شاگرد تو اولاد کی طرح ہوتے ہین۔ شاگردی اور اُستاذی کا تعلق نہایت مستحکم و پائدار ہوتا ہے اور عقیدت کا تعلق اکثر ناقابل اعتبار۔ ارادت کا تعلق ادنیٰ شبہ سے انسان قطع کردیتا ہے لیکن شاگردی کا تعلق قطع نہین کیا جاتا۔

(۶۲) فرمایا مہمانوں کے متعلق ہمارے اکابر کا یہی معمول تھا کہ عمومًا اُنکے کھانیکا خود انتظام فرماتے تھے دام وغیرہ دینا اُن کا معمول نتھا۔ ہان شاذ و نادر کبھی ایسا بھی ہوا ہے اور میری عادت انتظام کی مصالح معمول اکابر کے خلاف ہے گو کھینچ تان کر اپنی اس عادت کو معمول اکابر کے موافق کرنا ممکن ہے کہ وہ بھی تو کبھی دام دیدیا کرتے تھے مگر یہ موافقت کا دعویٰ صحیح نہین کیونکہ موافقت تو یہ ہوتی کہ مین بھی اکثر تو کھانیکا انتظام کیا کرتا اور گاہے گاہے بر سبیل شذوذ داموں کا انتظام بھی کردیا کرتا۔ اور یہان معاملہ اسکے برعکس ہے۔ معمول عادت غالبہ کا نام ہے۔ باقی یہ ایک واقعی تحقیق ہے کہ ایسے امور مین خود موافقت ہی کی ضرورت نہین کیونکہ اکابر کی موافقت احکام مین مطلوب ہے نہ کہ انتظام مین۔ اور مین نے یہ طریقہ

انتظام اختیار کیا ہے کہ طرفین کو مختلف تشویشات سے نجات ہوتی ہے۔ اور اس مین دینی و دنیوی مصالح حاصل ہوتی ہین یہ اعتراض ایسا ہی ہے جیسے ان معترضین پر کوئی اعتراض کرے کہ تمہارے بزرگون نے تو حج بادبان والی کشتیون مین کیا ہے اور تم دخانی جہازون مین حج کرتے ہو یہ اُن کے طریق اور معمول کے خلاف ہے تو کیا تم اپنے کو اُن کا مخالف کہلاؤ گے۔ اسی طرح آئندہ ہماری ذریت ہوائی جہاز پر حج کرنے لگے تو کیا ان کو یہ کہنا درست ہوگا کہ یہ اپنے اکابر کے خلاف کرتے ہین وہ ہوائی جہاز پر حج نہین کیا کرتے تھے۔ دیکھئے اگر ایک بزرگ کا نظام الاوقات صبح سے شام کچھہ اور ہو اور دوسرے آدمی کا کچھہ اور تو کیا اسکو مخالفت سے تعبیر کرنا درست ہوگا۔ غرض یہ کلیہ ہر جگہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ بزرگون کا اتباع احکام مین ہوتا ہے۔ امور انتظامیہ میں ضروری نہین بلکہ حالات و اوقات کے اختلاف جو مناسب ہوگا کیا جائے گا ہان حدود شریعت سے کسی حال مین تجاوز نہ ہونا چاہئے۔ باقی اس قسم کے اعتراضات کی بالکل پرواہ نکرنا چاہئے کہ یہ بات فلان بزرگ کے معمول کے خلاف ہے اور وہ بات اُس بزرگ کی عادت کے خلاف ہے

صبح ۱۰ بجے پنجشنبہ ۱۵ ستمبر ۱۹۳۸ء لکھنؤ

(۶۳) ایک تعلقہ دار صاحب زیارت کے لئے حاضر ہوئے حضرت کھڑے نہین ہوئے اور فرمایا معاف کیجئے گا مجھکو اُٹھنے مین تکلف ہوتا ہے اسلئے بیٹھا رہا۔

(۶۴) فرمایا جب مجھکو کوئی برا بھلا کہتا ہے۔ لعن طعن کرتا ہے تو مین ناراض نہین ہوتا بلکہ کہا کرتا ہون کہ میری دنیا کی ساری عمر مفت خوری مین بسر ہوئی چنانچہ زمانہ التعلیم تک بلکہ بعد تک بھی والد صاحب رح کفیل تھے اسکے بعد دوستون کے تحفون اور ہدیوں سے کام چلا امید ہے کہ اسی طرح جنت بھی مفت ہی ملجائیگی۔ کیونکہ مجھہ سے تو اعمال صالحہ ہوتے ہین نہین۔ انشاءاللہ تعالیٰ دوسروں کی نیک کمائی دخول جنت کا سبب ہو جائیگی جو لوگ سب و شتم کرتے ہین۔ غیبت و بہتان طرازی سے کام لیتے ہین وہ فی الحقیقہ مجکو حسنات اور نیکیان دیتے ہین سو ناراضی کی کیا وجہ۔

(۶۵) ایک تذکرہ پر فرمایا۔ مین نے جو اعلان شائع کیا ہے اس میں مسلم لیگ کی حمایت کی ہے مگر صاف طور پر لکھدیا ہے کہ کانگریس اور مسلم لیگ دونوں جماعتین قابل اصلاح بلکہ واجب الاصلاح ہین

ہاں مسلم لیگ نسبۃً کانگریس سے اچھی اور بہت اچھی ہے۔ لہٰذا اس مین اصلاح اور درستی کی نیت سے شریک ہونا چاہئے۔ مین کانگریس کو اندھے کی مشابہ سمجھتا ہون اور مسلم لیگ کو کانے کی مشابہ اور ظاہر ہے کہ اندھے پر کانے کو ترجیح ہوگی۔ مثلاً اگر کسی کو نوکر رکھنے کی ضرورت ہو اور اتفاقاً دو نوکر ملین ایک اندھا ایک کانا اب فرمائیے وہ کس کو نوکر رکھیگا اندھے کو یا کانے کو یقیناً کانے ہی کو ملازم رکھیگا بس اسی بناء پر مین مسلم لیگ کا حامی ہون۔

(۶۶) جس زمانہ مین کانگریس مسلم لیگ سے مفاہمت کی گفتگو کر رہی تھی مین نے ایک خط مسلم لیگ کے صدر مسٹر محمد علی جناح کو اس مضمون کا لکھا تھا کہ مفاہمت مین چونکہ مسلمانوں کے امور دینیہ کی حفاظت نہایت اہم اور بہت ضروری ہے اسلئے شرعیات مین آپ اپنی رائے کا بالکل دخل ندین بلکہ علماء محققین سے پوچھکر عمل فرمائین۔ اُنھون نے نہایت شرافت و تہذیب سے جواب لکھا اور اطمینان دلایا کہ اسی ہدایت کے مطابق عمل کیا جائیگا۔

(۶۷) فرمایا۔ کانپور مین ایک شیعی نے اپنی مذہبی مجلس منعقد کی اور اس میں حضرات صحابہ اور اکابر سلف کے ساتھ زندہ مشہور سنیوں پر بھی تبرا کیا۔ اس مجلس کے متعلق ایک سُنّی منصرم نے واقعہ سُنکر بانی مجلس سے کہا افسوس ہے کہ آپ کی مجلس مین اس قسم کا تبرا کیا گیا۔ وہ فوراً حسب عادت قسم کھاکر بولے کہ منصرم صاحب واللہ آپ پر بالکل تبرا نہین کہا گیا تھا منصرم صاحب نے فرمایا اب تو مجھے اور زیادہ شکایت ہے کہ مجھکو سُنّی نہین خیال کیا گیا۔ کیونکہ جب تمام سنیون پر بلا استثناء تبرا کہا گیا اور مجھپر نہین کہا گیا تو اس کا کھلا ہوا یہی مطلب ہے کہ مجھکو اہل السنۃ والجماعۃ کے زمرہ سے علیحدہ سمجھا گیا۔

(۶۸) فرمایا مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری مشہور ادیب کا مشرب ہمارے اکابر کے مسلک معتدل سے کسی قدر جُدا تھا لیکن باوجود اسکے انکو ہمارے اکابر سے محبت بہت تھی۔ دیکھئے پہلے بزرگون مین اختلاف مشرب و مسلک کے ساتھ بھی باہمی تعلقات خوشگوار ہوتے تھے۔ ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرتے تھے۔ اور ایک آج کل کے لوگ ہین کہ اتحاد مشرب و مسلک کے باوجود بھی آپس میں محبّت نہیں۔ تعلقات مین شگفتگی نہین (دیکھنا رشک اُس کی محفل کا + ایک کو ایک کھائے جاتا ہے ۱۲)

مولانا فیض الحسن صاحب ہمارے اکابر کے باہم ایتلاف و اتفاق پر مزاحاً فرمایا کرتے تھے ان وہابیوں مین اتفاق و اتحاد بہت ہے۔ اور یہ سب برکت اُن بڑے میاں کی ہے یعنی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی

قدس اللہ سرہ العزیز کی ۔اسی سلسلہ مین فرمایا کہ مولانا فیض الحسن صاحب سماع پر بھی نکیر نہ کرتے تھے اسکے علاوہ بعض دوسرے مسائل میں بھی ہمارے اکابر کا اور اُن کا اختلاف تھا مگر ہمارے بزرگون کی رائے اُن کے متعلق اچھی تھی۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے اُن کے متعلق دریافت کیا گیا مولانا نے فرمایا بھائی مولوی فیض الحسن کا ظاہر بُرا ہے اور باطن اچھا ہے اور ہمارا باطن بُرا ہے اور ظاہر اچھا ہے۔

اسی سلسلہ مین فرمایا مین نے مولانا فیض الحسن صاحب کے داماد سے سنا ہی کہ اُن کی وفات کے بعد مسلسل ایک ماہ تک اُس جگہ سے جہاں وفات ہوئی تھی بہت عمدہ خوشبو آتی رہی۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب سے کسی نے اسکا تذکرہ کیا تو فرمایا مجھے معلوم ہے کہ لڑکپن سے ہر شب جمعہ مین فجر تک درود شریف پڑھا کرتے تھے ایک لمحہ کو نہ سوتے تھے اور اخیر عمر تک اس معمول کو نباہا۔ مولانا فیض الحسن صاحب سب سے بے تکلف تھے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے والد شیخ اسد علی صاحب کھیتی کیا کرتے تھے۔ آپ نے ایک مرتبہ کہا ارے اسد علی کے بیٹے تجھے مولوی کس نے کردیا۔ تیرے پاس تو دو بیل ہوتے اور اُن کے کندھون پر تیرے ہاتھ ہوتے اور جنگل میں تک تک ٹر ٹر کرتا پھرتا حضرت مولانا نے فوراً ہی ایک ہاتھ مولانا فیض الحسن صاحب کے کندھے پر رکھکر فرمایا کہ ایک تو ملگیا ہے دوسرے کی تلاش مین ہون وہ بھی مل جاوے تو یہی کام کیا کرون گا۔ گو مولانا فیض الحسن صاحب بہت ذہین تھے مگر اُس وقت کوئی جواب نہ بن پڑا اور خاموش ہوگئے یہ حضرت مولانا ہی کا کام تھا کہ اُن کو خاموش کردیا ورنہ وہ کسی سے چُپ ہونے والے نہ تھے۔ ان بزرگون کا اختلاف بھی اللہ تعالیٰ کے واسطے سے تھا باقی ہنسنا بولنا مزاح باہم خوب رہتا تھا۔ مولانا فیض الحسن صاحب بیباک تو تھے ہی حضرت حاجی صاحب سے عرض کیا کہ حضرت آپ سے بیعت ہونے کو جی چاہتا ہے مگر دو شرطین ہین اول یہ کہ کبھی خط و کتابت نہ کرون گا۔ دوسری شرط یہ ہی کہ نذرانہ کبھی نہ دونگا۔ دیکھئے پیر سے بھی ایسی گفتگو کی۔ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا جتنی شرطین کرو سب منظور ہین۔

مولانا فیض الحسن صاحب حسرت کے عاشق تھے اور عشاق کے لئے ظاہری ادب کی ضرورت نہین رہتی ہی عارف رومیؒ اسی کے متعلق فرماتے ہین ؎

گفتگوئے عاشقان در کارِ رب — جوششِ عشق است نے ترکِ ادب
بے ادب تر نیست زوکس در جہان — با ادب تر نیست زوکس در نہان

شعراء محبوب کو ظالم ستمگر جفاکار قاتل سفاک وغیرہ الفاظ سے تعبیر کرتے ہین کیا یہ بے ادبی ہے

عاشق صادق ظاہرا کچھ معاملہ کرے مگر بوقت ضرورت جان دینے والا اسکے سوا کوئی دوسرا نہین ہوتا مثنوی شریف مین ایک حکایت ہے کہ کوئی عاشق محبوب سے اپنا حال زبون بیان کر رہا تھا کہ مین نے تمہارے عشق مین یہ یہ کیا۔ اسپر محبوب نے کہا کہ سب کچھہ کیا مگر اصلی حق محبت کا ادا نہ کیا یعنی جان نہ دی یہ سنکر یہ عاشق گرا اور گرتے ہی ختم ہو گیا۔

(۶۹) فرمایا۔ مولوی بقاد اللہ صاحب وکیل قنوج والے بیان کرتے تھے کہ ایک شخص بظاہر رند تھے حضرت نے بطور جملہ معترضہ فرمایا۔ رند کہتے ہین آزاد کو۔ یعنی جو شخص عرفیات اور رسوم سے آزاد ہو، عبادات اور احکام شرعیہ سے آزادی مُراد نہین ایسے لوگون کو عرفی ملامت کی ذرا پروا نہین ہوتی باقی شرعی احکام کی کامل طور پر پابندی اور پیروی کرتے ہین۔ بہر حال وہ رند مشرب بزرگ حج کو چلے مگر اس شان سے کہ راستہ میں کہیں رقص کرنے لگتے۔ کہین دف بجانے لگتے۔ عام لوگ ان کو مسخرا سمجھتے تھے۔ اسی والہانہ انداز مین مکہ معظمہ زاداللہ شرفاً پھونچگئے مسجد حرام کے انتیس[۱۹] دروازے ہیں اور بعض دروازے ایسے ہین کہ اُن کے باہر سے ہی کعبہ شریف پر نظر پڑجاتی ہے۔ خیر معلم طواف قدوم کے لئے لے چلا جب دروازہ کے قریب پھونچے تو مُطوف نے کہا دیکھو وہ ہے کعبۃ اللہ۔ ان کی نظر جیسے ہی کعبہ شریف پر پڑی بیساختہ یہ شعر منہ سے نکلا۔

چو رسی بکوئے دلبر بسپار جان مُضطر کہ مباد بار دیگر نہ رسی بدین تمنا

اور گر کر ختم ہوئے۔

(۷۰) آج کل ہر شے کی دو قسمین ہین۔ مذہبی و سیاسی۔ چنانچہ حلف بھی دو قسم کا ہے۔ حلف مذہبی و حلف سیاسی۔ حلف سیاسی دغابازی اور فریب کے لئے اُٹھایا جاتا ہی۔ حلف مذہبی اپنے اندر صدق و دیانت رکھتا ہی۔ اسی طرح نماز روزہ بھی مذہبی و سیاسی ہوتا ہے۔ مذہبی نماز روزہ وہ ہی جو اخلاص سے ادا کیا جائے اور سیاسی نماز روزہ وہ ہی جو محض خدا پرست عوام کو قابو میں رکھنے کیلئے عام جلسون مین کیا جائے۔ اس زمانہ میں سیاست نام ہے مکر فریب اور خداع کا۔ اور لطف یہ ہے کہ ان حیاد سوز حرکتون کو کمالات مین شمار کیا جاتا ہی۔ تعجب تو اس کا ہی کہ خداع اور مکر کمزوری کی مجبوری سے ہونا چاہئے تھا لیکن اب تو بڑی طاقتور سلطنتین بھی ان کمالات سے متصف ہونا اپنا طغرائے امتیاز سمجھتی ہین اُن کی نظروں میں عہد و پیمان کی کچھہ حقیقت نہین حلف و سوگند کی کوئی وقعت ہی نہین

(۱ ے) فرمایا جبریہ تعلیم کے سلسلہ میں مولوی عبدالکریم صاحب گمتھلوی نے ایک حاکم کو گفتگو کرکے ساکت کردیا۔ اسپر اُنھوں نے کہا کہ تقریر مین تو مجکو ساکت کردیا لیکن قلم تو میرے ہاتھ مین ہے اس کا کیا تدارک کرسکو گے۔

(۲ ے) فرمایا آج کل ترقی کا ایک نیا مفہوم نکلا ہے کہ دوسروں کو بالکل صفحہ ہستی سے نیست ونابود کردیا جائے ان کا نام ونشان دنیا مین باقی نہ رہے۔ کوئی قوم دوسری قوم کو موجود دیکھنا نہین چاہتی حالانکہ ترقی کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ خود عمل کے میدان مین انتہائی جدوجہد اور پیہم سعی وکوشش کرکے دوسری قوموں سے آگے نکل جائیں نہ یہ کہ دوسری قوموں کو فنا کے گھاٹ اُتار دیں بلکہ صحیح ترقی میں تو یہ بھی داخل ہے کہ خود برسر اقتدار ہوکر ضعیف اقوام کی کافی سے زائد رعایت وخبر گیری کیجائے۔

(۳ ے) فرمایا انسان کا کام ہر شے میں کوشش وسعی اور جدوجہد کرنا ہے۔ اگر خدانخواستہ ناکامی ہو تو صبر کرے اور عمل وکوشش کو نہ چھوڑے۔ ہم نتائج اور غایات کے ترتب کے مکلف اور ذمہ دار نہیں ہیں۔ ہمارا کام صرف اتنا ہی کہ شرعی ہدایات کے مطابق کوشش میں لگے رہیں خواہ کامیابی ہو یا ناکامی مولانا فرماتے ہین ؎

دوست دارد دوست این آشفتگی   کوشش بیہودہ بہ از خفتگی

دیکھیے اگر کوئی شخص بیماری میں مایوسی کی حالت تک پہنچ جاتا ہے تب بھی اُسکی دوا دارو نہیں چھوڑی جاتی سینہ میں بلکہ ناک میں دام آجاتا ہے مگر کوشش جاری رہتی ہے تیمار دار اور اعزہ آرام نہین بیٹھتے بس یہی حال قوم کے ساتھ بھی ہونا چاہیے کہ اُسکی خیر خواہی اور ترقی کے لئے اخیر دم تک کوشش مین لگا رہنا چاہیے۔ اور اگر کسی کو قوم سے اس قدر تعلق نہین ہے تو وہ محب قوم نہین کہلا سکتا۔

(۴ ے) فرمایا ایک صاحب نے طریق باطن کی پریشانیوں سے متاثر ہوکر مثنوی شریف کی بحر مین منظوم خط مجکو لکھا تھا۔ مین نے جواب مین مثنوی ہی کا یہ شعر لکھدیا جو سارے خط کا جواب ہو گیا۔ ؎

دوست دارد دوست این آشفتگی   کوشش بیہودہ بہ از خفتگی

(۵ ے) فرمایا ابھی میں نے بیان کیا کہ انسان کو کوشش وسعی مین لگا رہنا چاہیے خواہ نتیجہ مرتب ہو یا نہین۔ اسپر مجکو ایک واقعہ یاد آیا ۱۸۵۷ء کے مشہور ہنگامہ سے کچھ علماء علٰحدہ بھی رہے تھے اور بعضے شریک بھی ہو گئے گو انجام کار اُن کو ناکامی ہوئی۔ اسکے متعلق نانوتہ کے ایک شیعی مجتہد نے مولانا مظفر حسین صاحب

پر طعن کیا کہ بھلا اس شورش سے کیا فائدہ ہوا مولانا نے جواب میں سودا کا یہ قطعہ پڑھا ؎

سودا قمار عشق میں شیریں سے کوہکن | بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منہ سے اپنے آپکو کہتا ہے عشق باز | اے رو سیاہ تجھسے تو یہ بھی نہ ہو سکا

ہمارے حضرت حاجی صاحب رح سے بھی کسی نے اسی قسم کا اعتراض کیا تھا تو حسب ذیل جواب عنایت فرمایا تھا۔ یہ جواب صوفیانہ ہے ؎

سحر بلبل حکایت با صبا کرد | کہ عشق گل بما دیدی چہا کرد
غلام ہمت آن نازنینم | کہ کار خیر بے روی و ریا کرد
من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم | کہ با من انچہ کرد آن آشنا کرد

(۷۶) فرمایا شاہ غلام رسول صاحب کانپوری میں جنکا لقب رسول نما مشہور ہے ایسی برکت تھی کہ حالت بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرا دیتے تھے۔ سید حسن صاحب رسول نما کو بھی یہی کمال حاصل تھا وہ بھی بیداری ہی مین حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرا دیتے تھے مگر یہ بزرگ زیارت کرانے کیلئے دو ہزار روپیہ نقد لیتے تھے جو اس قدر روپیہ پیش کرتا تھا وہی اس دولت عظمیٰ سے مشرف ہوتا تھا۔ کسی نے حضرت حاجی صاحب رح سے اسکی وجہ پوچھی کیونکہ ظاہراً دین کا معاوضہ ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اسکی حقیقت یہ ہے کہ یہ زیارت ایک قسم کا کشف ہے اور کشف کے لئے تصفیہ اور تزکیہ کی ضرورت ہے۔ اور تصفیہ میں عادۃً مجاہدہ لازمی ہے۔ اور فوری مجاہدہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اتنی بڑی رقم صرف کی جائے جو نفس پر گراں ہو سو وہ دو ہزار روپے اسلئے لیتے تھے کہ مجاہدہ سے تصفیہ قلب و تزکیہ نفس اور اس سے کشف کی قابلیت پیدا ہو جائے اسی وجہ سے وہ اس رقم مین سے اپنے لئے ایک بھی نہیں رکھتے تھے بلکہ سب فقراء و مساکین کو تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ اور حضرت حاجی صاحب نے جو یہ فرمایا کہ دو ہزار روپے لینے سے مقصود مجاہدہ کرانا تھا خود روپیہ مقصود نہ تھا اسکی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے وہ بھی حضرت ہی نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ ان کی بیوی نے کہا مجھے بھی زیارت کرا دو۔ فرمایا۔ اچھا دو ہزار روپے لاؤ۔ انہوں نے کہا کہ میرے پاس کہاں ہین۔ پہلے تم ہمکو دیدو پھر میں تمکو دیدوں گی۔ فرمایا نہیں اپنے ہی پاس سے۔۔ کیونکہ بیوی کی تجویز کردہ صورت مین اصل مقصود یعنی مجاہدہ کیسے ہوتا اُن کے دل پر اس رقم کے دینے کا کچھ بھی اثر نہ ہوتا اور جب مجاہدہ نہ ہوتا تو

تصغیہ اور اُس سے کشف کی قابلیت بھی پیدا نہ ہوتی اسلئے انکار کردیا۔ وہ بیچاری یہ صاف جواب سنکر بہت مغموم ہوئین۔ پھر فرمایا کہ اچھا ہم تمہاری خاطر سے ایک دوسری صورت دو ہزار روپے کے قائم مقام کئے دیتے ہین تم نہا دھوکر۔ سرمہ مسی لگاؤ۔ اچھے کپڑے اور زیور پہنو بالکل دُلہن بن جاؤ۔ وہ کہنے لگین مین بوڑھی ہوکر یہ کام کیسے کرون اور دُلہن کیسے بنون۔ اگر مین ایسا کرون تو غارت ہوجاؤ غرض عورتوں کی عادت کے موافق اپنے آپ کو بہت کچھ بُرا بھلا کہا۔ سید حسن صاحب نے فرمایا کہ اسکے سوا کوئی صورت نہیں اگر زیارت مقصود ہی تو ایسا ہی کرو ورنہ تم جانو۔ شوق عجب چیز ہے مجبورًا دُلھن بنکر بیٹھین۔ اور یہ باہر جاکر اُن کے بھائی کو بُلالائے کہ دیکھو تمہاری بہن کو بڑھاپے میں کیا خبط سوجھا ہی وہ لاحول پڑھکر چلے گئے بس اُنہوں نے رونا شروع کردیا حتی کہ روتے روتے بیہوش ہوگئین کہ اُنہوں نے مجھکو بھائی کے سامنے کیسا رسوا کیا جب بیہوش ہوگئیں اُس حالت مین اُن کی طرف توجہ فرمائی اور زیارت کرادی۔ اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ رقم لینے سے مقصود صرف مجاہدہ تھا اور چونکہ بیوی مین مجاہدہ کی یہ صورت ناممکن تھی اسلئے اُن سے رونے کا مجاہدہ کرادیا۔

(۷۷) فرمایا۔ ایک بزرگ مولانا ابوالحسن صاحب لکھنوی نقشبندی تھے۔ یہی شاہ غلام رسول صاحب اُن سے بیعت ہونے کیلئے تشریف لیگئے چونکہ حضرات نقشبندیہ مین معمول ہے کہ بیعت سے قبل استخارہ کراتے ہین اسلئے اُنہوں نے بھی شاہ صاحب سے فرمایا کہ استخارہ کرلیجئے۔ حضرت نے بطور جملہ معترضہ فرمایا کہ استخارہ مین ضروری چیز دو رکعت نماز اور دعائے استخارہ ہے باقی سونا اور خواب کا دیکھنا ہرگز شرط نہین۔ یہ سب کچھ عوام نے تصنیف کررکھا ہی ہان یہ ممکن ہے کہ بعض دفعہ استخارہ کا اثر خواب کی شکل میں بھی ظاہر ہوجاوے لیکن اس مین اشتراط بالکل نہین۔

غرض شاہ صاحب یہ سُنکر اُٹھ گئے اور تھوڑی دیر مین واپس آکر عرض کیا کہ حضرت استخارہ کرلیا اُنہوں نے فرمایا کہ اتنی جلدی استخارہ کیسے کرلیا وضو کب کیا نماز کب پڑھی اور دعا کب مانگی۔

شاہ صاحب نے فرمایا کہ مین نے استخارہ اسطرح کیا ہے کہ مین نے نفس سے پوچھا کہ تو بیعت ہونا چاہتا ہے بیعت کے معنے بکنے کے ہین یعنی جو شخص کسی بزرگ سے بیعت ہوتا ہے وہ اُن بزرگ کے ہاتھ گویا بک جاتا ہی اُن کا ہوجاتا ہی۔ وہ من وجہ اُسکے مالک ہوجاتے ہین وہ جو چاہین تصرف کرین اسکو چون وچرا کا حق نہین رہتا۔ اگر وہ کہین کہ رات بھر جاگو اور آنکھین پھوڑو تو ایسا ہی کرنا پڑیگا۔ اگر وہ کہین

کہ ایک حد تک نہ کھاؤ نہ پیو یا نہین کہ کم کھاؤ اور کم پیو تو یہی کرنا ہوگا۔ تو اے نفس کیا مرید ہو کر اس درجہ کی اطاعت و غلامی کرنا پڑیگی تو آزاد ہو کر غلام بننے کی کیا ضرورت۔ نفس نے جواب دیا یہ سب کچھ سہی مگر خدا تو ملیگا۔ یہ نعمت تو ایسی ہے کہ اگر جان دینے پر بھی حاصل ہو تب بھی ارزاں اور بہت ارزاں ہے۔ مین نے نفس سے کہا اچھا اگر خدا نہ ملا تو کیا ہوگا کیونکہ خدا تعالیٰ کے ذمہ کسی کا قرض تو نہیں۔ اُس نے جواب دیا اگر خدا نہ ملا تو میری بدقسمتی ہوگی مگر انکو یہ تو معلوم ہوگا کہ فلاں شخص نے اپنی طرف سے ہماری جستجو اور تلاشش کی تھی مگر ہم نہیں ملے جیسا کہا گیا ہے ؎

ہمینم بس کہ داند ماہرویم   کہ من نیز از خریداران اویم

نفس کی اس تقریر پر کوئی سوال نہ ہو سکا لہذا مین چلا آیا۔ ابوالحسن صاحب نے فرمایا کہ آپکا استخارہ عجیب رہا اور بیعت کر لیا۔

(۸۷) فرمایا۔ مبلّغین کو صرف تبلیغ میں سرگرم رہنا چاہئے۔ ثمرات و نتائج سے بالکل قطع نظر کر لین جو کام اپنے کرنے کے ہین اور اختیاری ہین وہ کئے جائین۔ ثمرات چونکہ اختیاری نہین ہین اور نہ انسان ان کا مکلف ہے اسلئے ان کی طرف بالکل توجہ نہ کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہین من اھتدیٰ فلنفسہ ومن ضل فانما یضل علیھا وما انت علیھم بوکیل۔ کہ جو ہدایت اختیار کرتا ہے اس کا نفع اُسی کو ملیگا اور جو گمراہی اختیار کرتا ہے اُسکا ضرر وہی اُٹھائیگا۔ اور آپ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ہدایت کے ذمہ دار نہین۔ دوسری جگہ ارشاد ہے انما انت نذیر واللہ علیٰ کل شئ وکیل۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا کام تو انذار و تبلیغ ہے اور حقیقی کارساز تو خدا ہی ہے ایک جگہ فرماتے ہین لست علیھم بمصیطر یعنی آپ خدائے عزوجل کی جانب سے اُن پر مسلط نہین کئے گئے کہ جن کی طرف مبعوث ہوئے ہین اُن کو ضرور مومن ہی بنائین یہ آپ کے اختیار مین نہین ہے آپکے اختیار مین صرف اُنکی تبلیغ ہے کہ یہ کام مفید ہین اور یہ مضر۔ اس قسم کی آیات اور احادیث بہت ہیں۔ ان سب کا یہی مطلب ہے کہ نتائج انسان کے قبضۂ و قدرت میں نہین۔ نہ انسان ان کا مکلف ہے۔ انسان کو تو صرف کوشش کرنا چاہئے اور ثمرات کا معاملہ خدا کے سپرد کر دینا چاہئے۔

صبح ۹½ بجے جمعہ ۱۶ ستمبر ۱۹۳۸ء لکھنو

(۷۹) فرمایا حدیث شریف مین آیا ہے الشوم فی ثلثۃ المرأۃ والدار والفرس اوکما قال صلی اللہ علیہ وسلم۔ شراح حدیث نے شوم فی الدار کی ایک تفسیر یہ بھی کی ہے کہ مکان تنگ ہو ضرورتوں کے لئے کافی نہ ہو۔ تنگ مکان سے واقعی بہت تکلیف ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں وسعت مکان کی دعا بھی آئی ہے چنانچہ ارشاد ہے اللھم وسعنی فی داری یعنی اے اللہ مجکو مکان کے بارے میں وسعت دیجئے۔

(۸۰) فرمایا عمارات مین اکثر بعض چیزین بلاضرورت محض نمایش یا تناسب کے لئے بن جاتی ہین اور بیجا اسراف ہوتا ہے اسی لئے میرا دل جدید تعمیر کرانے سے گھبراتا ہی۔

(۸۱) فرمایا۔ مین نامناسب حرکت وسکون اور غیر موزون افعال واقوال پر روک ٹوک کرتا ہون۔ خصوص جن باتون سے کسی کو تکلیف ہو اُن پر دارگیر کرتا ہون مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہین جنکو میرے طرز عمل سے تعجب ہوتا ہی۔ کیونکہ نہ اُن کو وہ اعمال ناموزون معلوم ہوتے ہین اور نہ وہ ایسے امور سے کچھ تکلیف محسوس کرتے ہین۔ حقیقت یہ ہے جن کا ادراک باطل یا ضعیف اور احساس مجروح کمزور ہوتا ہے وہ ناشایستہ حرکات سے بہت کم متاثر ہوتے ہین۔ مگر ایسے لوگوں سے دوسروں کو بہت اذیت ہوتی ہے۔

(۸۲) ایک صاحب نے حضرت کی دعوت کرنا چاہی اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ حضرت کے ہمراہ چند احباب کو اور بھی مدعو کرنا چاہتا ہون۔ حضرت نے فرمایا اب مین ضعف کی وجہ سے کسی کے ساتھ کھانے کا تحمل نہیں ہوں۔ پہلے مہمانوں کے ساتھ کھانا کھایا کرتا تھا لیکن اب یہ معمول ترک کر دیا ہی ساتھ کھانے سے یا تو پیٹ نہیں بھرتا یا زیادہ کھانا پڑتا ہی کیونکہ جلیس یا جلساء کی رعایت کرنا پڑتی ہے اسلئے ساتھ کھانے سے معذوری ہے۔ اسی سلسلہ مین فرمایا کہ ہمارے قصبات مین عام عرف ہے کہ بیویان شوہروں کے ساتھ کھانا نہیں کھاتی ہین۔ میں نے اس رسم کو توڑ دیا ہے۔ دونوں گھروں میں ساتھ کھانا کھاتا ہوں۔ چونکہ اپنے اہل سے بے تکلفی ہوتی ہے اسلئے تکلیف نہین ہوتی نہ وقت کی پابندی نہ ساتھ دینا ضروری۔ جب جی چاہا اور جتنا جی چاہا کھالیا۔ مگر مہمانوں کیساتھ یہ

معاملہ نہین کیا جاتا فطری طور پر ان کی رعایت کی جاتی ہے اسلئے اب اسکا تحمل نہین۔

(۸۳) ایک صاحب نے کہا کہ بعض مرتبہ آٹھ آنہ سیر برف لینا پڑتا ہے مگر کیا کروں عادت کی وجہ سے اس اسراف کو برداشت کرتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا جسکو عادت ہو اسکو آٹھ آنہ سیر برف خریدنا اسراف نہین بلکہ اُسکی ضروریات زندگی میں داخل ہے۔

(۸۴) فرمایا خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کے کنوئین کا پانی پہلے اس قدر شور تھا کہ وضو کے لوٹوں کو لونی لگ جایا کرتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے بلا کسی ظاہری سبب کے بالکل شیرین کر دیا ہے۔ اب شوریت کا کچھ بھی اثر نہین۔ اسی سلسلہ مین فرمایا دیوبند مین ایک عجیب کنواں ہے۔ اُس کے ایک طرف کے پانی سے تو دال گل جاتی ہے اور دوسری طرف کے پانی سے بالکل نہین گلتی بعض کنوئین ایسے بھی سننے مین آئے ہین کہ ایک طرف کا پانی کھاری اور ایک طرف کا میٹھا یہ سب قدرت کے کرشمے ہین

(۸۵) فرمایا مسلمان اپنی قوت سے کام نہین لیتے۔ استقلال سے اور جمکر کوئی کام نہین کرتے۔ بہت جلد پژمردہ اور بددل ہو جاتے ہین اسی لئے ان کی تحریکات غیر مکمل اور اُن کے اعمال ادھورے رہجاتے ہین۔ یہ بات دین کی کمی ایمان کی کمزوری کی وجہ سے ہے۔ جتنی دین مین کمی ہوگی اُسی قدر بزدلی پیدا ہوجائیگی دل مین مطلوب طاقت صرف روحانیت وایمان سے پیدا ہوتی ہے اور دل کی طاقت ہی کا نام دلیری وشجاعت ہے۔

(۸۶) فرمایا۔ مجکو معاملات کی صفائی بہت پسند ہے۔ معاملات کی صفائی دین کا ایک اہم اور ضروری جزو ہے۔ اگر میں گھر والوں سے بھی کسی فوری ضرورت کیلئے کچھ قرض لے لیتا ہوں تو دوسرے وقت واپس کر دیتا ہوں اور وہ لے بھی لیتے ہیں۔ میں اُن کے اس طرز عمل سے بہت خوش ہون مین نے کہہ رکھا ہے کہ جسکا جو مطالبہ میرے ذمہ ہو وہ یاد دلادے۔ میں اس سے خوش ہوتا ہوں

(۸۷) فرمایا۔ انسان کو چاہئے معاملہ کے وقت تو اپنے آپ کو زیادہ پابند نہ کرے۔ اور بہت قیود وشروط کو نہ قبول کرے آزاد رہے۔ ہان جب عمل کا وقت آئے تو جتنا ممکن ہو مقید بنے اور بہتر سے بہتر طور پر کام کرے۔ ہر بات کی رعایت رکھے۔

(۸۸) فرمایا حدیث شریف مین ہے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اونٹ خریدا۔ آپنے قیمت ادا فرمائی انہون نے قبول کرلی۔ حقیقۃً حضو

حضورؐ کا یہ معاملہ اُمت کیلئے تعلیم ہے کہ معاملہ اس طرح کرنا چاہئے تا کہ راحت نصیب ہو۔ حضرت جابرؓ ہر گز دام لینے کے مشتاق و خواہشمند نہ تھے مگر حضور کی رائے مبارک کو اپنی خواہش پر ترجیح دی۔ حضرات صحابہ کی عموماً یہی عادت تھی کہ حضورؐ کی مرضی کو اپنی تمام خواہشوں پر ترجیح دیتے تھے۔ جس حالت میں حضور خوش ہوتے یہ حضرات اُسی حال میں راضی رہتے تھے۔

راضی ہوں میں اسی میں جس میں ہوں آپ راضی ؎ میری وہی خوشی ہے جو آپ کی خوشی ہے (۱۲) جامع

(۸۹) فرمایا۔ حضورؐ نے صحابہؓ کو بالکل بے تکلف کر رکھا تھا۔ ہر شخص شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنے معاملہ اور رائے میں آزاد تھا۔ کوئی شخص دب کر معاملہ نہیں کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک انصاری صحابی جن کے مزاج میں کسی قدر خوش طبعی تھی۔ ایک مجمع میں بات چیت کر کے لوگوں کو ہنسا رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاحاً اُن کے پہلو میں ایک چھوٹی سی لکڑی جو آپکے دست مبارک میں تھی چبھودی اُنہوں نے کہا میں انتقام لونگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لو انتقام لے لو۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ آپ تو پیراہن پہنے ہوئے ہیں اور میرے بدن میں پیراہن نہیں اور میں برہنہ ہوں (یعنی آپ بھی پیراہن اٹھائیے) حضورؐ نے یہ سنکر اپنا پیراہن اوپر کو اُٹھالیا۔ یہ دیکھکر وہ انصاری حضورؐ سے لپٹ گئے اور پہلوئے مبارک کو بوسے دینے لگے اور عرض کیا میرا تو یہ مقصود تھا (یعنی میری کیا مجال تھی کہ میں حضور سے انتقام لینے کا وسوسہ بھی دل میں لاتا۔ میرا مقصود تو یہ تھا کہ اس طور پر حضور کے پہلوئے اقدس کے چومنے کی سعادت حاصل کرلوں) دیکھئے اگر معاملات میں صحابہ کو آزادی نہ ہوتی تو وہ یہ لفظ کہ انتقام لونگا کیسے زبان پر لا سکتے تھے۔ گو اُنہوں نے اسکو پہلو بوسی ہی کا حیلہ بنایا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال تو محتاج بیان ہی نہیں کہ کسطرح بے تکلف اُن کے مطالبہ پر انتقام دینے کو طیار ہوگئے۔ سبحان اللہ۔

(۹۰) فرمایا حضرت مولانا قاسم صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ سے پھیلا ہے نہ کہ شمشیر سے اور اگر بالفرض محال تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اسلام شمشیر سے پھیلا ہے تو یہ بتایا جائے کہ ان شمشیر زنوں پر کسنے شمشیر اُٹھائی تھی (بعینہ یہی جواب بعض انگریز مصنفین نے بھی دیا ہے ولنعم ما قیل ؎

اسلام کو جو کہتے ہیں پھیلا بزور تیغ ؎ یہ بھی کہیں کہ پھیلی خدائی بزور موت (۱۲) جامع

(۹۱) فرمایا صحابہ حضور کے ساتھ باوجود انتہائی بے تکلفی کے ادب بھی حد سے زیادہ کرتے تھے۔ اسی واسطے کفار مکہ کے تجربہ کار و معمر ایلچی نے صلح حدیبیہ مین صحابہ کے ادب و احترام کی حالت دیکھکر یہ رائے قایم کی تھی کہ تعظیم و تکریم کی یہ حالت میں نے کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کے دربار مین بھی نہیں دیکھی۔ اس ایلچی نے صحابہ کی بہت ہی خصوصیات شمار کرائین تھین منجملہ اُن کے یہ بھی کہا تھا لا یحدّون النظر الیہ یعنی حضور کی جانب ٹکٹکی باندہ کر نہین دیکھتے ہین۔ اسی سلسلہ مین فرمایا کسی نے ایک صحابیؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک پوچھا فرمایا یہ اُس شخص سے پوچھو جس نے چہرۂ انور کو کبھی نظر بھر کر دیکھا ہو یعنی ہم کو کبھی یہ ہمت و جرأت نہین ہوئی کہ روئے مبارک نظر جما کر دیکھین اسی لطیف مضمون کو اہل حال نے خوب باندہا ہے ؎

بخدا کہ رشکم آید ز دو چشم روشن خود　　کہ نظر دریغ باشد بچنین لطیف روئے

حضرت شاہ بو علی قلندر صاحب رح فرماتے ہیں ؎

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم　　گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

ان حضرات کا تو یہ حال تھا مگر اُن صحابی کا مقام تھا۔

(۹۲)۔ ایک صاحب نے قلندر کے اصطلاحی معنی دریافت کئے۔ حضرت نے فرمایا قلندر اصطلاح فن مین اُس کو کہتے جو اعمال ظاہرہ مین تو تقلیل کرتا ہو یعنی فرائض و واجبات اور سنتون کے علاوہ نفل نماز نفل روزہ نفل حج وغیرہ کا زیادہ اہتمام نہ کرتا ہو۔ اور اصلاح باطن اور اعمال قلب مین انہماک و شغف رکھتا ہو۔ باقی آج کل جو مشہور ہے کہ قلندر وہ ہے جو چہار ابرو کا صفایا کرائے بالکل لغو اور غلط ہے۔ بددین جاہلوں کی منگھڑت ہے۔ اس غلط شہرت کی وجہ سے لوگ پہلے بابرکت قلندروں کو بھی اس نمونہ کا خیال کرتے ہونگے استغفر اللہ۔ حضرت شرف الدین قلندر بڑے عالم اور متبع شریعت تھے۔

(۹۳) ایک صاحب نے پوچھا کہ ملامتیہ کون لوگ ہین فرمایا ملامتیہ وہ لوگ ہین کہ اہتمام تو سب اعمال کا کرتے ہین قلندروں کی طرح تقلیل نہین کرتے لیکن اخفاء کے ساتھ کرتے ہین۔ اظہار سے احتراز کرتے ہین اس اصطلاح کو لوگون نے بگاڑ رکھا ہے سمجھتے ہین کہ ملامتیہ وہ ہین جو علی الاعلان کبائر و صغائر کا ارتکاب کرین۔ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی پروا نہ کرین۔ ایک صاحب نے پوچھا کیا ملامتیہ فرائض و واجبات کا بھی اخفاء کرتے ہین۔ فرمایا نہین ایسا اخفاء تو جائز نہین جو امور شعائر اسلامیہ سے ہین اُن کا اخفاء تو یہاں کے

اخفاء کی برابر ہے۔ یہ بھی حرام ہے وہ بھی حرام۔ یہ لوگ صرف نوافل کا اخفاء کرتے ہین۔ قلندر مین اور ملامتی مین صرف اتنا فرق ہے کہ وہ نوافل کا زیادہ اہتمام ہی نہین کرتا اور یہ اہتمام تو کرتا ہی مگر چھپا کر۔

بعد نماز جمعہ ۱۶ ار ستمبر ۱۹۳۸ء لکھنؤ

(۹۴) ایک سلسل گفتگو کے دوران مین فرمایا شہید شاعر الہ آباد سے کانپور گئے۔ وہان کے شعراء نے مشورہ کیا کہ مجلس مشاعرہ مین مشہور شاعر شہیدی کا کلام پڑھکر اُسکی خوب داد دی جائے تاکہ یہ شہید شرمندہ ہون کہ یہاں میری قدر نہین ہوئی بلکہ شہیدی کی قدر ہوئی چنانچہ اس تجویز کے مطابق ان کے سامنے شہیدی کا کلام مختلف لوگوں نے پڑھا اور خوب خوب تعریفین کیں۔ شہید تھے بڑے ذہین ہر شخص کی تعریف پر شاعروں کے دستور کے مطابق آداب بجالاتے۔ شکریہ ادا کرتے۔ لوگوں نے کہا کہ آپنے آداب عرض کی کیوں زحمت گوارا فرمائی۔ نہ یہ آپ کا کلام تھا نہ کسی نے آپ کو داد دی۔ انھوں نے کہا اس میں شک نہین کہ یہ میرا کلام نہین لیکن میری بی بی کا تو ہے اور وہ یہاں موجود نہین ہے اسلئے میرا فرض تھا کہ مین اُن کی طرف سے آپ حضرات کی قدردانی کا شکریہ ادا کرون۔ اسی سلسلہ مین فرمایا خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب جب اشعار پڑھتے ہین تو مدہوش ہو جاتے ہین۔ خواجہ صاحب کا کلام واقعی کلام ہے۔ مسائل تصوف خوب بیان کرتے ہین۔ مین نے رائے دی تھی کہ ان کے کلام کو جمع کر کے شائع کرایا جائے۔ اور جن اشعار مین مسائل تصوف کی طرف اشارہ ہو اُن کی بقدر ضرورت شرح بھی کر دی جائے۔

بعد عصر جمعہ ۱۶ ار ستمبر ۱۹۳۸ء مکان مولانا عبد الباری صاحب ندوی لکھنؤ

(۹۵) فرمایا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نائب کامل وہ شخص ہو سکتا ہے جس مین حضور کے ساتھ کامل تشبہ ہو گو کیفیت میں فرق عظیم ہوگا معاملات مین صفائی اور تیقظ ہو۔ اتباع کیلئے احتساب اور دارو گیر ہو۔ معاشرت سادہ اور پاکیزہ ہو مخلوق پر شفقت ہو۔ اگر یہ نہین تو وہ نائب کامل نہ ہوگا۔

(۹۶) فرمایا ایک دفعہ مین نے ایک بزرگ کے متعلق سُنا کہ وہ روپے پیسے کو ہاتھ تک نہین لگاتے ہین مگر باہر کے انتظامی امور سے بالکل بیگانہ رہتے ہین۔ خدام اس خدمت کو بجالاتے ہین۔ یہ حالات سنکر میرے دل مین خیال ہوا کہ ترک دنیا اور ترک تعلقات دنیویہ کا یہ درجہ بہت مستحسن ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہوا کہ فوراً ہی ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے تنبیہ ہوئی کہ یہ محض دھوکہ ہے وہ واقعہ یہ ہوا کہ گھر سے

نیاز خاں ملازم کو گیہون اور پیسے دے گئے کہ جلال آباد سے آٹا پسوا لاؤ۔ اس وقت تھانہ بھون مین آٹا پیسنے کے انجن نہین تھے۔ نیاز خاں معمول سے پیشتر آٹا لیکر آ گئے۔ مین نے کہا کہ آٹا اتنی جلدی کیسے پس گیا۔ انھوں نے کہا کہ انجن والے نے کہا کہ وقت تنگ ہے اور آٹا دیر مین پسیگا تم پسائی کے دام اور گیہوں دیدو اور پسا پسایا آٹا لیجاؤ۔ چنانچہ مین نے ایسا ہی کیا۔ مین نے گھر والوں کو تاکید کردی کہ اس آٹے کو علیحدہ رکھو یہ سودی معاملہ سے آیا ہے اور نیاز خاں سے کہا کہ صبح کو جاؤ اس آٹے کو واپس کرو اور اپنے گیہوں کو پسوا کر لاؤ۔ مجکو اس واقعہ سے تنبیہ ہوئی کہ اس طرح معاملات سے بے خبر ہونا درست نہین۔ اگر واقعات کی کھود کرید نہ کی جائے تو نہ معلوم کیا سے کیا کھلادیا جائے۔ اور معاملات مین شرعی حدود کی ہرگز رعایت نہو سکے

(۹۷) سید مقبول حسین صاحب وصل بلگرامی نے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص مرید ہو جائے تو بلا اجازت شیخ وعظ و نصیحت اور امامت وغیرہ کر سکتا ہے یا نہین۔ حضرت نے فرمایا جو شخص کسی سے بیعت ہو جائے اسکی مثال اُس مریض جیسی ہے جو اپنے آپ کو کسی طبیب کے سپرد کردے اور وہ اس کا علاج اپنے ہاتھ مین لیلے۔ تو جس طرح مریض کو ضروری ہے کہ اپنے خورد و نوش وغیرہ کے تمام حالات میں طبیب کی رائے لے ایسی ہی مرید کو ضروری ہے کہ شیخ کی اجازت کے بغیر کوئی نیا کام نہ کرے بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ ایک کام بظاہر مستحسن اور مامور بہ معلوم ہوتا ہے مگر وہ مرید کے لئے مناسب نہین ہوتا۔ اسکو مثال سے یوں سمجھیے کہ ایک مریض انگور انار دیکھکر اُن کے کھانے کی تمنا کرتا ہے کیونکہ وہ انھین مفید سمجھتا ہے اور زمانۂ صحت مین اُن کے مفید ہونے کا تجربہ کر چکا ہے تو جیسے اس مریض کو بلا مشورہ طبیب انگور انار نہ کھانا چاہئے ایسے ہی مرید کو بلا مشورہ شیخ کوئی کام نہ کرنا چاہئے۔ ہان جو شخص کسی کے زیر تربیت نہ ہو وہ جن باتوں کو مستحسن سمجھتا ہو اُن پر عمل کر سکتا ہے۔ جیسے کسی کا علاج شروع کرنے سے پہلے مریض کو اختیار ہے کہ جس غذا وغیرہ کو اپنے لئے مفید سمجھتا ہو استعمال کرے اور جس طرح مریض کو علاج شروع کرنے کے بعد اپنے معالج کی رائے کے خلاف کرنا یا اُس سے رائے نہ لینا خلاف اصول علاج ہے۔ اسی طرح مرید ہونے کے بعد شیخ کی رائے خلاف کرنا یا اُس سے رائے نہ لینا خلافِ طریق ہے۔

بعد مغرب شب شنبہ ۱۶ ستمبر ۱۹۳۸ء مکان مولانا عبد الباری صاحب ندوی لکھنوی

(۹۸) فرمایا آج کل لوگ دن رات ترقی ترقی پکارتے ہیں مگر ترقی کا جو صحیح راستہ ہے اُس سے دور ہوتے جاتے ہیں۔ ان نام نہاد لیڈروں کے قلوب میں یہ خیال روز بروز راسخ ہوتا جارہا ہے کہ مسلمانوں کی ترقی بھی اُنہیں اُصول وضوابط سے ہوسکتی ہے جن سے دوسری اقوام اس زمانہ میں ترقی کررہی ہے۔ حالانکہ یہ قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کی حقیقی ترقی تو وہ ہے جس میں اعلائے کلمۃ اللہ ہو دین کا بول بالا ہو۔ اسلام کا عروج ہو اور ظاہر ہے کہ یہ ترقی اسلامی اُصول وضوابط ہی کی پابندی سے ہوسکتی ہے۔ ان کو چھوڑ کر دوسرے اقوام کی پیروی سے مسلمانوں کی ترقی ناممکن ہے۔ غیر قوموں پر قیاس کرنا بالکل صحیح نہیں۔ کیونکہ اُن کے نزدیک تو دنیاوی دولت ہی کا نام ترقی ہے۔ مجھے لیڈروں کے اس قیاس پر ایک حکایت یاد آئی کسی گاؤں میں ایک شخص تاڑ کے درخت پر چڑھ گیا۔ جب اوپر پہنچا اور زمین پر نظر پڑی تو بہت نیچی اور دور معلوم ہوئی۔ خود اُترنے کی ہمت نہ ہوئی شور مچانا شروع کردیا کہ مجھے اُتارو، لوگ جمع ہوگئے اور مشورہ کرنے لگے کہ کس طرح اُتاریں آخر مین گاؤں کے عقلمند جنکو بوجھ بجھکڑ کہتے تھے بلائے گئے۔ دیکھکر فرمانے لگے کہ ایک مضبوط سا رسا لاؤ اور اوپر پھینکدو چنانچہ تعمیل ارشاد کی گئی۔ پھر آپنے اُس شخص کو بلند آواز سے خطاب فرمایا کہ اسکو اپنی کمر مین اچھی طرح باندھ لو۔ بیچارہ نے حکم کی بجا آوری کی اسکے بعد آپنے حکم دیا کہ چند آدمی ملکر اسکو کھینچ لیں چنانچہ وہ کھینچا گیا اور زمین پر گر کر مر گیا۔ لوگون نے بوجھ بجھکڑ صاحب سے عرض کیا کہ حضور وہ تو ملک عدم پہنچ گیا۔ فرمایا ہم کیا کریں اُسکی قسمت ورنہ ہمنے تو سینکڑوں آدمیوں کو اسی تدبیر سے کنوئین سے نکالا ہے اور ایک بھی نہیں مرا تو جیسے اس مدعی عقل نے تاڑ سے اتارنے کو کنوئین سے نکالنے پر قیاس کیا ایسے ہی لیڈر مسلمانوں کی ترقی کو دیگر اقوام کی ترقی پر قیاس کررہے ہین لیکن اگر مسلمان نے غیر مسلم کا طریقہ اختیار کیا تو اور گڑھے مین گریگا اور رہی سہی بھی کھو بیٹھیگا۔ ہان غیر مسلم اس طریقے سے ترقی کرسکیگا جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ یقین کیجئے مسلمانوں کی ترقی اور فلاح رضائے الٰہی کے ساتھ وابستہ ہے بغیر رضائے الٰہی ہر قسم کی ترقی تنزل ہے اور رضائے الٰہی کا حصول اُصول اسلام ہی کی پابندی پر موقوف ہے

ہر شخص کو چاہیے کہ حتی الامکان احکام شرعیہ کی ظاہراً و باطناً پابندی کرے۔ خدائے عز وجل کے سامنے گریہ وزاری کرے۔ گڑگڑائے۔ اس طرز عمل سے انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد مسلمانوں کی حالت رو باصلاح ہونے لگے گی اور پھر ترقی مطلوب تک پہنچنا دشوار نہ رہے گا۔

شنبہ ۱۷ ستمبر ۱۹۳۸ء مکان مولوی محمد حسن صاحب مالک انوار المطابع مولوی گنج لکھنؤ

(۹۹) فرمایا آج کل جسکو ذرا بولنے کا سلیقہ ہو جائے اور دو چار تقریریں کردے وہی عالم اجل اور فاضل بے بدل بلکہ علامۂ زماں اور فہامۂ دوراں ہو جاتا ہے۔ دیکھیئے فلاں صاحب کو لوگ علامہ کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ شخص پکا غیر مقلد بلکہ بد دین ہے۔ میں نے جو کچھ کہا ہے اسپر اُسکی فلاں تصنیف شاہد عدل ہے اُس میں لکھا ہے کہ صرف مذہب اسلام ہی پر نجات موقوف نہیں بلکہ ہر وہ شخص جو توحید کا اعتراف کرے اور نیک اعمال بجالائے خواہ کسی مشرب وملت کا ہو اُسکی نجات ہو جائیگی خواہ رسالت کو مانے یا نہ مانے۔ اگا ندعی نے ایک جگہ کہا ہے کہ میرا خیال تھا کہ اسلام جیسا کامل مذہب ہرگز تنگ نظر نہ ہوگا کہ نجات کو صرف اپنے ہی میں منحصر سمجھتا ہو لیکن میرے اس خیال کی تائید اہل اسلام کی کسی کتاب سے نہ ہوتی تھی مگر فلاں کی فلاں تصنیف سے معلوم ہو گیا کہ واقعی اسلام تنگ نظر مذہب نہیں اسکے اصول ایسے ہیں کہ ان پر عمل کرنے سے ہر فرقہ کا شخص اپنے مشرب پر رہتے ہوئے ناجی ہو سکتا ہے۔

(۱۰۰) فرمایا۔ میں نے ایک جگہ بیان کیا تھا کہ ہم علی الاطلاق غیر مقلدین کو برا نہیں کہتے ہیں۔ دیکھیے امام ابو حنیفہؒ خود مقلد نہ تھے مگر ہم ان کو اپنا پیشوا مانتے ہیں لیکن اس زمانہ کے اکثر غیر مقلدین کی بیشک ہم کو شکایت ہے اُن میں عموماً الاماشاءاللہ دو خصلتیں بہت بُری ہیں۔ ایک ائمہ کے ساتھ بدگمانی دوسرے اُن کی شان میں بدزبانی۔ باقی ہم نفس غیر مقلدی کو حرام نہیں کہتے۔ غیر مقلدی بھی ایک مسلک ہے۔ لیکن اس وقت کے مفاسد کو دیکھکر ہم کو پسند نہیں۔ بہت سی چیزیں جائز ہوتی ہے مگر بعض طبائع کے نزدیک ناپسند ہوتی ہیں۔ مثلاً اوجھڑی شرعاً جائز ہے مگر نفیس مزاج ولطیف الطبع لوگ اسکو پسند نہیں کرتے (بل بعض الاشیاء المباحۃ ابغض عند اللہ ایضاً فقد روی ابوداؤد ابغض الحلال عند اللہ الطلاق او کما قال ۱۲ جامع)

(۱۰۱) فرمایا۔ کانگریس مین ایسے لوگ جنکو عوام الناس علماء کہتے ہیں دو قسم کے ہین ایک قسم کے تو وہ ہین کہ تقریر اور مضمون نگاری کی وجہ سے مخصوص طبقہ مین مقبول و مشہور ہیں مگر شریعت کے عالم نہیں۔ چونکہ یہ لوگ عالم نہیں اسلئے ان سے مسائل وغیرہ کے معاملہ مین زیادہ شکایت بھی نہیں کی جاسکتی۔ دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو واقع میں پڑھے لکھے اور باقاعدہ عالم ہیں مگر فنافی الکانگریس ہوکر حدودِ شرعیہ سے متجاوز ہوگئے ہیں۔ انگریزوں کی بغض کی وجہ سے کانگریس کے ساتھ بہمہ وجوہ موافقت کرتے ہین اور حدود وقیود کی بھی رعایت نہین کرتے حالانکہ حدیث شریف میں ہے احبب حبیبك ھونا ما عسی ان یکون بغیضك یوما وابغض بغیضك ھونا ما عسی ان یکون حبیبك یوما یعنی محبت اور عداوت دونوں اعتدال سے ہونا چاہئے۔ ممکن ہے حالات پلٹا کھائیں دوست دشمن بن جائین اور دشمن دوست ہو جائین۔ یہ دوسری قسم کے لوگ صاف صاف کہتے ہین کہ اگر انگریز ہندوستان سے نکل جائینگے تو تمام عالم کو سکون و آرام نصیب ہوگا اسلئے ہمکو اسکی جان توڑ کر کوشش کرنا چاہئے۔ خواہ ہندوستان اور ہندوستانی مسلمانوں کا ایمان برباد ہی ہو جائے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا بعض اہل علم کہتے ہین کہ ہم کانگریس کی شرکت اس وجہ سے کرتے ہیں کہ کانگریس پر مسلمانوں کا قبضہ اور غلبہ ہو جائے۔ اگر واقعی یہی مقصود ہے تو اس مقصود کا حصول مسلم لیگ میں زیادہ آسان ہے۔ کیونکہ مسلم لیگ والے اتباع کے لئے آمادہ ہیں۔ چنانچہ لیگ کے بڑے بڑے ارکان نے مجھے لکھا ہے کہ ہم حضرات علماء کی رائے کے اتباع کے لئے تیار ہیں۔ اور کانگریسی تو خود اپنا تابع بنانے کی کوشش کرتے ہین ان پر غلبہ پانا مشکل ہے اب تو یہی صورت ہے کہ لیگ مین شرکت کرکے اسکو اپنے قبضہ میں لائیں اور ناکارہ لوگون کو نکال باہر کرین۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ہندو ہرگز انگریزون کو ہندوستان سے نکالنا نہین چاہتے ان کا نفع انگریزوں کے قیام ہی مین ہے۔ ان کا منشا تو یہ ہے کہ انگریزون کی نگرانی اور حفاظت میں دفتری و قانونی قدرت حاصل کرکے حکومت کرین۔

(۱۰۲) فرمایا معلوم نہین کہ ان تحریکات کا انجام کیا ہوگا۔ مگر مجکو ابھی امید ہے کہ انشاء اللہ خیر عظیم کا ظہور ہونے والا ہے۔ مین ابھی تک مایوس نہین ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین جنات کا اس وقت کا مقولہ جبکہ وہ اور شیاطین آسمان پر جاتے تھے تو اُن پر ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے تھے نقل فرمایا ہے۔ وانا لا ندری اشر ارید بمن فی الارض ام اراد بھم ربھم رشدا

یعنی ہم نہین جانتے کہ اس نئے انتظام سے کیا ظہور پذیر ہوگا اس سے اہل زمین کو ضرر پہنچیگا یا اللہ تعالیٰ ان کو نفع پہنچانا چاہتے ہین۔ بالکل اسی طرح ان تحریکات میں بھی دونوں احتمال ہین گو جنات کا یہ مقولہ محل خیر مین تردد کا تھا اور میرا محل شر میں تردد کا ہے مگر میرا خیال وہی ہے جو مین پہلے بیان کر چکا ہون میری دلی تمنا اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حکومت عادلہ مسلمہ قائم فرمادے اور میں اسکو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔ میں نے عادلہ کی قید اس واسطے لگائی کہ سلطنت مسلمہ تو بحمدہ تعالیٰ آج کل بھی متعدد جگہ ہے مگر عادلہ نہیں بلکہ سب کی حالت بیراہی کی ہے۔ امور شرعیہ کی پابندی نہین موجودہ مسلم سلطنتون مین نجدیوں کی سلطنت غنیمت سمجھی جاتی تھی مسلمانوں کو اُن سے بہت توقعات تھیں۔ کیونکہ وہ دعوی کرتے ہین کہ ہم قرآن وحدیث پر عامل ہین۔ مگر اُنہوں نے ایسی لٹیا ڈبوئی ہے کہ خدا کی پناہ عیسائیوں کو حجاز کی سرزمین مقدس مین داخل کرلیا اور ایک طویل مدت کیلئے ان کو ٹھیکہ دیدیا ہے ابن سعود نے اور یہ سب کچھ روپیہ کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ ترکوں کے زمانہ مین کبھی ایسا نہ ہوا حالانکہ وہ بیچارے قرآن وحدیث پر عمل کرنے کے مدعی بھی نہ تھے۔ اس ٹھیکہ کے انجام کی یقینی طور پر تو خبر نہین مگر آثار اور حالات حاضرہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عرب کے بدویون کے ایمان کا سخت خطرہ ہے کیونکہ عرب پہلے ہی ایک مفلس قوم ہے خصوصا اعراب (بدوی) تو حد درجہ مفلوک الحال اور تنگدست ہین اور آج کل تو ان کے افلاس مین اور اضافہ ہوگیا کیونکہ وہ پہلے حجاج کو اونٹ کرایہ پر دے دیکر کچھ کما لیتے تھے۔ اب موٹروں نے اس سلسلہ کو بھی قریب الختم کر دیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ بڑا آرام ہے بڑی راحت ہے۔ یہ خیال نہیں کرتے کہ آرام وراحت صرف مسافروں کو ہے اور بیچارے سارے اعراب تباہ برباد ہوئے ہیں۔ یہ خاک آرام ہے کہ معدودے چند تو راحت حاصل کرین اور لاکھوں خاک مین مل جائین تو اب اندازہ کیجئے کہ ایسی مفلس افراد جن کو پیٹ بھر کر کھانے کو نہین ملتا ہو ستر ڈھانکنے کو کپڑا میسر نہیں آتا ہو جب عیسائیوں جیسی سرمایہ دار جماعت اُن مین پہنچ جائیگی ان کو نوکر رکھیگی اُن سے مزدوری کرائیگی اور اس سے بڑھکر یہ کہ خدانخواستہ ان کو کچھ رقم کا لالچ دیکر اپنی مشن کی ترغیب دینگے تو اس وقت اُن کا کیا حشر ہوگا۔ سبکو معلوم ہو سکتا ہے۔ خصوصًا اس حالت مین کہ ان عیسائیوں کی عادت ہے کہ اجنبی ملک مین پہنچکر پہلے تو تجارت شروع کرتے ہین پھر پادریوں کے ذریعہ نصرانیت کی اشاعت کرتے ہین۔ تو ان کا عرب مین جانا بظاہر سخت خطرناک ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ خصوص آج کل فقر وفا قہ

اندر افلاس اور تنگدستی کی وجہ سے بکثرت ارتداد ہو رہا ہے۔ مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی نے خوب بات کہی کہ آج کل کا مسلمان خوف سے متاثر نہیں ہوتا مگر طمع سے متاثر ہو جاتا ہے۔

(۱۰۳) فرمایا سلطنت وقت نے ہندوؤں کو بہت بڑھایا چڑھایا تھا۔ اُسی کا نتیجہ نظر آرہا ہو تعجب ہی کہ اس کا کچھ تدارک بھی نہیں کرتے۔ نہ معلوم کس شے کے منتظر ہیں۔

(۱۰۴) فرمایا۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ترمذی مین یہ حدیث ہی لن یغلب اثنا عشر الفا عن قلۃ (یعنی حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ بارہ ہزار مسلمانوں کا لشکر قلت تعداد کی وجہ سے کبھی دشمنوں کے مقابلہ میں مغلوب نہ ہوگا ۱۲) اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا حالانکہ ثابت ہے کہ بارہ ہزار کیا بارہ ہزار سے کہیں زائد تعداد کے لشکر شکست کھا گئے۔ حضرت مولانا کی برکت سے میرے ذہن مین فوراً جواب آگیا۔ میں نے عرض کیا کہ حدیث شریف کا مضمون بالکل بے غبار ہے۔ حضور نے عن قلۃ فرمایا ہے کہ قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہوگا عن علۃ نہین فرمایا کہ کسی اور سبب سے بھی مغلوب نہ ہوگا لہٰذا جہاں بارہ ہزار یا بارہ ہزار سے زائد کے لشکر شکست کھا گئے اُسکی وجہ قلت نہیں بلکہ کوئی دوسری علت ہوگی چنانچہ اس کی تائید کتب حدیث و تاریخ سے بھی ہوتی ہے بلکہ قرآن شریف میں بھی مسلمانوں کا غزوہ حنین میں اولاً مغلوب ہونا بالتصریح مذکور ہے حالانکہ غزوہ حنین میں مسلمان بارہ ہزار تھے لیکن پھر بھی اولاً مغلوب ہو گئے۔ اور اسکی وجہ قلت نہین تھی بلکہ ایک قلبی مرض یعنی خود پسندی و عُجب تھا جسکا ذکر قرآن شریف مین ہے ولقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم (یعنی حق تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر تمہاری مدد فرمائی ہے اور غزوہ حنین مین بھی جب تم اپنی کثرت پر نازاں تھے) حاصل یہ ہو کہ مسلمانوں کو غزوہ حنین مین عُجب وغرور پیدا ہو گیا تھا کہ ہم اتنے زائد ہیں۔ اسی عجب کی وجہ سے شکست ہوئی اور جب اس گناہ سے توبہ کرلی اور معافی مانگ لی تو اسی میدان میں یہ ہزیمت خوردہ لشکر اسلام غالب آگیا۔ جس کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہو ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المؤمنین وانزل جنودا لم تروھا (یعنی شکست کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر اپنی خاص تسلی نازل فرمائی اور قلوب کی تقویت کیلئے فرشتوں کا لشکر بھیجا جو نظر نہیں آتا تھا۔ ۱۲)

(۱۰۵) فرمایا آج کل لوگوں پر مادہ پرستی کا غلبہ ہے۔ مادی ہی ترقی کو ترقی سمجھا جاتا ہی۔ چنانچہ مادی

اشیاء پر بہت زور دیا جاتا ہے اور ان پر ناز کیا جاتا ہے۔ لڑائی میں بھی مادی ہتھیار اور سامان جنگ کو نصرت کا سبب خیال کیا جاتا ہے۔ مالک حقیقی رب العالمین پر نظر نہیں کی جاتی۔ دیکھیے ابتدائے اسلام میں جتنے جہاد ہوئے ہین اُن مین عموماً کفار کے پاس ہر قسم کے ہتھیار کافی تعداد میں موجود تھے اور مسلمان اُن کے لحاظ سے بالکل بے سروسامان اور تہیدست کہے جانے کے مستحق تھے۔ غزوۂ بدر مین اسلامی لشکر کے پاس تلوارین صرف آٹھ تھین گو نیزے وغیرہ اتنے کم نہ تھے۔ اور جنگ دست بدست ہوئی جس مین تلوار زیادہ کارآمد ہوتی ہے۔ اسپر طرہ یہ کہ کفار تعداد مین بھی مسلمانوں سے تین گُنے تھے اور سب کے سب ہتھیار بند۔ باوجود اسکے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منصور و مظفر فرمایا کامیابی و فتحمندی نے اُن کے قدم چومے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ سب غزوات میں کامیاب تر غزوہ بدر ہی کا ہے کیونکہ اس سے کفار کے حوصلے ہمیشہ کیلئے پست ہو گئے تھے اور اُن کی سطوت و شوکت ٹوٹ گئی تھی۔ تو اب غور کیجئے کیا یہ نصرت مادی ترقی کا نتیجہ تھی یا ایمان و اخلاص کی برکت تھی۔ اسی سلسلہ مین فرمایا اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی بھی فوج ہے (یعنی فرشتے) جسکو نہ گھوڑون کی حاجت ہوتی ہے نہ اسلحہ کی ضرورت۔ نہ رسد کی محتاج ہوتی ہے نہ کمک کی منتظر۔ اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہین اس فوج ظفر موج کے ذریعے مسلمانوں کی نصرت فرماکر ظفر مندی کا تاج اُن کے سر پر رکھدیتے ہین اور اس فوج کے ذریعے نصرت اب بھی ہوتی ہے اور بہت مرتبہ اس کا ظہور رہوا ہے۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا کہ لاکھ سے زیادہ تعداد مین ہندوون نے ضلع اعظم گڑھ میں مٹھی بھر مسلمانوں پر حملہ کر دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس ناگہانی معرکہ میں مسلمانوں کی خاطر خواہ کامیابی عطا فرمائی تھی۔ بعض لوگوں نے بیان کیا کہ مقابلے کیوقت جہاں تک نظر جاتی تھی سبز پوش مسلح مسلمان ہی نظر آتے تھے۔ یہ سبز پوش لوگ غالباً فرشتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ملائکہ کی جماعت کو اپنے خاص بندوں کی حفاظت کیلئے بھیجا اور اُن کو صرف کفار پر ظاہر کر دیا۔ مسلمانوں سے پوشیدہ رکھا تاکہ وہ پوری ہمت سے جدوجہد کو جاری رکھیں اور اُن کی شان توکل میں کمی نہ آنے پائے۔ اور پھر آخرت مین اجر جزیل حاصل کرین۔ اسی سلسلہ مین فرمایا نزول ملائکہ کا مدار تقویٰ پر ہے چنانچہ ارشاد ہے ان تصبروا و تتقوا و یاتوکم من فورھم ھذا یمددکم ربکم بخمسۃ الاف من الملئکۃ مسومین یعنی اگر تم اے مسلمانو کفار کے مقابلہ میں استقلال سے کام لوگے اور متقی بنے رہوگے اور وہ تم پر ایک دم ٹوٹ پڑینگے تو تمہارا پروردگار تمہاری امداد پانچ ہزار خاص وضع کے فرشتوں سے فرمائیگا ۱۲ جامع) آج کل

لوگوں نے تقوی کو بیکار سمجھ رکھا ہے اور کہتے ہیں کہ تقوی اور فتح میں کیا مناسبت ؟ (حالانکہ مناسبت بالکل ظاہر ہے کہ تقوی کی وجہ سے آسمانی نصرت شامل حال ہوتی ہے جو واحد ذریعہ کامیابی کا ہے ۱۲ جامع)

(۱۰۶) فرمایا اس زمانہ کے نو تعلیم یافتہ لوگ کہتے ہین کہ دین کو ظاہری ترقی سے کیا تعلق ہے گویا بالفاظ دیگر دین کی پابندی کو دنیاوی ترقیات میں حائل سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کی اس بے سروپا بات پر مجھکو یہ واقعہ یاد آجاتا ہے کہ ایک طبیب نے بادشاہ کو امراض چشم کیلئے کف پا میں منہدی لگانے کو بتلایا۔ اسپر خواجہ سرا صاحب سے صبر نہ ہو سکا اور ناقدانہ انداز مین بولے کہ جناب حکیم صاحب کف پا اور چشم مین کیا تعلق ہے۔ طبیب نے فوراً منہ توڑ جواب دیا کہ کف پا اور چشم مین وہی تعلق ہے جو خصیتین اور داڑھی مین ہے یعنی یہ تو تجھے بھی تسلیم بلکہ مشاہدہ ہے کہ اگر خصیے نکالدئے جائین تو داڑھی نہین نکلتی ہے اور اس تعلق کو تو کھلی آنکھوں اپنے ہی ذات مین دیکھ رہا ہے تو کف پا و چشم کے تعلق پر کیوں اعتراض و تعجب ہے تو جیسے خواجہ سرا صاحب کی سمجھ میں کف پا و چشم کا تعلق نہیں آیا تھا ایسے ہی ہمارے جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کی سمجھ مین دین اور ترقی کا تعلق سمجھ میں نہیں آتا۔ (حالانکہ یہ تعلق اُس تعلق سے بہت زیادہ ظاہر ہے۔ صدیوں تک مسلمانوں نے ہی نہیں بلکہ کفار نے بھی مشاہدہ کیا ہے کہ دین کی پابندی نے مسلمانوں پر ہر قسم کی ترقیات کے دروازے کھول دئے تھے ادھر مسلمانوں نے دین کی پابندی چھوڑنا شروع کردی اُدھر ترقی نے مسلمانوں کا ساتھ دینا چھوڑ دیا ۱۲ جامع) ان لوگوں کا یہی دستور ہے کہ جو بات ان کی سمجھ میں نہین آتی فوراً اُس کا انکار کر دیتے ہیں صرف ظاہر اور مادہ پر ان کی نظر ہے باطن اور روحانیت سے بالکل غافل ہیں کسی نے خوب کہا ہے ؎

عقل در اسباب می دارد نظر
عشق می گوید مسبب را نگر

(۱۰۷) فرمایا جو لوگ صرف ظاہری ساز و سامان پر نظر رکھتے ہیں اور کامیابی کا راز اُسی میں پوشیدہ جانتے ہیں ان کو غور کرنا چاہئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس کونسا لاؤ لشکر اور ساز و سامان تھا۔ اور فرعون جیسے متکبر و عظیم الشان بادشاہ کے پاس کس شے کی کمی تھی لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کارساز حقیقی پر توکل کر کے اُسکے ارشاد کے ماتحت فرعون سے مقابلہ کرنے جاتے ہیں اور اپنے ساتھ صرف اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو لے لیتے ہیں اور اُن کو بھی اس خیال سے ساتھ لیتے ہیں کہ وہ فصیح البیان ہیں۔ اچھی شستہ تقریر کرینگے اور میری تائید و تصدیق کرینگے۔ کیونکہ تائید کے

دل بڑھتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول نقل فرمایا ہے فارسلہ معی ردا
یصدقنی انی اخاف ان یکذبون (یعنی موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی میرا مددگار بنا کر میرے ہمراہ کر دیجئے اور رسالت دے دیجئے تاکہ وہ بوقت ضرورت میری تائید و تصدیق کریں کیونکہ مجھکو فرعون وغیرہ سے اس بات کا اندیشہ ہے کہ مجھکو جھٹلائیں گے) جامع حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جان کے خطرہ کی وجہ سے حضرت ہارون علیہ السلام کو ساتھ نہیں لیا تھا بلکہ ساتھ لینے کی وجہ یہ تھی کہ فرعون اور اسکی جماعت کی تکذیب سے طبیعت پژمردہ نہ ہو جائے اور بات کی زور میں کمی نہ آئے کیونکہ تصدیق و تائید سے دل بڑھتا ہے حوصلہ میں پستی اور ارادہ میں کمزوری نہیں پیدا ہوتی ہے۔ خود میری بھی یہی حالت ہے کہ اگر مجلس میں کوئی میری تائید کرتا رہتا ہے تو طبیعت شگفتہ رہتی ہے ورنہ پژمردگی چھا جاتی ہے دل مضمحل ہو جاتا ہے اور مضامین کی آمد بند ہو جاتی ہے

عارف رومی فرماتے ہیں ؎

گر ہزاراں طالب اند و یک ملول   از رسالت باز می ماند رسول

غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے مقابلہ کیلئے تنہا تیار ہو گئے صرف تائید کیلئے حضرت ہارون علیہ السلام کو ساتھ لیکر اسکے بھرے اور پرشوکت دربار میں پہنچ گئے اور خوب کڑک کر بلا جھجکے گفتگو فرمائی فرعون کی ہمت نہیں ہوئی کہ ان کو قتل کرا دے یا گرفتار کرا دے یا اور کوئی مقدمہ قائم کرا دے۔ صرف زبانی گفتگو میں اتنا ضرور کہا انی لاظنک یٰموسیٰ مسحورا (یعنی اے موسیٰ میرے خیال میں تو ضرور تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا وانی لاظنک یا فرعون مثبورا (یعنی اے فرعون میرے خیال میں ضرور تری کمبختی کے دن آ گئے ہیں) مگر باوجود اس جواب کے بھی فرعون کو اقدام قتل وغیرہ کی ہمت نہ ہوئی اور کیسے ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا ونجعل لکما سلطانا فلا یصلون الیکما بآیٰتنا انتما ومن اتبعکما الغلبون (یعنی اے موسیٰ و ہارون علیہما السلام ہم تم دونوں کو ایک خاص شوکت عطا کرتے ہیں جس سے تم پر ان لوگوں کو دسترس نہ ہو گی ہمارے معجزے لیکر جاؤ۔ تم دونوں اور تمہارے پیرو ہی غالب ہونگے) اب غور کیجئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں یہ قوت و شجاعت یہ ہمت و جرأت یہ سطوت و شوکت کس مادی سامان کی وجہ سے تھی ان کے پاس توپ و تفنگ نہ تھی۔ ہوائی جہاز اور تباہ کن گیس نہ تھے۔ یہ قوت صرف حقانیت اور تعلق مع اللہ کی تھی۔ یہ تقوے بجا آوری احکام خداوندی کا ثمرہ تھا

(۱۰۸) فرمایا۔ فرعون نے نجومیوں اور کاہنوں کی پیشین گوئیوں پر اعتماد کرکے نوزائیدہ لڑکوں کو قتل کرانا شروع کردیا تھا کہ نہ کوئی بچہ بچیگا اور نہ سلطنت تباہ ہوگی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون ہی کے گھر پہنچادیا اور اُسکی بیوی حضرت آسیہ کے دل مین ان کی محبت ڈال دی چنانچہ حضرت آسیہ ہی کی سفارش سے قتل ہونے سے بچ گئے۔ اور ناز و نعمت میں فرعون کے بیٹے کی طرح پرورش پائی۔ فرعون کے متبنیٰ ہوکر رہے۔ پھر جوان ہوکر اُس قبطی کے مرجانے پر جسکے تنبیہاً ایک گھونسا مارا تھا۔ فرعون کے قانونی مواخذہ سے بچنے کیلئے مدین تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت شعیب علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور اُن کی بیٹی سے نکاح ہوا۔ وہاں سے واپسی میں کوہ طور پہنچ گئے اور رسالت و نبوت عطا ہوئی۔ مصر پہنچے۔ اور فرعون کی سلطنت کو تباہ و برباد کیا۔ فرعون کی تدابیر لڑکوں کے قتل وغیرہ سب بیکار ثابت ہوئیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے چاہا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں سے فرعونی حکومت کے تباہی کے سامان بہم ہوں تو فرعون کی ظاہری قوتیں کیا کام کرسکتی تھیں۔ اسی طرح تقویٰ سے اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہوتا ہے اور سب مادی و طاغوتی طاقتیں حق تعالیٰ کے سامنے پاش پاش ہو جاتی ہین۔ تقویٰ کی وجہ سے ہر قسم کی فلاح بندہ کو نصیب ہوتی ہے اسی سلسلہ میں فرمایا قوت کی اصل روح تعلق مع اللہ ہی ہے۔ دیکھیئے اگر ضلع کا کلکٹر کسی کا حامی و مددگار ہو تو وہ کس قدر بے خوف اور جری ہو جاتا ہے اور اگر کمشنر سے بھی تعلق ہو تو قوت میں بھی دو سہ چند اضافہ ہو جاتا ہے۔ گورنر، وائسرائے اور بادشاہ کے تعلقات کو اسی پر قیاس کر لیجئے اور جسکا تعلق رب العالمین احکم الحاکمین سلطان السلاطین سے ہو اُسکی طاقت کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے۔ اب صرف یہ بات رہ گئی کہ تعلق مع اللہ کیسے حاصل ہو۔ سنیئے تعلق مع اللہ اللہ تعالیٰ کے ظاہری و باطنی احکام پر اخلاص کے ساتھ عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

(۱۰۹) فرمایا۔ ایک صاحب نے مجھ سے دریافت کیا تھا کہ کیا مسلمانوں میں کوئی گاندھی جیسا سیاست داں مدبر نہیں کہ مسلمان اُسکی پیروی کریں۔ مین نے کہا یہ تو کوئی مشکل بات نہ تھی جسکو دریافت کرنے کی حاجت ہوتی۔ اگر آپ ذرا بھی فکر سے کام لیتے تو سوال ہی کی ضرورت نہ پڑتی مجکو یقین بلکہ عین الیقین ہے کہ مسلمانوں میں ایک دو نہیں ہزاروں کی تعداد میں صرف گاندھی جیسے ہی نہیں بلکہ اُس سے کہیں زائد موجود ہین لیکن اگر مسلمان اُن کی پیروی نہ کریں اُن کی ہدایات کو تسلیم نہ کریں تو ان کی کیا خطا ہے

یہ تو مقتدیوں کی غلطی ہے۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں کے دل میں بھی ایک غیر مسلم کی اس قدر عظمت ہی
کہ تمام عالم میں انکو کوئی مسلمان اُسکا ہم پلہ نظر نہیں آتا۔ ایک ثقہ صورت مسلمان کا مضمون میں نے خود
اخبار مین پڑھا ہے کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی نبی ہوتا۔ استغفر اللہ۔ کچھہ انتہا بھی ہے اس کفر پروری
کی۔ ان بزرگ کے نزدیک نبوت ایک ایسی ارزاں اور بے وقعت چیز ہے کہ اُس میں اللہ اور اُسکی
صفات ملائکہ، کتب، رسل، حشر، نشر، دوزخ، جنت کسی شے پر ایمان لانا شرط نہین صرف ختم نبوت
مانع ہو گئی۔ یہ جہالت اور بدتمیزی نتیجہ ہے کفار کے ساتھ میل جول اور قلبی تعلقات رکھنے کا۔
اسی سلسلہ میں فرمایا ایک عالم صاحب نے ایک کتاب میں لکھا کہ انبیاء کی کامیابی کا راز اُن کے
استقلال میں مضمر ہے جسکی زندہ نظیر گاندھی موجود ہے۔ مؤلف صاحب نے یہ کتاب مجکو ہدیۃً بھیجی تھی
میں نے اس مقام کو دیکھنے کے بعد یہ لکھکر واپس کر دی کہ جس کتاب مین مکذب رسالت کی ایسی تعریف
و توصیف ہو میں اسکو اپنی ملک مین نہین رکھنا چاہتا۔ اُنہون نے جواب مین لکھا کہ مین نے اُس مطبع کو
جس مین یہ کتاب طبع ہوئی ہے لکھا تھا کہ اس مضمون کا رد شائع کردو لیکن اہل مطبع نے اسے قبول نہین
کیا۔ میرے نزدیک یہ عذر نہایت کمزور ہے کیا مؤلف صاحب صرف مطبع کو لکھکر اُس فریضۂ رجوع سے
سبکدوش ہو گئے جو اُن کے ذمہ شرعاً عائد ہوتا ہے ہرگز نہیں۔ اگر وہ مطبع شائع نہین کرتا ہے تو کسی
اور ذریعہ سے شائع کرین۔ کیا اظہار غلطی کا ذریعہ صرف وہی مطبع ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ فلاں درسگاہ
کے شیخ التفسیر بیعت ہونا چاہتے ہین میں نے لکھدیا کہ جب تک آپ اپنی غلط اور خلاف شرع تفسیر سے رجوع
نہین کرینگے میں آپ کی خدمت نہین کر سکتا۔ اُنہون نے لکھا کہ اگر نفع رجوع ہی پر موقوف ہے تو مین
رجوع کرتا ہوں۔ اسپر میں نے لکھا کہ اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ اُس تفسیر کو حق سمجھتے ہوئے بامید نفع
رجوع کرتا ہون حالانکہ وہ تفسیر اغلاط و اباطیل پر مشتمل ہے اس سے رجوع واجب ہے خواہ اور کوئی
نفع ہو یا نہ ہو۔ اسکے جواب میں آج خط آیا ہے کہ مین رجوع کا مسودہ بھیجتا ہون آپ اصلاح بھی فرمادین
اور جس طرح مناسب ہو چھپوا کر شائع بھی فرمادین۔ میں نے مسودہ مین چند اصلاحات کر دی ہین مثلاً
اُنہون نے لکھا تھا کہ مجھہ سے نادانستہ تفسیر مین غلطیاں ہو گئی ہیں میں نے اُسکو کاٹ کر لکھدیا ہے
کہ وہ غلطیاں اہل زیغ کی صحبت کا اثر ہے۔ اور اُن کا یہ لکھنا کہ چھپوا کر شائع کردو مجکو ناگوار ہوا۔ اس کا
جواب مین نے لکھا ہے مجھکو چھپوانے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ ہی کی مصلحت ہے آپ ہی اشاعت چاہتے ہین

آپ خود چھپوا کر شائع کیجئے یا نہ کیجئے۔ انہوں نے ایک خط مین یہ بھی لکھا تھا کہ میں نے اپنی تفسیر کی غلطیان
معلوم کر کے آیندہ کیلئے اُسکی اشاعت وطباعت بند کردی ہے مین نے اسکے جواب میں لکھا کہ یہ تو آیندہ
کا تدارک ہوا۔ اور جو گذشتہ اشاعت سے نقصان پہنچ چکا اور پہنچ رہا ہے اُسکی تلافی بجز اعلان رجوع
کے اور کسی طریقہ سے نہیں ہو سکتی۔ میں ان کی ہمت کی داد دیتا ہوں کہ رجوع پر آمادہ ہو گئے۔ جب طلب
صادق ہوتی ہے تو یہی حالت ہوتی ہے (اِسی قسم کا ایک ملفوظ پچھلے صفحات میں بھی گذر چکا ہے مگر چونکہ
اس میں بعض فوائد زیادہ تھے اسلئے یہاں بھی نقل کرنے کی سعادت حاصل کی گئی۔ اُنہیں مفسر صاحب نے
اس رجوع کو شائع فرمادیا ہے۔ ۱۲ جامع)

(۱۱۰) فرمایا۔ فلاں مفسر صاحب نے تفسیر مین بہت گڑبڑ کر رکھی ہے۔ چنانچہ پارہ دوم کی آیت وان
ارادتم ان تسترضعوا اولادکم سے استنباط کیا ہے کہ باہر کے آدمیوں کو بلا کر نہر کھدوانا جائز ہے
دیکھ لیجئے کیا لطیف استنباط ہے۔ اگر اس قسم کے اجتہاد و استنباط جائز ہوں تو دین سے امن ہی اُٹھ
جائے (اس سلسلہ میں حضرت کا رسالہ التقصیر فی التفسیر قابل دید ہے ۱۲)

(۱۱۱) فرمایا۔ میں اپنی جانب سے خاص اہتمام کرتا ہوں کہ میرے قول سے فعل سے کسی کو گرانی و ناگواری نہ ہو
ایک سن رسیدہ ہندو قریب ہی زمانہ میں تھانہ بھون آیا تھا۔ اُس نے بعض تصوف کے مسائل دریافت
کئے۔ میں نے جوابات دئے۔ بہت محظوظ ہوا۔ اطمینان ظاہر کیا۔ اسکے بعد میں نے اُس سے کہا کہ یہ تو جواب
کا درجہ اور علمی تحقیق تھی۔ اور چونکہ آپنے یہ سلسلہ چھیڑا ہے اسلئے میرا فرض ہے کہ میں جواب کے ہر پہلو کی تکمیل
کردوں۔ اگر آپ یہ سلسلہ نہ چھیڑتے تو مین از خود اسکی ابتدا نہیں کرتا۔ خیر علمی تحقیق تو آپنے سن لی اب
یہ اور سمجھ لیجئے کہ جس طرح ہر مقصود کے حصول کے لئے کچھ شرائط ہوتی ہیں اسی طرح ان حقایق
کے حصول کیلئے اسلام شرط ہے۔ اسی سلسلہ مین فرمایا کہ ایک مرتبہ جلال آباد میں وعظ ہوا وہاں
کے ایک ہندو رئیس جنکو فارسی داني کا بھی دعویٰ تھا وہ اور اُنکے چند انگریزی دان مہمان بھی وعظ مین شریک
تھے۔ سب کے سب بہت خوش ہوئے۔ اسکے بعد ذکر و شغل کی تعلیم کے متعلق اُن رئیس صاحب کے
چند خطوط آئے۔ مین نے خیال کیا کہ اب ان سے صاف بات کرنا مناسب ہے۔ چنانچہ صاف لکھدیا کہ
ہم کو جو تصوف پہنچا ہے اُسکے لئے اسلام شرط ہے۔ بغیر اسلام کے نفع نہیں ہو سکتا۔ اسکے بعد اُن کا
کوئی خط نہیں آیا اور سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ مین نے بمصلحت ان دونوں واقعوں میں جمع فیاً

رنگ میں اسلام کی تبلیغ کی تاکہ وحشت نہ ہو۔

(۱۱۲) فرمایا بعض ہندو بھی بہت دانشمند اور ہوشیار ہوتے ہیں مگر چونکہ توفیق ایزدی شامل حال نہیں ہوتی اسلئے دانشمندی اور ہوشیاری کچھ کام نہیں آتی اور اسلام جیسی دولت سے محروم رہجاتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں تھانہ بھون سے لکھنؤ جا رہا تھا۔ میں تھانہ بھون کے اسٹیشن پر جس گاڑی میں سوار ہو رہا تھا اُس گاڑی سے ایک طالب علم جو میری ملاقات کیلئے آئے تھے اسٹیشن پر اُترے اُن سے وہیں ملاقات ہوئی اور ظاہر کیا کہ میں کیوں آیا ہوں۔ میں نے کہا اگر تم سہارنپور تک چل سکو تو راستہ میں تفصیلی اور طویل ملاقات ہو سکتی ہے ورنہ میں تو اس گاڑی سے جا رہا ہوں۔ وہ فوراً تیار ہو گئے لیکن ٹکٹ نہ مل سکا وہ میرے مشورے سے گارڈ کو اطلاع کر کے ریل میں سوار ہو گئے۔ اگلے اسٹیشن نانوتہ پر ٹکٹ بنوائے گئے گارڈ نے نانوتہ سے سہارنپور تک کا ٹکٹ بنوا دیا اور کہا چونکہ تم غریب آدمی ہو اسلئے تھانہ بھون سے نانوتہ تک کا کرایہ معاف۔ اُنہوں نے آکر یہ قصہ مجھ سے نقل کیا۔ میں نے کہا کہ تم اس سے دھوکہ میں نہ آنا بلکہ تم اتنی ہی قیمت کا ٹکٹ اسی لائن کے کسی اسٹیشن سے خرید کر پھاڑ دینا تاکہ محصول ادا ہو جائے اور آخرت کا کوئی مطالبہ تمہارے ذمہ باقی نہ رہے کیونکہ یہ گاڑی گارڈ کی نہیں ہے کہ وہ معاف کر سکے۔ گاڑی کمپنی کی ہے۔ گارڈ کے خلاف منصب معاف کرنے سے کرایہ معاف نہیں ہوا اور حق العبد اُسی طرح باقی ہے۔ اُنہوں نے کہا بہت اچھا میں اس قیمت کا ٹکٹ لیکر چاک کر دوں گا۔ میری اور طالب علم کی اس گفتگو کو چند ہندو غور سے سُن رہے تھے۔ جب گفتگو ختم ہو گئی تو ایک سنجیدہ سا ہندو کہنے لگا کہ میں آپ سے اپنی ایک کوتاہی بیان کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ جب ان طالب علم نے یہ کہا تھا کہ اتنا کرایہ معاف ہو گیا تو میں خوش ہوا تھا کہ اچھا ہوا غریب کا بھلا ہو گیا مگر آپ کے بیان سے معلوم ہوا کہ وہ خوشی بے ایمانی کی تھی اور سراسر نفس کا دھوکہ تھا۔ میں نے اُسکی سلامت فہم اور حق گوئی کی تعریف میں چند کلمات کہکر دل جوئی کی اور بات ختم ہو گئی اور میں اپنے رفقاء سے مختلف باتیں کرنے لگا۔ اُن ہندوؤں میں ایک بوڑھا شخص بھی تھا وہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ معلوم نہیں ان لوگوں کی معمولی باتوں میں بھی ایک خاص کشش ہے۔ ایک ہندو نے جواب دیا کہ سچی باتوں میں ایسی ہی کشش ہوتی ہے۔ یہ گفتگو میں نے خود نہیں سُنی بلکہ میرے ساتھیوں نے مجھ سے بیان کی۔ خیر تھوڑی دیر کے بعد وہی پھلا ہندو میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں کچھ پوچھ سکتا ہوں میں نے کہا شوق سے پوچھئے اگر معلوم ہو گا تبا دوں گا ورنہ عذر کر دوں گا۔ اسکے بعد جملہ معترضہ کے

طور پر فرمایا اور میرا یہی معمول ہے کہ اگر صحیح جواب معلوم ہوتا ہے تو سائل کو بتا دیتا ہوں ورنہ کہدیتا ہوں کہ مجھکو معلوم نہین کسی اور سے دریافت کر لیا جائے۔ خیر اُس ہندو نے دریافت کیا کہ ایک مسلمان کوئی نیک کام کرتا ہے اور وہی کام ایک غیر مسلم بھی کرتا ہے اور دونوں میں باہم ہر باب مین تساوی ہے صرف فرق یہی ہے کہ ایک مسلمان ہے اور دوسرا غیر مسلم تو ان دونون کو اجر و ثواب برابر ملیگا یا نہیں۔ اس سوال کا جواب بالکل ظاہر تھا کہ اعمال خیر پر اجر و ثواب ملنے کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی ساتھ مشروط فرمایا ہے اور کفر کو مانع۔ تو جب تک شرط کا وجود نہ ہوا اور مانع مرتفع نہ ہو اجر و ثواب بھی نہیں ملیگا لہذا کفار اعمال خیر پر اجر و ثواب ملنے کے مستحق نہ ہونگے۔ گو یہ جواب ظاہر تھا لیکن مین نے سارا بوجھ سائل ہی کے سر پر رکھنا چاہا اور دوسرے طریق سے جواب دیا۔ مین نے کہا اس کا جواب تو آپ کو خود معلوم ہے اس حالت میں آپ کی دانشمندی سے بعید ہے کہ جس سوال کا جواب معلوم ہو پھر اُس کا جواب دریافت کیا جائے۔ اسپر اُسنے کہا کہ یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں اس سوال کا جواب جانتا ہوں۔ میں نے کہا کہ جواب کے مبادی اور مقدمات آپکے ذہن میں ہیں اور ان کے لئے نتیجہ لازم ہے جب مبادی ذہن مین ہے تو جواب بھی آپکے ذہن مین ہے اور آپ کو معلوم ہے۔ یہ سنکر اُس نے کہا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ مبادی و مقدمات میرے ذہن میں ہیں۔ میں نے کہا کہ ذرا صبر کیجئے مین ابھی آپ سے ان مقدمات کا اقرار کرائے لیتا ہون۔ سینئے آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں مذاہب مختلف ہیں۔ نہ سب حق ہیں اور نہ سب باطل۔ اور اس پر تمام مذاہب کا اتفاق ہے کہ مذہب حق ایک ہی ہو سکتا ہے باقی سب باطل۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر مذہب والے لوگ اپنی ہی مذہب کو حق اور سچا سمجھتے ہین اپنے مذہب کے علاوہ دوسرے کل مذاہب کو غلط اور باطل بتاتے ہیں۔ اب بتائیے کیا یہ امور آپ کے ذہن میں ہیں یا نہیں۔ اُس نے کہا ہیں۔ میں نے کہا یہ سب جانتے ہیں کہ مذہب حق کا اتباع کرنے والا مثل مطیع سلطنت کے ہے اور اُسکے خلاف کرنے والا مثل باغی سلطنت کے ہے۔ آپ کو یہ تسلیم ہے یا نہیں۔ اُسنے کہا یہ بھی واجب التسلیم ہے۔ مین نے کہا اب یہ سمجھ لیجئے کہ ایک شخص بہت بڑا فلسفی اور عالم ہے۔ تمام کمالات سے آراستہ اور ہر قسم کی فضائل سے متصف ہے۔ مگر بادشاہ وقت کی انتہائی مخالفت کرتا ہے ہر وقت علم بغاوت بلند رکھتا ہے۔ پھر اتفاق وقت سے وہ گرفتار ہو جاتا ہے اور بادشاہ اُسکے لئے پھانسی کی سخت سزا تجویز کرتا ہے اُس کا مال و جائداد ضبط کرتا ہے وہ اپنے کمالات کی وجہ سے جس انعام

اکرام کا مستحق تھا اُس سے محروم رکھتا ہے تو اب اس وقت اگر کوئی شخص کہے کہ ایسے ہنرمند وباکمال شخص کے ساتھ ایسی سخت سزاؤں کا روا رکھنا عدل والنصاف سے کوسوں دور اور کھلا ہوا ظلم ہے تو آپ ہی سب سے پہلے جواب دینے کے لئے تیار ہوجائینگے کہ گو یہ بڑے بڑے کمالات کا حامل ہے مگر چونکہ اس کا جرم بہت ہی سنگین ہے کہ بادشاہ وقت کی بغاوت کی تھی اسلئے اب اس کے کمالات کی کوڑی نہیں اُٹھتی ہے اور یہ عتاب شاہی کا سزاوار ہے اسکے ساتھ جو کچھہ کیا جارہا ہے وہ سراسر عدل والنصاف ہے- اب فرمائیے یہ جواب صحیح ہوگا یا نہیں- اس تقریر کو سنکر وہ بالکل خاموش ہوگیا کیونکہ جواب معلوم ہوگیا کہ غیر مسلم (کافر) رب العالمین کا باغی ہے اسلئے اُس کا کوئی عمل خیر اللہ تعالیٰ کے نزدیک معتبر نہین اس کا جرم کفر بغیر توبہ کے قابل عفو نہیں وہ کسی قسم کے اجر و ثواب کا مستحق نہیں- غرض تقریر مذکور بالا کے بعد مین نے کہا بس ایسی صورت مین کہ آپ جواب جانتے ہیں سوال کرنے کا بجز اسکے کچھہ نتیجہ نہیں کہ میں آپ کو کافر کہوں- مگر مجھکو اسلامی تہذیب اسکی اجازت نہین دیتی ہے کہ میں کسی کو بلا ضرورت کافر کہون- اُس نے کہا ہاں واقعی میں یہی کہلوانا چاہتا تھا اور ایسے منہ سے کافر سننے مین بھی حظ آتا ہے- میں نے کہا کہ یہ آپ کا حسن ظن اور کمال شرافت ہے لیکن میری دینی تہذیب کا مقتضیٰ وہی ہے جسے میں نے عرض کیا- اسکے بعد اُس نے میرا پتہ پوچھا- میں نے بتا دیا کہ تھانہ بھون میرا وطن ہے- اُس نے کہا کہ میں آریہ سماج کے جلسوں مین تھانہ بھون آتا رہتا ہون اب کی بار اگر آنا ہوا تو آپ کی خدمت مین ضرور حاضر ہون گا- مگر اب تک تو آیا نہیں اور نہ آیندہ آنے کی امید-

(۱۱۳) فرمایا- آج کل لوگون کو اپنے گھر کی دولت کی قدر نہیں ہوتی اور دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرنے اور بھیک مانگنے سے عار نہین کرتے مولانا فرماتے ہین ؎

یک سبد پرُ ناں ترا بر فرق سر | تو ہمی جوئی لب نان در بدر
تا بزانوئے میان قعر آب | ز عطش و ز جوع گشتی خراب

یعنی روٹیوں سے لبریز ہوا ٹوکرا تو سر پر رکھا ہوا ہے مگر تم در بدر ٹکڑے مانگتے پھرتے ہو- اور گھٹنوں تک پانی بھرا ہوا ہے اور پھر بھی پیاس پیاس کا شور مچا رکھا ہے اور بھوک پیاس سے مرے جاتے ہو- اسی طرح آج کل مسلمان انگریزوں اور ہندوؤں کے تہذیب و تمدن پر مٹے جاتے ہیں

اور اس تہذیب کو جو حقیقۃً تعذیب ہے حاصل کرنا چاہتے ہین۔ اسلامی تہذیب و اخلاق سے جو سرچشمۂ حیات ابدی ہے بالکل بیگانہ ہین۔ جاہل تو پھر بھی جاہل ہیں بعض مدعیان علم و فضل بھی اس گندے مرض مین مبتلا ہیں۔ کانپور میں ایک مولوی صاحب ہندوؤں کی تقلید میں دھوتی باندھتے اور کھڑاؤں پہنتے تھے لباس سے بالکل ہندو معلوم ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کے حال پر رحم فرمائے۔

(۱۱۴) فرمایا حیدرآباد مین نواب فخریار جنگ صاحب کے ہمراہ میں دارالضرب (ٹکسال) کی سیر کے لئے گیا تھا۔ اُس کا منتظم ایک انگریز تھا اُس نے بہت اچھی طرح سیر کرائی اور اخلاق سے پیش آیا۔ چلتے وقت اُس نے ہاتھ ملایا۔ اسوقت مین نے اُس سے کہا کہ آپ کے اخلاق تو مسلمانوں کی طرح ہین فخریار جنگ صاحب اس جملہ پر بہت مسرور ہوئے۔ فرمایا کہ آپ نے اُس کی تکریم بھی کی اور مسلمانوں سے گھٹائے بھی رکھا۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ جو اخلاق حقیقۃً اچھے ہین وہ اسلام ہی کے ہین اسلام ہی نے اُنکی تعلیم دی ہے یہ دوسری بات ہے کہ مسلمان اپنی بدبختی کی وجہ سے بہرہ اندوز نہ ہوں اور دوسری قومین اُس سے منتفع ہون۔ اسی سلسلہ میں فرمایا جس شخص کو نبوت و رسالت کا اعتراف نہ ہو اُس میں اعلیٰ اخلاق کہاں سے آسکتے ہین۔ تمام اعلیٰ اخلاق کا سرچشمہ رسالت ہے اور وہ اُس کا منکر ہے اسلئے اُسکے قلب پر اعلیٰ اخلاق کا فیضان نہیں ہوسکتا۔

(۱۱۵) فرمایا۔ آج کل لوگون نے بلکہ مسلمانوں نے مذہب کے ساتھ گھانکا جیسا معاملہ کر رکھا ہے کہ اپنے گھر کا پلاؤ زردہ اور مرغ مسلم بھی اچھا نہین معلوم ہوتا اور دوسرے کے یہاں کی دال بھی پسند آجاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مذہب سے اُکتا گئے ہین اور مذہب کے ساتھ کل جدید لذیذ کا سلوک کرنا چاہتے ہین۔ اسلامی احکام اسلامی تہذیب اسلامی اخلاق خواہ کتنے ہی اعلیٰ اور افضل کیون نہ ہون پسند نہیں آتے۔ طبائع بالکل مسخ ہوتی جارہی ہیں۔ نیک و بد کا امتیاز ہی اُٹھتا جاتا ہے۔ کاش مسلمان ہوش میں آئیں اور اسلام جیسی نعمت عظمیٰ کی قدر پہچانین۔

صبح ۹ بجکے ۲۰ منٹ یکشنبہ ۱۸ ستمبر ۱۹۳۸ء لکھنو

(۱۱۶) ایک صاحب زیارت کے لئے آئے اور دوزانو بیٹھ گئے۔ اسپر فرمایا تکلف کی ضرورت نہیں آرام سے بیٹھئے۔ یہ طالب علموں کی مجلس ہے۔ کسی درویش یا عالم کی مجلس نہیں کہ

اس قدر تکلف کو کام میں لایا جائے۔

(۱۱۷) بڑھاپے اور ضعف کے ذکر پر فرمایا کہ مولانا رومی نے مثنوی میں حکایت لکھی ہے کہ ایک معمر شخص طبیب کے پاس گئے اور ضعف بصر کی شکایت کی۔ طبیب نے کہا کہ بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔ بڑے میاں نے ضعف معدہ کا ذکر کیا طبیب نے کہا یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔ انہوں نے پھر ثقلِ سماعت و درد اعصاب کا تذکرہ کیا طبیب نے اپنے اسی سابق جواب کا اعادہ کر دیا۔ غرض یہ بوڑھے جو شکایت بھی کرتے طبیب یہی کہہ دیتا کہ بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔ حتیٰ کہ بڑے میاں کو غصہ آگیا اور طبیب کے ایک دھول رسید کیا اور کہا بس تو نے یہی رٹ رکھا ہے کہ جو مرض ہو وہ بڑھاپے ہی کی وجہ سے ہے طبیب نے ہنس کر کہا کہ بڑے میاں میں آپ کی اس حرکت سے کبیدہ نہیں ہوا۔ یہ حرکت بھی بڑھاپے ہی کی وجہ سے ہے۔ واقعی یہ جو مشہور ہے کہ پیری و صد عیب بالکل درست ہے۔ حضرت حاجی صاحب رح فرمایا کرتے تھے کہ جب میں یہ سنتا تھا کہ جوانی جانے سے زندگانی جاتی رہتی ہے تو تعجب ہوا کرتا تھا۔ مگر جب بڑھاپا آگیا تو اسکی تصدیق ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ واقعی یہ مقولہ بالکل درست ہے۔

(۱۱۸) کانگریسی حکومت کی بدنظمیوں کے سلسلہ میں فرمایا کہ انگریزوں کو مدت سے حکومت کرتے کرتے تحمل و مآل اندیشی کی عادت ہو گئی تھی وہ ہوش سے کام کرتے تھے اور چونکہ کانگریس کی حکومت نئی نئی ہے اسلئے جوش زائد ہے اور تشدد و سختی کر رہے ہیں ان کی وہی حالت ہو رہی ہے جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے واذا تولی سعیٰ فی الارض لیفسد فیھا و یھلک الحرث والنسل واللہ لا یحب الفساد (یعنی جب منافق کو حکومت مل جاتی ہے تو اس دوڑ دھوپ میں رہتا ہے کہ دنیا میں فساد برپا کرے اور زراعت اور مواشی کو ہلاک کر دے اور اللہ تعالیٰ فساد کی باتوں کو پسند نہیں فرماتے ۱۲) تولّٰی کے دو معنے ہیں ایک پیٹھ پھیرنے کے۔ دوسرے حاکم بننے کے۔ میں نے دوسرے ہی معنے کے لحاظ سے تشبیہ دی ہے۔

(۱۱۹) فرمایا کانگریس کو چاہیے تھا کہ اتفاق سے جو موقع ہاتھ آگیا تھا اسکو غنیمت سمجھتی اور دلجوئی و مراعات سے حکومت کرتی مگر اس سے ایسا نہ ہو سکا حتیٰ کہ خود اسکے حمایتی بھی اس کی موجودہ روش کو پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھ رہے ہیں۔ اگر یہی انداز رہے تو کام کا چلنا معلوم۔

(۱۲۰) فرمایا۔ ایک حدیث ہے۔ مجکو اس کے متن کے الفاظ اور سند کی تحقیق نہیں البتہ مضمون

دوسری نصوص سے مؤید ہے غالباً الفاظ یہ ہین اعمالکم عمالکم یا عمالکم اعمالکم یعنی اے مسلمانو جیسے تمہارے اعمال ہونگے ویسے ہی حکام تم پر مقرر کئے جائینگے۔ اگر اعمال اچھے ہونگے تو حکام بھی اچھے ہونگے اور اگر اعمال برُے ہونگے تو حاکم بھی شریر و ظالم ہونگے۔

(۱۲۱) فرمایا۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا بتایئے کفار میں کونسی لیاقت اور کونسا ایسا استحقاق ہے جسکی وجہ سے مسلمانوں کو محروم کر کے ان کو حکومت عطا کی گئی ہے۔ مین نے کہا ہم مسلمان محروم تو اپنی نالائقی اور نااہلی کی وجہ سے ہوئے ہیں۔ اور کفار کو بلا استحقاق و بلا قابلیت دیدی گئی تاکہ ہم کو تنبیہ ہو۔ اور ہم خواب غفلت سے بیدار ہوں کہ جو چیز ہمارے پاس ہونا چاہئے تھی وہ ہماری غفلت شعاریوں کے سبب دوسروں کے ہاتھ مین ہے۔ سو جب تک ہم اپنی حالت کو شرعی آئین کے ماتحت درست نہ کرینگے عنان حکومت بھی ہمارے ہاتھ میں نہ آئیگی۔ اسکی مثال ایسی ہے کہ بعض اوقات شاہان زمانہ اپنی اولاد کو معمولی اور کم درجہ کے ملازمین سے سزا دلواتے ہین تو کیا اس سے اُن ملازمین کا محبوب و لایق و اہل ہونا لازم آتا ہے۔ ہرگز نہین ہاں اولاد کا نالایق ہونا ضرور ثابت ہوتا ہے۔

(۱۲۲) فرمایا۔ اب تو لوگوں کا یہ عقیدہ ہی نہین رہا کہ ایمان۔ اخلاص۔ اور اعمال صالحہ کو نصرت فلاح اور ترقی مین دخل ہے۔ آج کل تو خدا اور رسول کو چھوڑ کر یہ دیکھا جاتا ہے کہ دوسری قومیں کس طرح ترقی کررہی ہیں۔ حالانکہ اپنی ترقی کو کفار کی ترقی پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ اس کو ایک مثال میں سمجھئے۔ ایک بھنگی عطر فروشوں کے بازار میں بیہوش ہو کر گر پڑا۔ وہ لوگ اپنی عادت کے موافق اس کو عطر سونگھانے لگے لیکن وہ ہوش مین نہیں آیا۔ اتفاقاً ایک دوسرے بھنگی کا ادھر گذر ہوا اُسنے کتے کا پاخانہ سونگھایا اور وہ فوراً ہوش مین آگیا۔ اب اگر کوئی شخص اس بھنگی کے ہوش مین آنے کی تدبیر کو علی الاطلاق مفید سمجھ لے اور عطر سونگھانے کے طریقہ کو غیر مفید سمجھکر چھوڑ دے پھر اسی بھنگی کے نسخہ کو کسی نفیس مزاج لطیف طبع انسان پر استعمال کرے تو نتیجہ یقیناً ناکامی کی شکل مین ظاہر ہوگا۔ وہ ہوش مین تو کیا آئے گا اور اُسکی بیہوشی و امراض دماغی مین اضافہ ہوگا۔ یہ تو عطر اور بیش بہا لخلخوں ہی کے سونگھانے سے ہوش مین آئیگا۔ بس ایسے ہی مسلمان کفار کے طریقوں سے راہ ترقی پر گامزن نہ ہوسکینگے۔ مسلمانوں کی ترقی اور فلاح کا راز اعمال صالحہ۔ اور احکام شرعیہ پر عمل کرنے مین منحصر ہے۔ لہذا اس پر مداومت کیجئے اور رحمت خداوندی سے ثمرات و نتائج کے امیدوار رہئے۔

(۱۲۳) فرمایا۔ تعجب ہے کہ جو لوگ اسکے دعوے دار ہیں کہ ہم ہندوستان سے انگریزوں کو نکالنا چاہتے ہیں وہ خود انگریزیت کی حد درجہ حمایت کرتے ہین۔ انگریزی فیشن۔ انگریزی تہذیب۔ انگریزی تمدن برتتے ہوئے ہین۔ اور کانگریس تو باوجود اس دعوے کے انگریزوں کو نکالنا ہی نہیں چاہتی اور درحقیقت ان کی عافیت ہے بھی اسی میں کہ انگریز ہندوستان میں رہیں ورنہ ہندو امن واطمینان سے ہرگز حکومت نہیں کر سکتے۔ ہر وقت ایک ہلچل اور ہڑبونگ مچی رہیگی۔ اسلئے ہندو انگریزون کے زیر سایہ اپنی قوم کو پروان چڑھانا چاہتے ہین۔ کاش مسلمان بھی ان امور پر نظر غائر ڈالیں اور مآل اندیشی سے کام لیکر صحیح طریق پر چلنے لگین۔

(۱۲۴) مولانا جمیل احمد صاحب کے نام جناب مولانا شبیر علی صاحب مدیر النور کا خط آیا کہ حضرت لکھنؤ سے تھانہ بھون کے لئے کس تاریخ کو روانہ ہونگے اطلاع دیجئے تاکہ میں مقررہ تاریخ سے پہلے لکھنؤ حاضر ہو جاؤن۔ مولانا جمیل احمد صاحب نے حضرت سے اس اطلاع کی اجازت طلب کی۔ حضرت نے فرمایا اُن سے راحت تو ہر قسم کی ملتی ہے مگر اطلاع اسلئے مناسب نہیں کہ وہ تکلف سے کام لیتے ہین یعنی آمد ورفت کا کرایہ مجھسے نہین لیتے اس سے شرم آتی ہے اور گرانی ہوتی ہے۔

(۱۲۵) فرمایا۔ ایک صاحب مبتلائے الیکشن کہتے تھے کہ الیکشن میں نفس خوب شکستہ ہوتا ہے کہ ووٹوں کی خاطر ہر کہ ومہ کی جا وبیجا خوشامد کرنا پڑتی ہے اُنہوں نے اپنے نزدیک الیکشن جیسی لغو حرکت کی خوب توجیہ کی مین نے کہا جناب یہ شکستگی بھی نفس کے موٹا کرنے کیلئے ہوتی ہے کہ چندروز کی خوشامد اور تواضع سے ایک دراز مدت تک عزت کی کرسی پر بیٹھنا نصیب ہو گا اور ایک گونہ حکومت رہیگی۔ پھر جن لوگوں کی کل خوشامد کرتے پھرتے تھے کامیابی کے بعد اُن سے سیدھے منہ بات بھی نہین کرتے کیا شکستگی اسی کو کہتے ہین۔

(۱۲۶) فرمایا۔ سفر کیلئے اسٹیشن پر وقت سے پہلے پہنچنا اچھا اور احوط ہے گو وہاں انتظار مین بیٹھنا ہی پڑے اسی میں راحت ہوتی ہے۔ دیر کر کے جانے مین بعض اوقات عوارض کے پیش آنے سے پریشانی کا سامنا ہوتا ہے۔ بعض مرتبہ گاڑی بھی چھوٹ جاتی ہے۔ ایک مرتبہ میں دہلی سے روانہ ہونے کو تھا۔ میں نے میزبانوں سے تقاضا کیا کہ اسٹیشن کیلئے سواری کا انتظام کر دیا جائے سب لوگ کہنے لگے کہ موٹر پانچ منٹ مین پہنچا دیگا۔ ہم وقت سے پندرہ منٹ پیشتر چلین گے

مگر میرے اصرار پر پندرہ منٹ سے بہت پہلے روانہ ہوئے۔ جب جمنا کے پُل پر پہنچے تو سامنے ایک چھکڑا جا رہا تھا اور برابر میں اُس نے نکلنے کا راستہ نہیں دیا۔ بگل بجایا آوازیں دیں لیکن اس نے ایک نہیں سنی اور ہنستا رہا بالکل بیچوں بیچ چلتا رہا۔ اسی کشمکش میں خوب کافی دیر لگ گئی۔ اس وقت میں نے کہا کہ اس معاملہ میں آپ کو انگریزوں کی تقلید نہ کرنا چاہئے۔ اگر اس وقت کسی انگریز کا موٹر ہوتا تو فوراً چھکڑے کو ایک جانب کر کے راستہ دیدیا جاتا۔ غرض بدقت تمام گاڑی ملی سر سید احمد خاں کا معمول تھا کہ اسٹیشن پر وقت سے بہت پہلے پہنچ جاتے تھے۔ پھر خواہ وہاں پہنچکر اپنے کام میں مشغول رہا جاوے وقت کو بیکار ضائع نہ کیا جائے۔ واقعی اسٹیشن پر پہنچکر یکسوئی اور اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔

خاتمۃ التالیف

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ بوقت صبح شنبہ بتاریخ ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ مکرمی جناب سید مقبول حسین صاحب وصل بلگرامی کے ارشاد کی تعمیل میں ان ملفوظات کی نقل سے فراغت ہوگئی۔ میں جناب ممدوح کا ممنون ہوں کہ انہوں نے یہ خدمت باسعادت مجھ ناکارہ کے سپرد فرمائی۔ ناظرین سے صرف ایک استدعا ہے کہ میرے اور میری اولاد و مشائخ و احباب کے لئے کم از کم ایک ہی مرتبہ ضرور فلاح دارین کی دعاء فرمادیں ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

اسعد اللہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

تصانیف حضرت حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم العالی

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
شوق وطن	۴ر	حیاۃ المسلمین	۱۰ر	الخزہ	۰۲ر	دعوات عبدیت جلد ہشتم	۴ر
احکام التجلی	۳ر	التکشف	۵ر	احسن الاسلام	۴ر	التبلیغ کا دوسرا وعظ	۰۳ر
آداب الشیخ والمرید	۳ر	قصد السبیل	۰۲و۴ر	حرمات الحدود	۵ر	؍ چوتھا	۵ر
ارواح ثلثہ	۱۲ر	زیروبم	۸ر	العبادۃ	۱ر	؍ پانچواں	۴ر
مزید المجید	۲ر	جہاد اکبر	۱ر	الاستغفار	۱ر	؍ چھٹا	۰۵ر
تسہیل شوق وطن	۵ر	قصص الاکابر	۸ر	تقلیل الکلام	۵ر	؍ ساتواں	۱ر
تبلیغ دین محشی	۸ر	اغلاط العوام	۱ر	الباطن	۵ر	؍ آٹھواں	۰۲ر
الاکمال فی الدین	۴ر	فضائل الاحکام	۲ر	درجات الاسلام	۲ر	؍ نواں	۳ر
(للرجال)		خطبات الاحکام	۴ر	ترجیح الآخرہ	۳ر	؍ دسواں	۰۲ر
الاتفاق	۲ر	کثرۃ الازواج	۲ر	الرافع والوضع	۴ر	؍ تیرھواں تعلیم التعلیم	۰۲ر
ترک مالایعنی	۴ر	شب برات	۱ر	العفتہ	۱ر	؍ چودھواں الکمال	۰۴ر
توبہ کی ضرورت	۱ر	انوار الدعا	۴ر	اسلام الحقیقی	۰۲ر	فی الدین	
فوائد الصحبتہ	۳ر	فتوح المصر	۴ر	شکر المثنوی	۲و۲ر	؍ سولھواں الباب	۴ر
روح الصیام	۳ر	نشر الطیب	۱۲ر	دعوات عبدیت جلد دوم	۱۲ر	لاولی الالباب	
مفتاح الکمالات	۳ر	المعجب من المنتخب	۲ر	؍ جلد سوم	۱۲ر	انیسواں	۲ر
تفاضل الاعمال	۲ر	التوجہ	۳ر	؍ جلد چہارم	۱۲ر	بیسواں	۰۴ر
تقلیل المنام	۳ر	عود العید	۲ر	؍ ششم	۱۲ر	اکیسواں	۲ر
ملت ابراہیم	۰۴ر	الباقی	۱ر	؍ ہفتم	۱۴ر	بائیسواں	۲ر

ملنے کا پتہ:۔ انوار بک ڈپو نمبر ۳۷ امین آباد پارک لکھنؤ

تازہ مژدہ

کتاب ہذا

الانتفاع عن برکات بعض الاسفار

ملقب بہ

الفضل للوصل

یعنی حضرت حکیم الامت، مجدد الملت، قطب دوراں، غوثِ زماں، مولانا، حاجی، حافظ، قاری، شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی حنفی، چشتی، صابری، امدادی، مدظلہم العالی کے لاہور و لکھنؤ کے سفر کے حالات متبرکہ اور ملفوظات عالیہ کا بے نظیر مجموعہ جسکا مطالعہ طالبانِ حق کی ظاہری و باطنی اصلاح کا معاون اور رہبرانِ شریعت و طریقت کیلئے مشعلِ راہِ ہدایت ہو چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔

جو حضرات اولیا اللہ کی صحبت و مجلس سے محروم ہوں یا کسی معذوری کی وجہ سے متمتع نہ ہو سکتے ہیں انکے واسطے اس سے بڑھکر کیا نعمت ہو سکتی ہے کہ اوقاتِ فرصت میں ایسی عدیم المثال کتاب کا مطالعہ اپنے لئے لازمی کرلیں، اس سے بے اختیار محسوس ہوگا کہ ہم ایسے عارف باللہ کی بابرکت صحبت میں حاضر ہیں، جو اپنے تقویٰ و ورع اور اتباعِ سنت میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ سفر میں جو حالات رونما ہوئے ہیں جن مسائل کو بیان کیا گیا ہے، جن جن اصول کی پابندی اور جن جن امور سے احتیاط کی گئی ہے اُنسے واضح ہو جائیگا کہ سلوک معرفت کی دشوار گزار منزلیں کس آسانی سے طے ہو سکتی ہیں۔

یہ کتاب کیا ہے، ایک مخزن ہے، جسمیں دینی اصلاح کے ساتھ ساتھ معیشت، معاشرت و اخلاق کا بہترین ذخیرہ موجود ہے غرض ہر پہلو سے یہ کتاب آپ اپنی نظیر ہے۔ قیمت باوجود ان خوبیوں کے صرف ۱۲ر علاوہ محصول ڈاک۔ **ملنے کا پتہ** (۱) اشرف المطابع تھانہ بھون (۲) انوار بکڈپو نمبر ۳۶ امین آباد پارک لکھنؤ (۳) کتب خانہ امداد الغربا، سہارنپور (۴) کتبخانہ اشرفیہ زیر جامع مسجد دہلی،

المعلن

احقر سید مقبول حسین وصل بلگرامی

۹ قیصر باغ۔ لکھنؤ